برکاتِ رمضان
از افادات حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی مدظلہ
مرتب: حضرت مفتی محمد انعام الحق قاسمی نقشبندی مدظلہ (سیتامڑھی، بہار)
besturdubooks.wordpress.com
مکتبۃ الفقیر
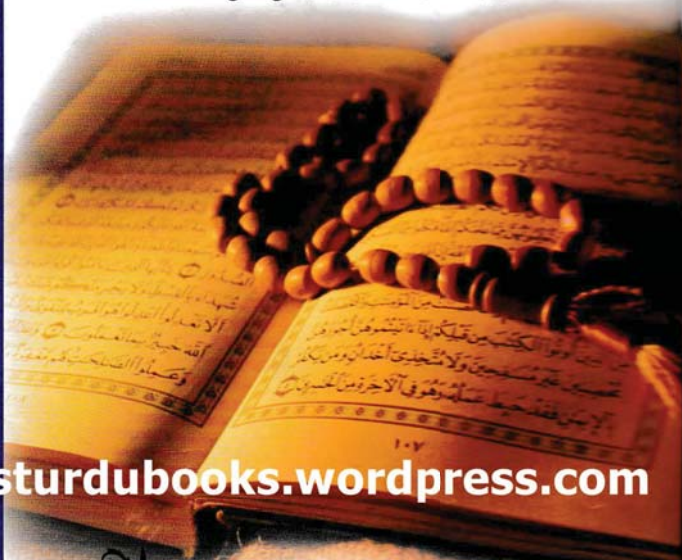
فہرست

عنوانات	صفحہ نمبر

اللہ اللہ اللہ

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ قُلْ هِيَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ

رمضان اور رؤیت ہلال کی اہمیت

از افادات

محبوب العلماء والصلحاء عارف باللہ

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی مدظلہ

اللّٰہ اللّٰہ اللّٰہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اللّٰہ اللّٰہ اللّٰہ

اقتباس

اسلامی مہینہ کا آغاز ہلال (پہلی کا چاند) کے ساتھ ہوتا ہے اس لئے پہلی کا چاند دیکھنے کا اہتمام کرنا چاہیے۔ پہلی کے چاند کو افق پر دیکھنا یہ سنت ہے اور اس کے بعد دعاء مانگنا بھی سنت ہے۔ کتب حدیث میں ایک مسنون دعاء منقول ہے۔

اَللّٰھُمَّ اَھِلَّہٗ عَلَیْنَا بِالْیُمْنِ وَالْاِیْمَانِ وَالسَّلَامَۃِ وَالْاِسْلَامِ وَالتَّوْفِیْقِ لِمَاتُحِبُّ وَتَرْضٰی رَبِّی وَرَبُّکَ اللّٰہُ

(اے اللہ اسے تو ہمارے لیے برکت والا بنا۔ ایمان وسلامتی اور اسلام واعمال کی توفیق کے ساتھ نکلا ہوا بنا، وہ اعمال جو تجھے پسند ہیں اور جن سے تو راضی ہے۔ اے چاند میرا اور تیرا رب اللہ ہے)

افسوس کہ آج چاند دیکھنے کے سنت عمل کو عمومی طور پر ترک کر دیا گیا۔ جب گزشتہ مہینہ کی انتیس تاریخ گزر جائے تو افق پر چاند دیکھنے کی ہر بندے کو کوشش کرنی چاہیے نظر آئے یا نہ آئے سنت کا ثواب ملے گا۔

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی

زید مجدہ

رمضان اور رؤیت ہلال کی اہمیت

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلٰمٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى اَمَّابَعْدُ!

فَاعُوْذُبِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ○

شَهْرُرَمَضَانَ الَّذِىْ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْآنُ

وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى اللّٰه عليه وسلم

صُوْمُوْالِرُؤْيَتِهٖ وَافْطِرُوْالِرُؤْيَتِهٖ

سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّايَصِفُوْنَ وَسَلٰمٌ عَلٰى الْمُرْسَلِيْنَ

وَالْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اللّٰهم صل على سيدنامحمدوعلى آل سيدنا محمدوبارك وسلم

اللّٰهم صل على سيدنامحمدوعلى آل سيدنا محمدوبارك وسلم

اللّٰهم صل علٰى سيدنامحمدوعلى آل سيدنا محمدوبارك وسلم

روزمرہ عبادات کے اوقات:

دین اسلام میں روزمرہ کی عبادت کوسورج کے ساتھ منسلک کیا گیا ہے۔مثال کے طور پرسورج طلوع ہونے سے پہلے پہلے فجر کا وقت، زوال ختم ہونے کے بعدظہر کا وقت، جب سورج کی دھوپ پیلی پڑجائے یاسایہ دومثل ہوجائے تو عصر کا وقت، جب سورج غروب ہوجائے تو مغرب کا وقت ،اور جب آسمان پرستارے اچھی طرح چھٹک جائیں چمک جائیں تو عشاء کا وقت ۔گویا دن بھرکی عبادات کا وقت سورج کے ساتھ متعین کردیا۔اسمیں کتنی آسانی ہے گھڑی کی بھی ضرورت نہیں آدمی سمندر میں ہو، جنگل میں ہو، شہر میں ہو، ویرانہ میں ہو، سورج کے حساب سے چیز کا سایہ دیکھے اوراپنی نماز کوادا کرلے اللہ تعالیٰ نے

نماز کو دن میں اپنے وقت کے اوپر فرض فرمادی:

اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتَابًا مَّوْقُوْتًا

سالانہ عبادات کے اوقات:

لیکن جو سال کی تقریبات ہیں ان کو اللہ تعالیٰ نے چاند کے ساتھ منسلک کیا ہے۔ مثال کے طور پر مہینے کا شروع ہونا اور ختم ہونا چاند کیساتھ منسلک ہے۔

چاند نظر آیا تو سال کا آخری مہینہ ذوالحج شروع ہوگیا۔ پھر چاند نظر آیا تو محرم شروع ہوگیا۔ اسی طرح چاند نظر آیا تو رمضان شروع ہوگیا۔

شمسی اوقات مستقل ہیں:

مگر سورج اور چاند کے اعتبار سے جو اوقات ہیں ان دونوں میں ایک فرق ہے۔

سورج کے ساتھ جب وقت متعین ہوتا ہے تو وہ مستقل ہوتا ہے سارے سال کیلئے ایک کیلنڈر بنا دیا جائے تو ہر سال کیلئے وہی کیلنڈر کافی ہے۔ سورج کا بڑھنا، گھٹنا یعنی دن اور رات کا چھوٹا لمبا ہونا وہ پکا۔ چنانچہ مسجدوں میں سال کے میقات الصلوۃ بنادیئے جاتے ہیں اس میں مختلف اوقات لکھ دیئے جاتے ہیں اور ایک دفعہ کا بنا ہوا وہ نقشہ پھر ہمیشہ کیلئے کافی ہوتا ہے۔

قمری اوقات میں تغیر کی حکمت:

لیکن قمری اوقات میں مسئلہ یہ ہے کہ جو شمسی سال ہے اس سے قمری سال دس دن چھوٹا ہوتا ہے، اس لئے ہر سال عید دس دن پہلے آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سالانہ عبادات کو جو اس چاند کے ساتھ منتھی فرمایا اس میں ایک حکمت ہے۔ حکمت یہ ہے کہ اگر سورج کے ساتھ منتھی کردیتے تو جن لوگوں کے روزے سردیوں میں ہوتے تو ساری عمران کے روزے اتنے

ہی چھوٹے ہوتے۔اور جن کے روزے گرمیوں میں ہوتے ساری عمران کے روزے اتنے لمبے ہوتے۔لوگ مشکل میں پڑ جاتے۔کہتے: جی! یہ کیا مسئلہ! ہمارے تو روزے آتے ہیں اتنی گرمی میں اور دن اتنے لمبے، پیاس کی شدت سے تو ہماری حالت بری ہو رہی ہے اور فلاں ملک کے لوگوں کے روزے آتے ہیں سردیوں میں اور دن بالکل چھوٹے۔کئی ملکوں میں تو دن بہت ہی چھوٹے ہو جاتے ہیں۔

چنانچہ ہم ایک ملک میں گئے وہاں ہم نے فجر کی نماز صبح کے ساڑھے نو بجے پڑھی۔ اور مغرب کی نماز دن کے ساڑھے تین بجے پڑھی۔تو یہ کوئی چھ گھنٹے کا دن بنا۔اب اس دوران ظہر بھی ہوئی عصر بھی ہوئی اور مغرب آ گئی اور باقی ساری رات اتنی لمبی کہ بندہ رات سے تنگ آ جاتا ہے۔

اسی طرح کئی جگہوں کے دن بہت لمبے ہوتے ہیں اور راتیں چھوٹی ہوتی ہیں۔ چنانچہ ایکملک میں ہم گئے وہاں روزہ افطار کرتے تھے اور عشاء کی نماز پڑھتے تھے اور تراویح ختم ہوتے ہی سحری کا وقت ہو جاتا تھا تو مشکل سے ہم سحری کھاتے تھے اور پھر فجر کی نماز پڑھ لتے تھے۔اتنی چھوٹی رات ہوتی تھی باقی سارا دن۔تو اللہ رب العزت کی باتوں میں بڑی حکمت ہے۔

فعل الحکیم لایخلوعلی الحکمة

دانا کا کوئی بھی کام دانائی سے خالی نہیں ہوتا

اللہ تعالیٰ نے سال کے ان ایام کو اسی لئے چاند کے ساتھ منتھی کیا کہ یہ دس دن آگے ہوتے ہوتے کبھی روزے سردیوں میں آئیں گے اور کبھی گرمیوں میں آئیں گے۔ تو ہر قسم کے دنوں کی برکات سے مؤمنین مستفید ہوسکیں گے۔اسی طرح عیدالفطر کا معاملہ۔

چھتیس سال کا راؤنڈ:

تو چھتیس سال کے اندر یہ پورا راؤنڈ مکمل ہو جاتا ہے۔ ہم نے اپنی زندگی میں جولائی، اگست کے روزے دیکھے ہوئے ہیں۔ ابھی تو آنے میں کچھ سال اور لگیں گے۔ اس وقت گھروں میں بجلی نہیں ہوتی تھی اور ہمیں آج بھی یاد ہے کہ عصر کے وقت روزے والوں کی حالت یہ ہوتی تھی کہ وہ پانی کو دیکھ کر ترستے تھے کہ ہم اسے کب پئیں گے۔ اتنی بری حالت ہوتی تھی پیاس سے۔ چونکہ گرمی کا دن اور سارا دن پسینہ آتا تھا، پسینے میں انسان کے اندر سے اتنا پانی خارج ہو جاتا تھا کہ منہ خشک ہو جاتے تھے اور جی چاہتا تھا کہ کسی طرح ایک قطرہ منہ میں ٹپکا دیا جائے۔ تو جولائی، اگست کے روزے ہمارے بڑوں نے رکھے، ہماری عمر اس وقت چھوٹی تھی، پرائمری میں پڑھتے تھے۔ ہمارے بڑے دن میں ایک روزہ رکھتے تھے اور ہم ایک دن میں کئی روزے رکھتے تھے۔

تو یہ بات سامنے آئی کہ چاند کے ساتھ جوان ایام کو نتھی کر دیا گیا تو اس میں حج کا موسم کبھی سردی میں، کبھی گرمی میں، کبھی خزاں میں اور کبھی بہار میں۔ سال کے ہر موسم میں انسان کو یہ عبادات کرنے کا موقع مل جاتا ہے۔ عید الضحٰی بھی بدلتی ہے عید الفطر بھی بدلتی ہے تو یہ تقاریب بدلتی رہتی ہیں۔ اور ہر ملک میں اسی طرح ہے، یہ ایک حکمت تھی۔

نیا چاند دیکھنا سنت ہے:

کیونکہ اسلامی مہینہ کا آغاز ہلال (پہلی کا چاند) کے ساتھ ہوتا ہے اس لئے پہلی کا چاند دیکھنے کا اہتمام کرنا چاہیے۔ پہلی کے چاند کو افق پر دیکھنا یہ سنت ہے اور اس کے بعد دعاء مانگنا بھی سنت ہے۔ کتب حدیث میں ایک مسنون دعاء منقول ہے۔

اَللّٰهُمَّ اَهِلَّهُ عَلَيْنَا بِالْيُمْنِ وَالْاِيْمَانِ وَالسَّلَامَةِ وَالْاِسْلَامِ وَالتَّوْفِيْقِ لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى رَبِّيْ وَرَبُّكَ اللّٰهُ

(اے اللہ اسے تو ہمارے لیے برکت والا بنا۔ ایمان وسلامتی اور اسلام واعمال کی توفیق کے ساتھ نکلا ہوا بنا، وہ اعمال جو تجھے پسند ہیں اور جن سے تو راضی ہے۔ اے چاند میرا اور تیرا رب اللہ ہے)

افسوس کہ آج چاند دیکھنے کے سنت عمل کو عمومی طور پر ترک کر دیا گیا۔ جب گزشتہ مہینہ کی انتیس تاریخ گزر جائے تو افق پر چاند دیکھنے کی ہر بندے کو کوشش کرنی چاہیے نظر آئے یا نہ آئے سنت کا ثواب ملے گا۔

❁ ایک بنیادی اصول:

سوال ذہن میں پیدا ہوتا ہے کہ چاند کے ساتھ جو مہینوں کو نتھی کر دیا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ رمضان بھی چاند دیکھنے کے ساتھ شروع ہوگا۔ چنانچہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے ایک سادہ سا اصول بتا دیا۔ فرمایا

صُوْمُوْا لِرُؤْيَتِهٖ وَافْطِرُوْا لِرُؤْيَتِهٖ

(روزہ رکھو جب چاند دیکھو اور افطار کرلو جب چاند دیکھ لو)

کہ تم چاند دیکھو رمضان کا تو روزہ رکھو اور چاند دیکھو شوال کا تو افطار کرلو۔ سادہ سا اصول بتا دیا۔ مگر اس زمانے میں چونکہ سائنس کی ترقی بہت ہوگئی ہے تو لوگ چاہتے ہیں کہ ہمیں چاند دیکھنے کی ضرورت ہی پیش نہ آئے۔ لہذا چاند دیکھے بغیر ہی ہم اعلان کر دیں کہ رمضان کب ہے اور عید کب ہے۔ چنانچہ آج مجھے دن کے چار بجے کسی نے فون کیا کہ چاند نظر آگیا ہے میں نے کہا سبحان اللہ۔ کتنی مزے کی بات ہے۔ بھئی! ابھی تو لوگوں نے عصر کی نماز نہیں پڑھی۔ کہنے لگے کہ جی مسجد میں اعلان ہوگیا ہے۔ تو میں نے بات سمجھائی کہ اصل میں اعلان کرنے والے یہ وہ لوگ ہیں جو چاند دیکھے بغیر روزہ رکھنا چاہتے ہیں۔ تو یہ جو مختلف الخیال باتیں سننے کو ملتی ہیں اس سے ذہن میں ایک خلفشار پیدا ہوتا ہے۔ اس لئے ذہن میں

یہ بات آئی کہ آج اسی عنوان کو کھولا جائے۔ چونکہ طلباء کا مجمع ہے اس لئے آسانی ہے کہ وہ یقیناً اس عنوان کے اندر دلچسپی رکھیں گے۔

ایک اشکال کا جواب:

بعض لوگ کہتے ہیں کہ جی ہمیں چاہئے کہ ہم سعودی عرب کے حساب سے روزے رکھا کریں اور عید کیا کریں وہ ہمارا مرکز ہے۔ مرکزِ اسلام ہے۔ جب وہ عید مناتے ہیں تو ساری دنیا کو اسی دن عید منالینی چاہئے۔ تو نکتہ سمجھ لیں کہ اس میں ہمارے علماء نے یہ کہا کہ۔

بھئی! نبی علیہ السلام کا حکم بہت واضح ہے کہ تم چاند کو دیکھو تو روزہ رکھو چاند کو دیکھو تو افطار کر لو۔ اس لئے تسلیم اسلم ہے، مان لینا ہی بہتر ہے۔ جب ایک حکم مل گیا تو اس پر عمل کرنا چاہئے۔

اختلافِ رویت کی سائنسی توجیہہ:

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہمارے ہاں کے چاند دیکھنے میں اور سعودی عرب کے چاند دیکھنے میں ایک دن کا فرق ہوتا ہے اور کبھی یہ دو دن کا بھی ہو جاتا ہے۔ ایک دن کا فرق تو اتنی بڑی بات نہیں ہے۔ زمین کے کسی حصے میں کل عید تھی، ہمارے ہاں آج عید ہے یہ کوئی اتنا فرق نہیں ہے۔ جب دو دن کا فرق آجاتا ہے تو پھر مسئلہ ہوتا ہے اور ذہن میں سوال پیدا ہوتا ہے کہ دو دن کا فرق کیوں ہوتا ہے؟۔ تو اس بات کو تھوڑا گہرائی میں جا کر سمجھنا پڑے گا۔

سائنسدانوں اور مسلمانوں کے نئے چاند میں فرق:

دیکھیں ہمیں چاند جو نظر آتا ہے تو وہ ایسے کہ مہینے میں جب پہلی کا چاند طلوع ہوتا ہے تو چھوٹا ہوتا ہے، یہ وقت کے ساتھ بڑھتا رہتا ہے۔ پہلے بالکل باریک بال کی طرح

پتلا ہوتا ہے پھر روزانہ موٹا ہوتا جاتا ہے، موٹا ہوتے ہوتے جب پندرہ شعبان ہوتی ہے تو کامل چاند گولائی کی شکل میں آجاتا ہے۔ پھر پندرہ کے بعد چھوٹا ہونا شروع ہوجاتا ہے اور چھوٹا ہوتے ہوتے بالآخر مہینے کا ایک دن ایسا آتا ہے کہ جب چاند نظر ہی نہیں آتا۔ چاند کیوں نظر نہیں آتا کہ اس دن چاند سورج کے سامنے نہیں آسکتا۔ اس کا مدار ایسا بنتا ہے۔ لہٰذا نہ وہ سورج سے روشنی پاتا ہے نہ نظر آتا ہے۔ اس وقت وہ بالکل سیاہ ہوتا ہے نظر ہی نہیں آتا، وہ روشن ہوگا تو ہمیں نظر آئے گا۔ جب بالکل سیاہ ہوتا ہے تو سائنسدانوں نے اس چاند کا نام رکھا New Moon (نیا چاند)۔ تو سائنسدانوں کے نزدیک نئے چاند کی کیفیت یہ ہوتی ہے کہ وہ بالکل سیاہ ہوتا ہے، نظر ہی نہیں آتا۔

مسلمانوں کا نیا چاند:

ایک ہے ہم مسلمانوں کا نیا چاند۔ ہم نیا چاند اسے کہتے ہیں جو پہلی کا چاند ہوتا ہے بال کی طرح ہلکا سا۔ اس کو کریسنٹ کہتے ہیں، ہلال کہتے ہیں۔ جب وہ ہلال نظر آئے تو ہم لوگ اس کو کہتے ہیں نیا چاند۔ اب پتہ چلا کہ سائنسدانوں کی Defination دیفی نیشن (تعریف) میں اور ہم مسلمانوں کی Defination (تعریف) میں ایک بنیادی فرق ہے۔ سائنسدان نیا چاند اس کو کہتے ہیں جو نظر ہی نہیں آتا جس کے نظر آنے کی توقع ہی نہیں۔ اور ہم مسلمان نیا چاند کہتے ہیں جب نظر آئے تو بالکل باریک ہو، ہلال بن جائے اس کو ہم نیا چاند کہتے ہیں۔

الفاظ کا دھوکہ:

اب یہ جو فرق ہے اللہ جانے کہ سائنسدانوں نے لاعلمی میں ڈال دیا یا بدمعاشی سے ڈال دیا لیکن لفظ انھوں نے ایسا استعمال کیا کہ جس لفظ سے مسلمان دھوکہ کھا سکتے ہیں۔ چنانچہ انھوں نے اپنے جو کیلنڈر چھاپے اور کیلنڈر میں انھوں نے چاند کے شیڈول

میں لکھ دیا کہ Birth of New Moon نئے چاند کی پیدائش ہو چکی۔اب جب ہم اس کو پڑھتے ہیں کہ نئے چاند کی پیدائش ہو چکی تو ہر بندہ یہ سوچتا ہیکہ چاند ظاہر ہو گیا یا چاند نظر آ گیا۔حلانکہ ایسی بات نہیں ہوتی بلکہ اس سے مراد یہ کہ چاند کو سیاہ ہوئے اتنا وقت گزر چوکا۔اس کا بالکل یہ مطلب نہیں ہے کہ چاند کو نظر آئے ہوئے اتنا وقت گزر چوکا، یہ غلط فہمی ہے۔

چاند نظر آنے کا وقت:

علوم فلکیات اور سائنسی تجربات سے یہ بات سامنے آئی ہیکہ Birh of New Moon چاند کی پیدائش یعنی سیاہ چاند کے بعد پندرہ گھنٹے گزر جائیں تب چاند کے نظر آنے کی توقع ہو سکتی ہے۔اور اگر اٹھارہ گھنٹے گزر جائیں تو کچھ یقینی صورت ہوتی ہیکہ ضرور نظر آئے گا اور اگر تیئس گھنٹے ہو جائیں تو پکی بات ہے کہ ہر بندے کو کھلی آنکھ سے چاند نظر آئے گا۔پندرہ سے بائیس گھنٹوں تک امکان پیدا ہو جاتا ہے کہ نظر آئے گا، جتنے گھنٹے زیادہ گزرے ہوں اتنے امکانات زیادہ۔تو پندرہ گھنٹوں تک نظر آنے کی توقع ہو سکتی ہے۔پندرہ گھنٹے سے کم وقت ہو تو چاند نظر آنے کا امکان ہی نہیں ہوتا۔

کیونکہ اس وقت میں چاند اتنا نیچے ہوتا ہے کہ وہ اوپر نظر ہی نہیں آ سکتا۔جب اس کو پندرہ گھنٹے مل جائیں گے تو وہ افق کے اوپر نظر آنے کی پوزیشن میں ہو سکتا ہے اس سے پہلے نہیں، یہ ایک اصول ہے۔

بیرون ملک میں ایک ناخوشگوار صورت حال:

ہمیں بیرون ملک رہتے ہوئے اکثر یہ مشکل پیش آتی تھی کہ وہاں پر جو سعودی عرب کے دوست ہوتے تھے وہ چارٹ کو دیکھ کر شعبان کے آخری جمعہ میں پہلی رمضان کا بھی اعلان کر دیتے تھے اور عید کا اعلان بھی کر دیتے تھے۔شعبان کے آخری جمعہ میں دو

اعلان کرتے تھے۔ یہ کہ فلاں دن سے رمضان شروع، فلاں دن رمضان ختم پر آ گے عید کا دن، ہمیں بڑی حیرت ہوتی۔ ہم ان سے پوچھتے کہ خدا کے بندو! تمہیں شعبان کے آخری جمعہ میں رمضان کا چاند کیسے نظر آ گیا؟ وہ کہتے تم دقیانوس ہو، اللہ والے لوگ ہو، عقل تمہاری کام نہیں کرتی، دنیا سے تمہیں کوئی واسطہ نہیں۔ تمہارا کام ہوتا ہے ڈیڑھ اینٹ کی مسجد بنانا۔ دنیا آسمان کے چاند پر پہونچ چکی اور تم لوگوں کو چاند نظر ہی نہیں آتا۔ ہم پوچھتے بھئی آخر کہنا کیا چاہتے ہو؟ کہتے جی! کہ دیکھو اس وقت دنیا چاند پر قدم رکھ چکی ہے لہٰذا انھوں نے جو چارٹ بنائے ہوئے ہیں اس پر ہمیں یقین رکھنا چاہئے کہ وہ ٹھیک ہیں۔ ہم جب اس کے حساب سے دیکھتے ہیں کہ فلاں دن چاند نظر آئے گا تو ہم رمضان کا بھی اعلان کر دیتے ہیں اور عید کا بھی اعلان کر دیتے ہیں

اب وہ چاہتے تھے کہ جو سعودی عرب کی سالانہ ڈائری بنی ہوئی ہے اس کے حساب سے ہم رمضان بھی کریں اور عید بھی منائیں۔ مگر لوگ اپنی عبادت ایسے تو نہیں خراب کرتے وہ ہمیں پوچھتے ہم کہتے کے ہم چاند دیکھ کر بتائیں گے۔ اب یہاں جھگڑا ہو جاتا وہ اعلان کر چکے ہوتے اور ہم کہتے کہ دیکھ کر بتائیں گے۔ کئی دفعہ تو بڑی نازک صورت حال ہو جاتی۔ مسلمانوں کے بچے ایک ہی سکول میں ہیں، کافروں کا سکول ہے، اب آدھے بچے درخواست دے رہے ہیں کہ ہم نے انیس تاریخ کو عید منانی ہے اور باقی آدھے بچے درخواست دے رہے ہیں کہ ہم نے بیس تاریخ کو عید منانی ہے۔ تو کافران بچوں سے پوچھتے کہ تم عجیب لوگ ہو ایک دن مل کر عید نہیں منا سکتے۔ وہ لوگ پھر ہمیں کہتے کہ تم ہمارے ساتھ نہیں ملتے ہم کہتے کہ آپ حدیث کی تعلیم کے ساتھ نہیں ملتے ہم آپ کے ساتھ کیسے ملیں۔ آپ ان سائنسدانوں کے بنائے ہوئے ڈیٹا کو چھوڑ دیں۔ سادہ سی بات ہے نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ چاند دیکھو روزہ رکھو چاند دیکھو افطار کرو۔ وہ کہتے جی! کہ آج کے زمانے میں چاند دیکھنا یہ کونسا بڑا مسئلہ ہے دنیا نے چاند گاڑی چاند پر اتار لی اور تمہیں اپنی آنکھوں سے چاند نظر نہیں آتا۔

اس طرح یہ سلسلہ چلتا رہتا مگر ہم نے یہ دیکھا کہ وہ عید کا اعلان کرتے تو ماشاء اللہ ان کے پاس ہوتے تمیں..... چالیس بندے۔ اور جب ہمارا عید کا اعلان ہوتا تو ماشاء اللہ تین ہزار..... پانچ ہزار..... سات ہزار۔ تو وہ اس سے بڑے تنگ ہوتے کہ یہ جو پگڑیوں والے ہیں نا ملا قسم کے لوگ، پتہ نہیں لوگ ان کے پیچھے کیوں چلتے ہیں۔

سالانہ کیلنڈر کی اصولی غلطی:

جب بار بار اس طرح کی صورتحال پیش آتی تو ایک دفعہ ہم نے سعودی عرب کے ایک ذمہ دار بندے کو خط لکھا۔ ہم نے کہا کہ یہ آپ رمضان اور عیدین کا جو شیڈول بنا دیتے ہیں اس بارے میں ہمیں کچھ ٹیکنیکلی سمجھائیں کہ یہ آپ کیسے بناتے ہیں۔ جس بندے کو لکھا اس نے کہا کہ تم یونیورسٹی سے رجوع کرو۔ ہمارے پورے سال کا کیلنڈر یونیورسٹی کے پروفیسر بناتے ہیں جو سائنس سے تعلق رکھنے والے ہیں۔ ہم نے یونیورسٹی سے رجوع کیا، انہوں نے دو پروفیسروں کے نام بتائے۔ جب ان پروفیسروں سے بات چیت ہوئی تو پتہ چلا کہ وہ دونوں حضرات یہ سمجھتے تھے کہ ماہرین فلکیات نے جو سالانہ کیلنڈر بنایا ہوا ہے اس میں جو Birth of New Moon لکھا ہوتا ہے اس سے مراد مسلمانوں کا Criecnt (ہلال) ہے کہ وہ پیدا ہو چکا ہے اور ہمیں اب دیکھنے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ ان کو اس فرق کا پتہ نہیں چل رہا تھا کہ New Moon (نیومون) کسے کہتے ہیں؟ اور (ہلال) کسے کہتے ہیں؟ ہم نے ان کو فرق سمجھایا اور بتایا کہ جس نیومون کو آپ نے کریسنٹ سمجھ رکھا ہے اس وقت تو چاند ہوتا ہی نہیں ہے لہٰذا آپ اپنا شیڈول ٹھیک کریں۔ انہوں نے کہا کہ ہم تو ایک اصول بنا کر سال کا کلینڈر اتنی مدتوں سے بنا رہے ہیں اب ہم اگر اصول بدلیں گے تو ہمیں تو اپنی نوکری کا خطرہ ہے۔ ہم نے کہا بھئی نوکری کا خطرہ اپنی جگہ مگر لوگوں کی عبادت کا بھی تو کچھ لحاظ ہونا چاہیے۔ انہوں نے کہا کہ لوگوں کی عبادت ہو جائے گی۔

غلطی کا نتیجہ:

چنانچہ نتیجہ کیا نکلا؟ ایک ایسا بھی مہینہ آیا سعودی عرب میں کہ ان کے حساب اٹھائیس روزے بنے حالانکہ انتیس بننے چاہئیں تھے مگر اللہ نے بھی چاند دکھا دیا۔ اب جب آنکھوں سے لوگ عید کا چاند دیکھ رہے ہیں وہ روزہ کیسے رکھیں؟..... حکومت کو پھر ٹی وی پر معذرت کرنی پڑی کہ جی ہمیں رمضان کا چاند دیکھنے میں غلطی ہوئی انتیس کا مہینہ تھا ہم نے ایک روز بعد میں رمضان کا اعلان کیا، آج انتیس کا چاند نظر آ گیا لہٰذا اٹھائیس روزے بنے ہیں، اب پوری قوم ایک دن رمضان کے بعد روزے کی قضاء کرے گی۔ اب جب چاند کو دیکھ کر فیصلے نہیں کرنے اور لکھے ہوئے ٹیبل اور لکھے ہوئے ڈیٹا کی بنیاد پر فیصلے کرنے ہیں تو پھر حال تو یہی ہونا ہے۔ چنانچہ سعودی عرب کے اندر سال میں ایک مرتبہ محرم کے شروع میں وہ کیلنڈر بنا لیتے ہیں۔ جو کیلنڈر بن جاتا ہے سارا سال وہ اس کے مطابق چلتے ہیں۔ بعد میں کوئی اس کو ہلا نہیں سکتا۔ یہ بنیاد ہے کہ جس وجہ سے ہماری عید میں اور سعودی عرب کی عید میں، ہمارے رمضان میں اور سعودی عرب کے رمضان میں فرق پڑ جاتا ہے۔ اب بنیاد کا پتہ چل گیا کہ وہ چاند کا اعلان دیکھ کر نہیں کرتے بلکہ جو چاند کے بارے میں سائنس دانوں نے تفصیلات چھاپی ہوئی ہیں بس اس کو پڑھتے ہیں اور اس پر پورے سال کی ایک ترتیب بنا لیتے ہیں۔ سال کی ترتیب میں چاند انتیس کا ہو یا تیس کا ہو اونچ نیچ تو ہوتی رہتی ہے تو انکو پھر اس قسم کے مسئلے پیش آتے رہتے ہیں۔

ایک دلچسپ واقعہ:

لوگ بھی سمجھ دار ہوتے ہیں وہ ایسے ہی نہیں اپنی عبادتیں ضائع کرتے چنانچہ میں آپ کو ایک مزے کا واقعہ سناؤں۔ ایک دن رمضان میں مجھے سفر کرنا تھا امریکہ کا۔ جب امریکہ جاتے ہیں تو سورج بھی اسی طرف چل رہا ہوتا ہے جس طرف جہاز چل

رہا ہوتا ہے کیونکہ ہمارا ملک مشرق کی طرف ہے اور امریکہ مغرب کی طرف۔ اس وجہ سے دن نو گھنٹے لمبا ہو جاتا ہے۔ جو یہاں سے روزہ رکھ کر چلتا ہے اس کا سورج امریکہ جا کر غروب ہوتا ہے۔ اور جب آتے ہیں تو دن چھوٹا ہو جاتا ہے کیونکہ اب سورج اور جہاز مخالف سمت میں چل رہے ہوتے ہیں۔ لہٰذا امریکہ جاتے ہوئے ہم فجر کی نماز یہاں سے پڑھ کر بیٹھتے تھے اور ظہر کی نماز امریکہ جا کر پڑھتے تھے اور اس دوران میں بائیس گھنٹے گزر جاتے۔ تو آپ نے کبھی سنا کہ فجر اور ظہر کے درمیان بائیس گھنٹے کا وقت ہو۔ جب وہاں سے واپس ہوتے تو پھر بائیس گھنٹے کا سفر ہوتا مگر اس میں ہمیں چھ نمازیں پڑھنی پڑتی آپ نے کبھی سنا کہ بائیس گھنٹے میں چھ نمازیں ہوں۔ بھئی چوبیس گھنٹے میں پانچ نمازیں ہوتی ہیں مگر ہمیں بائیس گھنٹے میں چھ نمازیں پڑھنی پڑتی ہیں۔ اس لئے کہ وقت تیزی سے گذر رہا ہوتا اور جب وقت گذر رہا ہے تو ہمیں نماز بھی پڑھنی ہے۔ تو یہ ایک بات میں نے درمیان میں بتا دی۔

روزہ ضائع نہیں ہونے دیا:

اب جب ہم یہاں سے روزہ رکھ کر چلے تو اللہ تعالیٰ کی شان کہ کوئی آٹھ گھنٹے کے بعد یا دس بارہ گھنٹے کے بعد ایک صاحب بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے ائیر ہوسٹس کو بلایا اور بلا کر کہنے لگے کہ میرے لئے افطاری لاؤ۔ اسنے کہا کہ سورج تو یہ نظر آ رہا ہے، عصر کا بھی وقت نہیں ہوا اور ابھی افطار کیسے؟ کہتا ہے کہ میں نے پاکستان میں روزہ رکھا تھا اور پاکستان میں اس وقت روزہ افطار ہو چکا ہے۔ خیر اس نے تو بات ماننی تھی، وہ تو ملازم تھی۔ اس نے کھانا لا کے اس کے آگے رکھ دیا۔ پھر میرے پاس آئی کہتی ہے سر! میں آپ سے ایک سوال پوچھ سکتی ہوں، میں نے کہا: پوچھیں۔ کہنے لگی کیا افطاری کا وقت ہو چکا ہے؟ میں نے کہا نہیں سورج تو یہ سامنے نظر آ رہا ہے، افطاری کیسے ہو گئی؟ کہنے لگی کہ وہ فلاں سیٹ والے جو صاحب ہیں وہ کہتے ہیں کہ پاکستان میں ہم نے روزہ رکھا

تھا پاکستان میں افطاری کا وقت ہو گیا ہے لہٰذا میں افطاری کر رہا ہوں۔ میں نے کہا اس کو لہو کہ پاکستان میں مغرب کا وقت بھی ہو چکا ہے اب اپنی مغرب کی نماز بھی پڑھ لے۔ جب اس نے جا کر یہ کہا تو وہ غصہ کھا گیا۔ کہتا ہے افطاری کروں گا مغرب نہیں پڑھوں گا۔ اس نے تو افطاری کر لی لیکن جہاز کے اندر اس وقت کوئی ڈیڑھ سو لوگ تھے جو روزے دار تھے ۔اب ہر بندہ اٹھ کر ہمارے پاس آ رہا ہے اور پوچھ رہا ہے کہ جی افطاری کب ہوگی ہم نے کہا جب سورج غروب ہوگا۔ چنانچہ کسی بندے نے افطاری نہیں کی حتیٰ کہ ڈارھی منڈے قسم کے لوگ اور بے پردہ قسم کی لڑکیاں، عورتیں جن کا ظاہر دیکھ کر آپ کہیں گے یہ کون فاسق فاجر لوگ ہیں، مگر جو روزے کے ساتھ تھے ان کو اپنے روزے کا پتہ تھا کہ ہم نے اپنے رزے کو ضائع نہیں ہونے دینا ہے۔ انکے سامنے دو گھنٹے کھانا پڑا رہا اور کسی نے کھانا نہ کھایا۔ حتیٰ کہ دو گھنٹے کے بعد سورج غروب ہوا، جب ہم نے افطاری کی تو سارے جہاز کے لوگوں نے اس وقت افطاری کی۔

ٹائی علماء کون؟

اب ان باتوں پر جو ٹائی علماء ہوتے ہیں ان کو بڑا غصہ آتا کہ ہماری بات لوگ نہیں مانتے اور ان ملاؤں اور ملوٹوں کی بات مانتے ہیں۔ ہم انہیں کہتے کہ جی یہ تو اللہ کا فضل ہے۔ ٹائی علماء کا پتہ ہے کون ہوتے ہیں؟ تھری پیس سوٹ ہو، سوٹڈ بوٹڈ ہوں، ٹائی لگی ہوئی ہو، ننگا سر ہو۔ تو ان کا نام ہوتا ہے ٹائی علماء۔ وہ سمجھتے ہیں کہ ان پرانے لوگوں کو کیا پتہ، نئے زمانے کے حساب سے دین کو نئے انداز میں ڈھالنے کی ضرورت ہے۔ وہاں بھی وہ یہی کہتے کہ سال کی جنتری کو دیکھ کر روزوں اور عیدین کا فیصلہ کر لینا چاہیے۔ کئی دفعہ وہ ہمارے پاس آتے اور ہمیں کہتے کہ تم ہمارے ساتھ عید کیا کرو۔ ہم کہتے جی نبی علیہ السلام کی تعلیمات ہیں چاند دیکھو تو روزہ رکھو، چاند دیکھو تو افطار کر لو۔ اللہ کی شان کہ یہ سلسلہ کئی سال چلتا رہا۔

ایک سپیس میوزیم کی تحقیق:

ایک دفعہ ہم نے سوچا کہ اس بارے میں تحقیق کرتے ہیں کہ چاند کب اور کیسے نظر آتا ہے۔ امریکہ میں ایک سپیس میوزیم بنا ہوا ہے جہاں پر خلاء کے بارے میں معلومات دینے کا مرکز ہے۔ جیسے ہمارے یہاں بعض ریڈیو چینل دن میں گھنٹے گھنٹے بعد خبریں نشر کرتے ہیں۔ تو وہ جو سپیس میوزیم کا ریڈیو ہے وہ چوبیس گھنٹے خلاء میں جو کچھ ہو رہا ہوتا ہے اس کی خبریں نشر کرتا رہتا ہے۔ اب مریخ نظر آ رہا ہے، اب فلاں سیارے کو یہ ہو گیا، اب چاند ایسا ہے، یعنی خلاء سے متعلق خبریں وہ ہر وقت دیتا رہتا ہے۔ میں نے وہاں پر خود فون کیا، میں نے انہیں کہا کہ بات یہ ہے کہ میں آج چاہتا ہوں کہ چاند کو دیکھو، میں اس جگہ پر موجود ہوں تو کیا چاند نظر آنے کی توقع کی جاسکتی ہے۔ اس نے فوراً مجھ سے پوچھا کیا تم مسلمان ہو؟ میں نے کہا ہاں۔ اس نے کہا کہ دیکھو آج چاند نظر آنے کی توقع نہیں ہوسکتی اسلئے کہ ہم جس کو نیا چاند کہتے ہیں وہ کالا چاند ہوتا ہے اور آپ جس کو نیا چاند کہتے ہو وہ ہلال (کریسنٹ) ہوتا ہے۔ ابھی اس کے نظر آنیکے چانسز نہیں ہیں وہ کل نظر آئیگا۔ اسنے یہ کہا اور ادھر جو ہمارے عرب دوست تھے وہ عید کا اعلان کر چکے تھے۔ پھر ہم نے ان سے کہا کہ فون کرو اور سپیس میوزیم سے یعنی اپنے پیر خانے سے پوچھ لو تمہیں زیادہ یقین ہے ان لوگوں پر۔ چنانچہ ان میں سے کئی لوگوں نے وہاں فون بھی کیا تو ان کو ان لوگوں نے خود بتایا کہ آج چاند نظر آنے کی توقع ہی نہیں۔

مزید تحقیق:

میں نے ایک دفعہ پھر فون کیا اور انہیں کہا کہ مجھے اس کے بارے میں مزید معلومات چاہئیں۔ انہوں نے کہا کہ اگر آپ چاند کے بارے میں معلومات اکٹھی کرنا چاہتے ہیں۔ تو آپ ہماری بحریہ کے دفتر فون کریں۔ اسلئے کہ جو نیوی Nevy کے لوگ

ہوتے ہیں ان کا چاند کے ساتھ ایک جوڑ ہوتا ہے، انہوں نے اپنے جہاز بھیجنے ہوتے ہیں چونکہ جب چاند کی پندرہ تاریخ ہوتی ہے تو سمندر کے اندر ایک طوفان ہوتا ہے جس کو ہائی ٹائیڈ کہتے ہیں یعنی اونچی لہریں۔ لہریں اتنی اونچی ہوتی ہیں کہ اس وقت اگر کوئی جہاز سفر کر رہا ہو تو وہ طوفان کا شکار ہو جاتا ہے اور ڈوب سکتا ہے۔ اس لئے جو سمندر کا سفر کرنے والے جہاز ہیں ان کے جو پروگرامز بنائے جاتے ہیں وہ ہائی ٹائیڈ کے حساب سے بنائے جاتے ہیں۔ ان لوگوں کو چاند کی پوری پوری خبریں رکھنی پڑتی ہے۔ وہ چاند کے ایک ایک انچ کو ناپتے ہیں کہ آج چاند کہاں ہے۔ لہذا بحریہ والوں کے پاس اس کی معلومات زیادہ ہیں۔

فرمان نبوی ﷺ پر قربان:

میں نے بحریہ فون کر دیا میں نے کہا مجھے چاند دیکھنا ہے آپ مجھے اس بارے میں بتائیں۔ انہوں نے کہا آپ تھوڑی دیر انتظار کریں میں کمپیوٹر سیکشن میں ملا دیتا ہوں۔ انہوں نے کمپیوٹر سیکشن میں میری ڈائریکٹ کال ملا دی۔ کمپیوٹر سیکشن کی جو بڑی تھی وہ ایک خاتون تھی، اسنے فون اٹھایا تو میں نے اس سے کہا کہ جی میں اس جگہ موجود ہوں اور میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے بتائیں کہ آج چاند نظر آ سکتا ہے یا نہیں۔ اس نے کہا میں بتاتی ہوں..... اسنے اپنے کمپیوٹر میں دیکھ کر کہا کہ جی میں یقین سے نہیں کہ سکتی کہ آج نظر آئے گا یا نہیں، کل یقیناً نظر آئیگا۔ میں نے کہا کہ یہ کیا بات ہوئی ہم لوگ تو چاند پر قدم رکھ چکے ہیں، آپ کہہ رہی ہیں کہ چاند نظر آنے کے بارے میں یقین سے نہیں کہہ سکتی۔ اس نے مجھے کہا کہ میں کوئی انجینئرنگ کی بات کروں تو کیا آپ کی تعلیم اتنی ہے کہ میری بات سمجھ سکیں۔ میں نے کہا ہاں اتنی تعلیم ضرور ہے کہ میں کسی بھی انجینئر کی بات کو سمجھ سکتا ہوں۔ پھر وہ کہنے لگی کہ ہم جو چاند کے بارے میں ریکارڈ رکھتے ہیں، ہم چاند کو یوں آنکھ سے نہیں دیکھتے نہ نظر آتا ہے۔ ہمارے پاس چاند کی جو Trajetory (مدار) ہے اس کی Equation (مساوات) بنی ہوئی ہے۔ اس فارمولے کے مطابق ہم کیلکولیشن کرتے رہتے ہیں اور ہمیں چاند کے

بارے میں پتہ چل جاتا ہے کہ اب یہاں ہوگا اور اب یہاں ہوگا۔ اور وہ بالکل Exect وہیں پر ہوتا ہے۔ ہم جو بتاتے ہیں کہ چاند یہاں پر ہوگا تو ایک انچ آگے پیچھے نہیں ہوسکتا۔ میں نے کہا تو فارمولا استعمال کر کے مجھے بھی بتائیں کہ چاند آج اس جگہ پر پہنچ کر نظر آئیگا یا نہیں۔ اس نے کہا کہ بات یہ ہے کہ اس فارمولے کے اندر چھ ہزار Variables (متغیر) ہیں۔ یعنی Equestion کے اندر کچھ Constant (مستقل) ہوتے ہیں اور کچھ Variables (متغیر) ہوتے ہیں۔ اس نے کہا کہ اس فارمولے میں چھ ہزار متغیرات ہیں۔ اور چھ ہزار میں سے اگر ایک میں بھی تھوڑا سا فرق آجائے تو اسکے جواب کے اندر فرق آسکتا ہے۔ ہم کیسے گارنٹی دے دیں کہ چھ ہزار چیزوں میں کوئی تبدیلی نہیں آئے گی۔ میں نے کہا کہ اس کا مطلب یہ ہوا کہ یقینی طور پر نہیں بتایا جاسکتا کہ فلاں وقت میں چاند نظر آئے گا یا نہیں۔ کہنے لگی بالکل یہی بات۔ میں نے دل میں سوچا کہ الحمدللہ قربان جائیں نبی علیہ السلام پر کہ جنہوں نے چودہ سو سال پہلے امت کو ایک قانون بتادیا کہ

صوموا لرؤیته وافطروا لرؤیته

(تم چاند کو دیکھو تو روزہ رکھلو اور چاند کو دیکھو تو روزہ افطار کرلو)

آج اتنی سائنسی ترقی کے باوجود بھی جب وہ یقین سے نہیں کہہ سکتے کہ چاند نظر آئے گا یا نہیں تو پھر ہم کتابوں میں لکھے ہوئے ڈیٹا کو بنیاد بنا کر کیسے رمضان کا اور عید کا اعلان کرسکتے ہیں۔

❁ چاند کی رؤیت ضروری ہے:

تو اس لئے آپ حضرات کو قطعاً گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے کہ وہاں سعودیہ میں ایک دن پہلے رمضان شروع ہوگیا تھا تو آج یہاں ضرور نظر آجانا چاہیے تھا۔ پتہ نہیں پاکستانی مولویوں کو کیوں نظر نہیں آتا۔ اسلئے کہ وہ دیکھتے ہیں، چاند نظر آئے تو وہ اعلان کریں۔ اس مہینہ کا اعلان کرنے کے لیے چاند کی رؤیت ضروری ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ اس دفعہ بھی ہمارے ان بھائیوں کی جو سالانہ ڈائری تھی اس میں چاند کے بارے میں کوئی اونچ نیچ ہوگئی ہے۔ جس وجہ سے عام دستور کے مطابق ایک دن کا فرق ہوتا ہے اور آج دو دن کا فرق پڑ گیا، لیکن ان دنوں کے بارے میں ہمارے دلوں میں شک نہیں ہونا چاہئے۔ چاند نظر نہیں آیا اس لئے ہم نے روزہ نہیں رکھا، کل انشاء اللہ نظر آ جائیگا۔ کیونکہ کل تو چوبیس گھنٹے اور بھی گزر جائیں گے۔ کل تو چھوٹے بچوں کو بھی نظر آ جائے گا۔ تو الحمد اللہ ہمارے علماء نے جو طریقہ اختیار کیا یہی طریقہ کامل ہے۔ حدیث پاک کے مطابق ہے۔ لہٰذا ہمیں اپنے روزے کی درستگی پر سو فیصد یقین ہے۔

ایک حیرت انگیز نکتہ:

اب آپ کو ایک اور حیرت انگیز نکتہ بتاتے ہیں۔ جس سے آپ کو اندازہ ہوگا کہ ہمارے اکابر کی نظر کتنی گہری ہوتی تھی۔ قزوینی کی کتاب عجائب المخلوقات میں ایک عجیب بات لکھی ہے کہ امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ہر رمضان المبارک کا جو پانچواں دن ہوتا ہے وہ آنے والے رمضان المبارک کا پہلا دن ہوتا ہے۔ انہوں نے یہ ایک قانون بتا دیا۔ وہ فرماتے ہیں کہ اس بات کو پچاس سال تک ہر رمضان المبارک میں دیکھا گیا اور اسے ٹھیک پایا گیا۔ آج دنیا سائنسدان بنتی پھرتی ہے، دیکھیں ہمارے مشائخ نے کیسی کیسی بات بتا دیں۔ عاجز نے بھی اسکو کئی دفعہ آزما کر دیکھا اور بالکل درست پایا۔

آپ بھی اس چیز کو آزما کر دیکھ لیجئے کہ اس رمضان المبارک کا جو پانچواں دن تھا وہی آئندہ رمضان المبارک کا پہلا دن ہوگا۔

اللہ رب العزت ہمیں رمضان المبارک کی بابرکت گھڑیاں نصیب فرمائے۔ اور س میں اللہ تعالیٰ ہمارے لئے برکتیں عطا فرما دے۔ (ماخوذ از رمضان المبارک کی برکات)

و آخر دعوانا ان الحمدللہ رب العلمین

مسرور کردے

دل مغموم کو مسرور کردے
دل بے نور کو پر نور کردے

فروزاں دل میں شمع طور کردے
یہ گوشہ نور سے پرنور کردے

مرا ظاہر سنور جائے الٰہی
مرے باطن کی ظلمت دور کردے

مۓ وحدت پلا مخمور کردے
محبت کے نشے میں چور کردے

نہ دل مائل ہو میرا ان کی جانب
جنہیں تیری ادا مغرور کردے

ہے میری گھات میں خود نفس میرا
خدایا اس کو بے مقدور کردے

اللہ اللہ اللہ

شهر رمضان الذی انزل فيه القرآن

رمضان کی حقیقت وفضیلت

از افادات

محبوب العلماء والصلحاء عارف باللہ

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی مدظلہ

اقتباس

حدیث پاک میں ہے کہ
رمضان پورے سال کا قلب ہے، اگر یہ
درست رہا تو پورا سال درست ہے، اسی لئے امام
ربانی حضرت مولانا مجدد الف ثانیؒ اپنے مکتوبات میں
فرماتے ہیں کہ رمضان المبارک کے مہینے میں اتنی برکت کا
نزول ہوتا ہے کہ بقیہ پورے سال کی برکتوں کو رمضان
المبارک کی برکتوں کے ساتھ وہ نسبت بھی نہیں جو
قطرے کو سمندر کے ساتھ ہوتی ہے۔

(حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی
مجددی مدظلہ)

رمضان کی حقیقت وفضیلت

الحمد للّٰہ و کفیٰ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ امّا بعد!
اعوذ باللّٰہ من الشیطان الرجیم○ بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم○
شھر رمضان الذی انزل فیہ القرآن (پ۲-ر۷-آیت ۱۵۸)
سبحان ربك رب العزة عما یصفون وسلام علی المرسلین
والحمد للّٰہ رب العلمین۔
اللّٰھم صل علی سیدنامحمد وعلیٰ آل سیدنا محمدوبارك وسلم۔
اللّٰھم صل علی سیدنامحمد وعلیٰ آل سیدنا محمدوبارك وسلم۔
اللّٰھم صل علی سیدنامحمد وعلیٰ آل سیدنا محمدوبارك وسلم۔

❁ ''رمضان'' کا لغوی مفہوم:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:
شھر رمضان الذی انزل فیہ القرآن (پ۲-ر۷-آیت ۱۵۸)
(رمضان کا وہ مہینہ جس میں قرآن نازل ہوا)
رمضان کا لفظ رَمْضٌ سے نکلا ہے، اس کے لفظی معنیٰ تیزی اور شدت کے ہیں: جیسے

☆ عربی میں کہتے ہیں رَمِضَ یَوْمُنَا اَیْ اِشْتَدَّ حَرُّہٗ کہ آج تو بہت گرمی ہے۔
☆ اسی طرح جب کوئی پرندہ بہت زیادہ پیاسا ہو اور پیاس کی وجہ سے لمبے لمبے سانس لے رہا ہو تو اسے عربی میں رَمِضَ الطَّائِرُ کہتے ہیں، یعنی پرندہ کو بہت پیاس لگی ہوئی ہے۔

☆ چاشت کی نماز جو عام طور پر دن کے دس بجے ادا کی جاتی ہے، اس کے بارے میں آتا ہے صَلٰوۃُ الضُّحیٰ حِیۡنَ تَرۡمَضُ الۡفِصَالُ یعنی یہ وہ نماز ہے کہ جس کے پڑھنے کے وقت اونٹنی کے بچے کے پاؤں بھی گرم ہو جاتے ہیں۔

☆ مسلم شریف کی ایک روایت ہے کہ صحابہ کرامؓ فرماتے ہیں:

شَکَوۡنَا اِلیٰ رَسُوۡلِ اللّٰہِ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: اَلصَّلٰوۃُ فِیۡ رَمۡضَاءِ

ہم نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے شکایت کی کہ نماز کے وقت میں بڑی گرمی ہے۔

گویا ظہر کی نماز کے بارے میں یوں کہا کہ اے اللہ کے نبی! ظہر کے وقت تو بڑی گرمی ہے۔

رَمَضَان کا لفظ فَعَلَانَ کے وزن پر اسم جنس ہے، اور بعض علماء نے کہا ہے کہ باب سَمِعَ یَسۡمَعُ سے رَمِضَ یَرۡمَضُ اسم مصدر ہے۔

یہ وہ مہینہ ہے کہ گناہوں کی تپش کو ٹھنڈا کرنے کے لئے آتا ہے، گویا رمضان کا لفظ اپنا معنی خود بتا رہا ہے کہ لوگوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیے، ان گناہوں کی شدت سے آگ جل رہی تھی اور رمضان المبارک کا مہینہ اس آگ کی شدت کو ختم کرنے کے لئے بھیجا گیا ہے۔

روزہ کا لغوی اور اصطلاحی مطلب:

روزہ کو عربی میں صوم کہتے ہیں، اس کا لغوی معنیٰ ہے رک جانا، ٹھہر جانا۔

☆ جب بی بی مریم نے بولنا بند کیا تو قوم نے کہا کہ آپ بات کریں تو انہوں نے اشارہ سے کہا:

اِنِّیۡ نَذَرۡتُ لِلرَّحۡمٰنِ صَوۡمًا (مریم:۲۶)

(بے شک میں نے رحمٰن کے لئے روزہ مان لیا ہے)

ان کا یہ صوم کھانے پینے سے رکنا نہیں تھا، بلکہ اس کا مطلب بولنے سے رک جانا تھا۔

☆ اسی طرح اگر کوئی گھوڑا چلتے چلتے رک جائے اور تھکاوٹ کی وجہ سے نہ چلے تو عربی میں اس کو صائم کہتے ہیں۔

☆ عرب لوگ اپنے گھوڑوں کو جہاد کے لئے تیار کیا کرتے تھے، چونکہ جہاد کے وقت ان کے لئے چارہ اوردانہ پانی میسر نہیں ہوسکتا تھا، اس لئے وہ ان کو گرمی کے موسم میں یہ چیزیں نہیں دیتے تھے تاکہ ان کی مشق ہوسکے، جن گھوڑوں کو تربیت کی خاطر بھوکا پیاسا رکھا جاتا ہے، ان کو عربی میں صائم کہتے ہیں۔

شرعی اصطلاح میں طلوع صبح صادق سے لے کر غروب آفتاب تک کھانے اور جماع سے پرہیز کرنے کو روزہ کہتے ہیں۔

حافظ ابن حجرؒ نے روزہ کی تعریف یہ لکھی ہے۔

وَفِی الشَّرْعِ اِمْسَاكٌ مَخْصُوْصٌ فِیْ زَمَنٍ مَخْصُوْصٍ عَنْ شَیْئٍ مَخْصُوْصٍ بِشَرَائِطٍ مَخْصُوْصَةٍ۔

(مخصوص وقت میں مخصوص شرائط کے ساتھ مخصوص چیزوں سے رکنے کا نام روزہ ہے۔

روزہ کی نیت کرنے کا وقت:

روزہ کے لئے نیت کا ہونا شرط ہے، اگر کوئی آدمی بغیر نیت کے بھوکا پیاسا رہے گا تو اس کو کوئی اجر نہیں ملے گا، چونکہ مؤمن کی نیت یہ ہوتی ہے کہ میں نے رمضان کے روزے رکھنے ہیں، اس لئے وہ نیت سارے رمضان کے لئے کافی ہوتی ہے، علماء نے لکھا ہے کہ روزے کی نیت کرنے کا بہترین وقت وہ ہے جب پہلے روزے کو افطار کیا جائے، تو اسی وقت اگلے روزے کی نیت کرلی جائے، یعنی اسی وقت دل میں یہ نیت کرلی جائے کہ میں نے کل کا روزہ رکھنا ہے، اس کا مطلب یہ بھی نہیں کہ رات کو کھانا پینا بند ہو جائے گا، نہیں، بلکہ سحری تک کھا پی سکتا ہے۔

امام جعفر صادقؒ کی تحقیق:

یہ وہ مہینہ ہے جس کی پہلی رات میں جنت کے دروازوں کو کھول دیتے ہیں۔

قزوینی کی کتاب عجائب المخلوقات میں ایک عجیب بات لکھی ہے کہ امام جعفر صادقؒ فرماتے تھے کہ ہر رمضان المبارک کا جو پانچواں دن ہوتا ہے وہ آنے والا رمضان المبارک کا پہلا دن ہوتا ہے، انہوں نے یہ ایک قانون بتا دیا، وہ فرماتے ہیں کہ اس بات کو پچاس سال تک ہر رمضان المبارک میں دیکھا گیا اور اسے ٹھیک پایا، آج دنیا سائنس دان بنتی پھرتی ہے، دیکھیں ہمارے مشائخ نے کیسی کیسی باتیں بتا دیں آپ بھی اس چیز کو آزما کر دیکھ لیجئے کہ اس رمضان المبارک کا پانچواں دن تھا وہی آئندہ رمضان المبارک کا پہلا دن ہوگا۔

رمضان المبارک پانے کے لئے مسنون دعا:

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام دعا فرماتے تھے۔

اَللّٰھُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْ رَجَبَ وَشَعْبَانَ وَبَلِّغْنَا اِلیٰ رَمْضَانَ

(اے اللہ! رجب اور شعبان میں ہمیں برکت عطا فرما اور ہمیں رمضان المبارک تک پہنچا)

آج بہت کم دوست ایسے ہیں جو رمضان المبارک سے ایک دو مہینے پہلے یہ دعا مانگنا شروع کر دیں، آپ ذرا اپنے دل سے پوچھئے کہ کتنے لوگوں نے یہ دعا مانگی تھی، افسوس کہ نبی علیہ السلام کی یہ سنت ختم ہوتی جارہی ہے۔

رمضان المبارک کے لئے اتنا اہتمام:

ابن الفضلؒ مشہور تابعی ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ ہمارے ہاں رمضان المبارک کا اتنا اہتمام ہوتا تھا کہ:

كَانُوْ يَدْعُوْنَ اللّٰهَ سِتَّةَ اَشْهُرٍ اَنْ يُّبَلِّغَهُمْ رَمَضَانَ ثُمَّ يَدْعُوْنَهُ سِتَّةَ اَشْهُرٍ اَنْ يَّتَقَبَّلَهُ مِنْهُمْ۔

(ہم چھ مہینے اللہ رب العزت سے دعا مانگتے تھے کہ وہ ہمیں رمضان تک پہنچا دے اور جب رمضان المبارک گزر جاتا تھا تو بقیہ چھ مہینے دعا کرتے تھے کہ اے اللہ! ہم سے رمضان کو قبول فرمالے)

پورے سال کا قلب:

حدیث پاک میں ہے کہ رمضان پورے سال کا قلب ہے، اگر یہ درست رہا تو پورا سال درست رہا، اسی لئے امام ربانی حضرت مولانا مجدد الف ثانیؒ اپنے مکتوبات میں فرماتے ہیں کہ رمضان المبارک کے مہینے میں اتنی برکت کا نزول ہوتا ہے کہ بقیہ پورے سال کی برکتوں کو رمضان المبارک کی برکتوں کے ساتھ وہ نسبت بھی نہیں جو قطرے کو سمندر کے ساتھ ہوتی ہے۔

قبولیت دعا کا اشارہ:

حضرت ابوسعید خدریؓ کی روایت ہے:

اِنَّ لِلّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى عُتَقَاءَ فِىْ كُلِّ يَوْمٍ وَّ لَيْلَةٍ يَعْنِىْ فِىْ رَمَضَانَ وَاِنَّ لِكُلِّ مُسْلِمٍ فِىْ كُلِّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ دَعْوَةٌ مُّسْتَجَابَةٌ۔

اللہ رب العزت رمضان المبارک کے ہر دن اور ہر رات میں جہنم سے جہنمیوں کو بری کرتے ہیں اور رمضان المبارک کے ہر دن اور ہر رات میں اللہ رب العزت ہر مؤمن کی کوئی نہ کوئی دعا قبول فرمالیتے ہیں۔

اب یہ ہم پر منحصر ہے کہ ہم اللہ رب العزت سے کتنا مانگتے ہیں، قبولیت کا اشارہ دے دیا گیا ہے، ہمیشہ مانگنے والے کو اپنے دامن کو چھوٹے ہونے کا شکوہ رہا ہے، مگر دینے

والے کے خزانے بہت بڑے ہیں۔

ٹوٹے رشتے وہ جوڑ دیتا ہے
بات رب پہ جو چھوڑ دیتا ہے
اس کے لطف وکرم کے کیا کہنے
لاکھ مانگو کروڑ دیتا ہے

یہ تو مانگنے والے پر منحصر ہے، جیسی فریاد کرے گا ویسا ہی انعام ملے گا، اللہ کے بندو! دنیادار لوگ بھی فقیروں کے بھیس کا لحاظ رکھتے ہیں، اگر رمضان المبارک میں کوئی بندہ نیکوں کا بھیس بنا کر اللہ سے مانگے گا تو اللہ تعالیٰ کیوں لحاظ نہیں فرمائیں گے۔

عبادت کا مہینہ:

ابن ماجہ کی روایت ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

اِنَّ هٰذَا الشَّهْرَ قَدْ حَضَرَكُمْ وَفِيْهِ لَيْلَةٌ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ مَنْ حُرِمَهَا فَقَدْ حُرِمَ الْخَيْرَ كُلَّهُ وَلَا يُحْرَمُ خَيْرَهَا اِلَّا مَحْرُوْمٌ

(یقیناً یہ (رمضان المبارک) کا مہینہ تمہارے پاس آچکا ہے، اس مہینے میں ایک رات ہے جو ہزار مہینوں کی عبادت سے افضل ہے اور جو بندہ اس کی خیر سے محروم ہوا وہ ساری ہی خیر سے محروم ہوا اور اسکی خیر سے وہی بندہ محروم ہوتا ہے جو حقیقت میں محروم ہوتا ہے)

ایک مرتبہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

اَتَاكُمْ رَمَضَانُ شَهْرُ بَرَكَةٍ يَغْشَاكُمُ اللّٰهُ فِيْهِ فَيُنْزِلَ الرَّحْمَةَ وَيَحُطُّ الْخَطَايَا وَيَسْتَجِيْبُ فِيْهِ الدُّعَاءَ يَنْظُرُ اللّٰهُ تَعَالٰى اِلٰى تَنَافُسِكُمْ فِيْهِ (رواہ الطبرانی)

(رمضان تمہارے اوپر آگیا ہے جو برکت والا مہینہ ہے، اس میں اللہ رب العزت تمہاری طرف متوجہ ہوتے ہیں اور تم پر رحمتیں نازل فرماتے ہیں، تمہاری خطاؤں کو معاف کرتے ہیں، دعاؤں کو قبول فرماتے ہیں اور اس میں تمہارے تنافس کو دیکھتے ہیں)

تنافس کہتے ہیں نیکی میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کو، اس لئے ہر بندہ یہ کوشش کرے کہ میں زیادہ عبادت کرنے والا بن جاؤں، جیسے کلاس میں امتحان ہوتا ہے تو ہر بچے کی کوشش ہوتی ہے کہ میں فرسٹ آجاؤں اسی طرح رمضان المبارک میں ہماری کوشش یہ ہو کہ ہم زیادہ عبادت کرنے والے بن جائیں۔

عبادت کا مفہوم:

ایک صحابیؓ نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عرض کیا کہ اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! میرا دل چاہتا ہے کہ میں سب سے زیادہ عبادت گزار انسان بن جاؤں، نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ تو اپنے جسم سے گناہ کرنا چھوڑ دے تو انسانوں میں سب سے زیادہ عبادت گزار بن جائے گا، لمبی لمبی نفلیں پڑھنے کا فائدہ تب ہی ہوگا جب اپنے من کو صاف کریں گے، یہ نہ ہو کہ اوپر سے لا الہ اور اندر سے کالی بلا، تسبیح بھی پڑھتے ہیں اور جھوٹ بھی نہیں چھوڑتے اور لوگوں کے دلوں کو تکلیف بھی پہنچاتے رہتے ہیں، کسی ذرا سی بات پہ دماغ گرم ہوتا ہے تو گھر کے اندر تہلکہ مچا دیتے ہیں، حالانکہ یہ صوفی صافی بنے پھرتے ہیں، یاد رکھیں کہ عبادت صرف لمبی لمبی نفلیں پڑھنے اور تسبیح پھیرنے کا نام ہی نہیں ہے، بلکہ اپنے جسم سے گناہوں کو چھوڑ دینے کا دوسرا نام عبادت ہے، ایسا بندہ اللہ رب العزت کو بڑا محبوب ہوتا ہے۔

روزہ داروں کا اکرام:

امام بخاریؒ نے ایک حدیث بیان کی ہے، وہ فرماتے ہیں:

اِنَّ فِی الْجَنَّۃِ بَابٌ یُقَالُ لَہٗ رَیَّان یَدْخُلُ مِنْہُ الصَّائِمُوْنَ لَا یَدْخُلُ مِنْہُ

اَحَدٌ غَیْرُھُمْ، یُقَالُ اَیْنَ الصَّائِمُوْنَ؟ فَیَقُوْمُوْنَ لَا یَدْخُلُ مِنْہُ اَحَدٌ غَیْرُھُمْ وَاِذَا دَخَلُوْا اُغْلِقَ وَلَمْ یَدْخُلْ مِنْہُ اَحَداً۔

(جنت کا ایک دروازہ ہے جس کا نام ریان ہے، قیامت کے دن اس میں سے روزہ دار گزریں گے، ان کے سوا کوئی بندہ اس دروازے میں سے نہیں گزر سکتا، آواز دی جائے گی کہ روزہ رکھنے والے کہاں ہیں؟ روزہ دار کھڑے ہو جائیں گے، ان کے سوا کوئی اس میں سے داخل نہیں ہو سکے گا، اور جب وہ داخل ہو جائیں گے، تو وہ دروازہ بند کر دیا جائیگا)

بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ جب لوگ اس دروازے میں سے داخل ہوں گے تو فرشتے ان کو یہ آیت پڑھ کر سنائیں گے۔

کُلُوْا وَاشْرَبُوْا ھَنِیْئاً بِمَا اَسْلَفْتُمْ فِی الْاَیَّامِ الْخَالِیَۃِ (الحاقۃ:۲۴)

(تم کھاؤ پیو، یہ بدلہ ہے ان ایام کا جو تم نے اللہ کی عبادت میں گزارے تھے)

مقصد یہ ہے کہ رمضان میں تم بھوکے پیاسے رہتے تھے، اب تم اس دروازہ میں سے داخل ہوئے ہو، اب تمہیں اللہ کی نعمتیں ملیں گی، لہذا تم ان نعمتوں کو کھاؤ اور پیو۔

ایک خفیہ معاہدہ:

روزہ اللہ تعالیٰ اور اس کے بندے کے درمیان ایک خفیہ معاہدہ ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اَلصَّوْمُ لِیْ وَاَنَا اَجْزِیْ بِہٖ۔

(روزہ میرے لئے ہے اور اس کا بدلہ بھی میرے ذمہ ہے)

چنانچہ باقی ہر قسم کی عبادت کا ثواب فرشتے لکھتے ہیں، مگر روزہ کے بارے میں فرشتے یہ لکھتے ہیں کہ اس نے روزہ رکھا، اس کا اجر اور بدلہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ دیں گے۔

اس میں ایک نکتہ ہے، اس کو خوب سمجھ لیں کہ ہر دینے والا اپنے مقام کے مطابق دیتا ہے، فرض کریں کہ اگر کوئی سائل آ کر مجھ سے مانگے تو میں اپنی حیثیت کے مطابق اسے ایک روپیہ دے دوں گا، اور اگر وہی آدمی ملک کے کسی امیر آدمی سے مانگے تو وہ ایک روپیہ دیتے ہوئے شرمائے گا، ہوسکتا ہے کہ وہ اسے ایک ہزار روپیہ دے دے اور اگر وہی آدمی سعودی عرب کے بادشاہ سے جا کر مانگے تو وہ ایک ہزار بھی دیتے ہوئے شرمائے گا، وہ اسے ایک لاکھ روپیہ دے گا، بلکہ ہم نے سنا ہے کہ وہاں کروڑوں چلتے ہیں، اس سے کم کی بات ہی نہیں ہوتی، جب دنیا کے بڑے لوگ اپنے مقام اور حیثیت کے مطابق دیتے ہیں تو یہاں سے یہ سمجھ لینی چاہئے کہ قیامت کے دن جب روزے کی عبادت کا اجر اللہ تعالیٰ دیں گے تو وہ بھی اپنی شان کے مطابق عطا فرمائیں گے، بعض محدثین فرماتے ہیں کہ حدیث پاک کے الفاظ تو یہی ہیں، مگر اعراب میں فرق ہے، وہ فرماتے ہیں کہ حدیث پاک میں ہے۔

اَلصَّوْمُ لِیْ وَاَنَا اُجْزیٰ بِهٖ۔

(روزہ میرے لئے اور روزہ کا بدلہ بھی میں خود ہوں)

یعنی قیامت کے دن اللہ تعالیٰ روزہ کے بدلے اپنے دیدار عطا فرمائیں گے۔

❁ بے مثال اور بے ریا عبادت:

حدیث پاک میں آیا ہے:

عَلَیْکَ بِالصَّوْمِ فَاِنَّهٗ لَا مِثْلَ لَهٗ۔

(تمہارے اوپر روزہ لازم ہے، کیوں کہ اس کی کوئی مثل نہیں)

لہذا روزہ کے بارے میں دو باتیں ذہن نشین کر لیں، ایک تو یہ کہ یہ ایک بے مثال عبادت ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ یہ ایک بے ریا عبادت ہے، روزہ میں ریا ہوتی ہی نہیں، آپ پوچھیں گے، وہ کیسے؟ وہ اس طرح کہ روزہ دار آدمی جب وضو کرتا ہے تو اس وقت کلی کرنے کے لئے منہ میں پانی ڈالتا ہے، اب اگر وہ آدھا پانی اندر لے جائے اور آدھا

باہر نکال دے تو کسی کو کیا پتہ چلے گا، پیاس ہونے کے باوجود جب وہ منہ میں گئے ہوئے پانی کو نکال دیتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ اللہ رب العزت کے لئے روزہ رکھ رہا ہوتا ہے، ورنہ مخلوق کو کیا پتہ، اس لئے روزہ میں ریا نہیں ہے، اور چونکہ روزہ میں ریا نہیں ہوتی، اس لئے اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا کہ اس کا بدلہ بھی میں خود ہوں۔

روزہ ڈھال ہے:

ایک حدیث پاک میں فرمایا گیا:

اَلصَّوْمُ جُنَّةٌ (روزہ ڈھال ہے)

روزہ تین چیزوں سے ڈھال ہے۔

(۱) نفس اور شیطان کے مکروفریب سے ڈھال ہے، لہذا جس انسان کو خواہشات نفسانیہ تنگ کریں روزہ اس کے لئے تیر بہدف علاج ہے، جو وساوس شیطانیہ میں ہر وقت گرفتار رہتا ہو، وہ ذرا بھوکا رہ کر دیکھے، جوانی کا نشہ ہرن ہو جائے گا۔

(۲) دنیاوی پریشانیوں اور مصائب سے ڈھال ہے، اس لئے جو انسان کثرت کے ساتھ روزہ رکھنے والا ہوگا اللہ تعالیٰ اس کو دنیا کے مصائب اور پریشانیوں سے محفوظ فرمادیں گے۔

(۳) قیامت کے دن دوزخ کے عذاب سے ڈھال ہوگا۔

روزہ اور قرآن کی شفاعت:

حدیث پاک میں آیا ہے:

اَلصِّيَامُ وَالْقُرْآنُ يَشْفَعَانِ لِلْعَبْدِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ

روزہ قیامت کے دن اللہ رب العزت کے سامنے یہ شفاعت کرے گا کہ اے اللہ! اس بندے کو اپنی رضا عطا فرمادیجئے، اور قرآن مجید بھی شفاعت کرے گا کہ اے اللہ! یہ

بندہ میری تلاوت کرتا تھا، اس لئے اس سے عذاب کو ہٹا دیجئے اور اس کو جنت عطا فرما دیجئے۔

اعمال میں جمعیت حاصل کرنے کا سنہری موقع:

حضرت مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں کہ رمضان المبارک انسان کے آنے والے سال کا ایک نمونہ ہوتا ہے، اس لئے جس بندے نے جمعیت کے ساتھ رمضان المبارک گزارا اس کا آنے والا سال بھی جمعیت کے ساتھ گزرے گا اور جس کا رمضان المبارک تفرقہ کے ساتھ گزرا اس کا آنے والا سال بھی تفرقہ کے ساتھ گزرے گا، اس کی مثال یوں سمجھئے کہ جو آدمی چاہتا ہے کہ مجھے تہجد کی پابندی نصیب ہو وہ رمضان المبارک میں پورا مہینہ تہجد کی پابندی کرلے، آنے والے سال میں اللہ رب العزت اپنی مدد فرمائیں گے اور اس کو تہجد کا دوام عطا فرما دیں گے، اگر کسی کو یہ شکوہ ہے کہ میری آنکھ میرے قابو میں نہیں ہے تو وہ تجربہ کر کے دیکھ لے، وہ پورا رمضان المبارک اپنی نظروں کی حفاظت کرلے تو اللہ رب العزت اسے آئندہ پورے سال میں نگاہوں پر کنٹرول عطا فرما دیں گے، اسی طرح جو آدمی جھوٹ سے نہیں بچ سکتا وہ پورے رمضان المبارک میں جھوٹ سے بچے، اللہ رب العزت اسے آنے والے سال میں جھوٹ سے محفوظ فرما دیں گے۔

گویا جس طرح اپنا رمضان المبارک گزاریں گے، ہمارا آنے والا سال اسی طرح گزرے گا، پورا رمضان المبارک باقاعدگی سے تلاوت کریں اللہ تعالیٰ آنے والے سال میں باقاعدگی سے تلاوت کرنے کی توفیق عطا فرما دیں گے۔

اعتکاف کا لغوی واصطلاحی معنیٰ:

اعتکاف عُکُوف سے نکلا ہے، اور عکوف کا معنیٰ ہے جم جانا، بیٹھ جانا، شرعی اصطلاح میں رمضان المبارک کے آخری دس دن سنت کی نیت کے ساتھ مسجد کے اندر اپنے

آپ کو پابند کر لینا اعتکاف کہلاتا ہے، البتہ اس دوران انسان اپنی حوائج ضروریہ (وضو وغیرہ) کے لئے مسجد سے باہر جا سکتا ہے۔

اعتکاف کا اصل مقصد:

اعتکاف کا اصل مقصد اللہ رب العزت کے در کی چوکھٹ کو پکڑ کر بیٹھ جانا ہے، آپ جانتے ہیں کہ جو سخی لوگ ہوتے ہیں ان کا دروازہ بند ہوتا ہے، تو فقیر لوگ وہاں ڈیرہ لگا لیتے ہیں، ان کو پتہ ہوتا ہے کہ یہ دروازہ بند نہیں رہ سکتا، یہ ضرور کھلے گا اور جب کھلے گا اور میں سامنے ہوں گا تو مجھے ضرور ملے گا، اسی طرح معتکف بھی اللہ رب العزت کی رحمت کے دروازے کے سامنے امید لگا کر بیٹھ جاتا ہے، ان راتوں میں شب قدر تلاش کرنی ہوتی ہے، آپ یہ نیت کریں کہ ہم ان دس دنوں میں اللہ رب العزت کی محبت، اس کا قرب اور اسکی رضا حاصل کرنے کے لئے یہاں آئے ہیں۔

عشرہ اخیر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مجاہدہ:

سیدہ عائشہؓ فرماتی ہیں:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَجْتَهِدُ فِي الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مَا لاَ يَجْتَهِدُ فِيْ غَيْرِهٖ (مسلم)

(نبی علیہ السلام رمضان المبارک کے آخری عشرے میں اتنا مجاہدہ فرمایا کرتے تھے کہ اتنا مجاہدہ سال کے دوسرے حصوں میں نہیں کرتے تھے)

بخاری شریف کی روایت ہے:

كَانَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم اِذَا دَخَلَ الْعَشْرُ الْاَوَاخِرُ شَدَّ مِيْزَرَهٗ وَاَحْيٰى لَيْلَهٗ وَاَيْقَظَ اَهْلَهٗ۔

(ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ جب آخری عشرہ داخل ہوتا

تھا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ازار کو کس کر باندھ لیتے تھے، راتوں کو جاگ کر گزار دیتے تھے اور راتوں میں اپنے اہل خانہ کو بھی جگاتے تھے)

لیلۃ القدر کی فضیلت:

یہ سب کچھ تعلیم امت کے لئے تھا، اسی لئے حدیث پاک میں آیا ہے:

مَنْ قَامَ لَیْلَةَ الْقَدْرِ اِیْمَاناً وَّاِحْتِسَاباً غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ۔

(بخاری ومسلم)

(جو شخص لیلۃ القدر میں ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے (عبادت کے لئے) کھڑا ہو، اس کے پچھلے تمام گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں)

اس میں ایک نکتہ ہے کہ جو آدمی یہ چاہے کہ اللہ رب العزت مجھے معاف کر دے، اس کو چاہئے کہ اپنے دل سے وہ سب لوگوں کے بارے میں غصہ نکال دے، وہ اپنے سینے کو بے کینہ کر لے، سب کو اللہ کے لئے معاف کر دے، یہ وہ موتی اور ہیرا ہے جو اللہ والوں کی محفلوں سے اس عاجز نے پایا ہے، جو آدمی ان آخری راتوں میں جاگ کر عبادت کرے اور اپنے سینے سے سب کے بارے میں غصہ نکال دے تو روز محشر اللہ رب العزت اسی کو بہانہ بنا کر معاف فرمادیں گے۔

زندگی کے بہترین لمحات:

اس لئے یہ وقت آپ کی زندگی کے بڑے ہی قیمتی اوقات میں سے ایک ہے، اس وقت کو غنیمت سمجھتے ہوئے آپ اپنے لمحات کو ذکر، عبادت اور تلاوت میں صرف کیجئے، مسجد میں رہ کر دنیا کی باتیں کرنا ویسے ہی ممنوع ہے، اس لئے اعتکاف کی حالت میں بہت زیادہ پرہیز کیجئے، وقت کو ایسے گزاریں کہ ہر بندے کو اپنی فکر لگی ہوئی ہو، یہ نہ ہو کہ لوگ عبادت کر رہے ہوں تو میں بھی عبادت کروں اور جب لوگ سو جائیں تو میں بھی سو جاؤں، نہیں بلکہ ہر

ایک کا ایک ظرف ہے اور ہر ایک کی اپنی ہمت ہے، اس میں خوب ہمت لگائیں، البتہ جو اجتماعی اعمال ہیں، مثلاً جب بیان یا تعلیم کا وقت ہو اس میں پابندی کرنا ضروری ہوگا، اس سلسلہ میں ہم نے ایک نظام الاوقات بنا دیا ہے، انشاء اللہ اس محفل کے آخر میں وہ نظام الاوقات تقسیم کر دیا جائے گا، آپ اس کو اپنے پاس رکھیں اور اس کے مطابق وقت کی پابندی کریں، یہ نہ ہو کہ جب بیان کا وقت ہو اس وقت آپ سو جائیں اور جب سونے کا وقت ہو اس وقت آپ تبادلۂ خیالات فرمائیں، اگر آپ اس نظام الاوقات کی ترتیب سے چلیں گے تو فائدہ ہوگا، اتنی بات عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ آپ آج اپنے دلوں کی کیفیت دیکھ لیجئے، اگر زندگی رہی تو جب اعتکاف سے اٹھ کر جانے لگیں تو اس وقت بھی آپ دل کی کیفیت کو دیکھ لیجئے گا، یہ ہمارے مشائخ کی نسبت کوئی کچی چیز نہیں ہے، بلکہ ایک پکی ٹھوس چیز ہے، ان دس دنوں میں آپ کو اپنے دل کی حالت میں واضح تبدیلی نظر آئے گی، آپ یوں محسوس کریں گے کہ جیسے آدمی کسی دوسرے جہان میں چلا گیا تھا اور بہت عرصہ کے بعد دوبارہ اس دنیا میں واپس آیا ہے، اللہ والوں کی صحبت کی یہ تاثیر ہوتی ہے، کہ دلوں سے دنیا کی محبت نکال دیتے ہیں اور اللہ رب العزت کی محبت دلوں میں بھر دیتے ہیں، آپ آداب کے ساتھ یہ وقت گزاریئے گا، سادہ سی باتیں ہوں گی...... ہم نے کوئی زمین وآسمان کے قلابے نہیں ملانے، کوئی انوکھے مضامین بیان نہیں کرنے، مقصد فقط یہ ہے کہ اپنا وقت بھی اللہ رب العزت کی رضا کے لئے گزر جائے اور آپ کا یہاں آنا بھی قیمتی بن جائے۔

❁ رمضان المبارک کمانے والے خوش نصیب:

آج بھی ایسے لوگ موجود ہیں جو خوب عبادت کرتے ہیں:

☆ ایک جوان العمر عالم ہیں، ان کی داڑھی کے سب بال سیاہ ہیں، ان کا اس عاجز سے بیعت کا تعلق ہے، وہ پچھلے رمضان المبارک کے بعد فرمانے لگے، حضرت! الحمد للہ اللہ کی توفیق سے یہ رمضان المبارک ایسا گزرا کہ میں نے ہر دن میں ایک قرآن مجید کی

تلاوت مکمل کی، گویا تیس دنوں میں تیس قرآن مجید مکمل کئے۔

☆ ایک صاحب نے لکھا کہ حضرت! اس رمضان المبارک میں روزانہ دس ہزار مرتبہ کلمہ طیبہ پڑھنے کی توفیق نصیب ہوئی۔

اگر لوگوں کے معمولات آپ حضرات کو بتانے لگوں، جو وہ خطوط لکھ کر بتاتے ہیں تو آپ محسوس کریں گے کہ ہم تو کچھ کر ہی نہیں رہے، یہ لوگ اس وقت بھی اسی دنیا میں ہیں، ان کے لئے بھی دن چوبیس گھنٹے کا ہے، ان کے بیوی بچے بھی ہیں، کاروبار بھی ہیں، ضروریات بھی ہیں، بیماریاں بھی ہیں، لیکن اس کے باوجود وہ رمضان المبارک کماتے ہیں، ہم اگر پچھلے بیس دنوں میں کچھ نہیں کر سکے تو کوئی بات نہیں، اب اللہ رب العزت نے جو دس دن عطا فرمائے ہیں، ان دس دنوں کو قیمتی بنانے کی کوشش کیجئے گا، جو دوست احباب اپنے کاروبار یا ملازمت یا کسی وجہ سے سنت میں اعتکاف نہیں بیٹھ سکے ان کو چاہئے کہ وہ نفلی اعتکاف کی نیت سے مسجد میں رہیں، یہیں سے وہ کپڑا بدل کر دفتر جائیں اور وہاں سے سیدھے مسجد میں آجائیں، اس طرح ان برکتوں سے ان کو بھی حصہ مل جائے گا۔

رمضان کے ادب پر مجوسی کو جنت نصیب:

آپ دل میں رمضان المبارک کا احترام رکھیں، اللہ رب العزت کو رمضان المبارک کا احترام بہت پسند ہے، ''نزہۃ المجالس'' میں ایک واقعہ لکھا ہے کہ ایک مجوسی تھا، یہ وہ وقت تھا جب مسلمان غالب تھے، مگر کفار ان کے درمیان رہتے تھے، ایک مرتبہ مجوسی کے بیٹے نے رمضان المبارک کے دنوں میں کھانا کھایا، جب اس نے کھلے عام کھانا کھایا تو اس مجوسی کو بہت غصہ آیا، اس نے بیٹے کو ڈانٹ ڈپٹ کی کہ تجھے حیا نہیں آتی کہ یہ مسلمانوں کا مقدس مہینہ ہے، وہ دن میں روزہ رکھتے ہیں اور تو دن میں اس طرح کھلے عام کھا رہا ہے، خیر بات آئی گئی ہوگئی۔

اس مجوسی کے پڑوس میں ایک بزرگ رہتے تھے، جب اس مجوسی کا انتقال ہو گیا تو ان بزرگ نے اس کو خواب میں دیکھا کہ وہ مجوسی جنت کی بہاروں میں ہے، وہ بڑے حیران ہوئے، اس سے پوچھنے لگے کہ آپ تو مجوسی تھے اور میں آپ کو جنت میں دیکھ رہا ہوں، وہ جواب میں کہنے لگا کہ ایک مرتبہ میرے بیٹے نے رمضان المبارک میں کھلے عام کھانا کھایا تھا اور میں نے رمضان المبارک کے ادب کی وجہ سے اس کو ڈانٹا تھا، اللہ تعالیٰ کو میرا یہ عمل اتنا پسند آیا کہ موت کے وقت مجھے کلمہ پڑھنے کی توفیق نصیب فرمادی، اس طرح مجھے اسلام پر موت آئی اور اب میں جنت میں مزے لے رہا ہوں۔

سوچنے کی بات ہے کہ جو بندہ ادب کی وجہ سے بچے کو تنبیہ کرتا ہے، اللہ تعالیٰ کو اس کا یہ عمل بھی پسند آجاتا ہے، تو جو بندہ اس کا حقیقی معنوں میں ادب کرے گا اور اس میں اعمال کو اسی طرح اپنائے گا جیسے اپنانے کا حق ہے تو اللہ رب العزت اس پر کیوں نہیں مہربانی فرمائیں گے، لہٰذا ان دس راتوں کو زندگی کی قیمتی راتیں سمجھیں اور یوں سوچیں کہ اللہ رب العزت نے ہمیں اپنے گھر میں لا کر بٹھا دیا ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں کچھ دینا چاہتے ہیں، اس لئے ہم مانگیں جو مانگنا چاہتے ہیں۔

نیکیوں کی چیک بک:

آپ رمضان المبارک کی مثال یوں سمجھیں جیسے بینک کی چیک بک ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ نے گویا ہمیں تین چیک والی چیک بک دی ہے کہ تم اس کے اندر جتنی چاہو رقم لکھ لو، وہ تمہارے لئے آخرت میں جمع ہوتی جائے گی، کچھ لوگ ایسے ہیں جنہوں نے خالی چیک بھیج دیئے اور بعضوں نے کچھ بھی نہیں لکھا، ان کے دن ایسے ہی گئے اور کئی ایسے ہوں گے جو ایک لاکھ لکھیں گے، کئی ایک ملین لکھیں گے، کئی بلین لکھیں گے، ہر کوئی اپنی پسند اور نصیب کے مطابق لکھے گا، ہمارے بیس چیک جماع ہو چکے ہیں اور دس چیک باقی ہیں، ان چیکوں پر لکھنا

ہمارا کام ہے، جتنی رقم لکھیں گے، آخرت کے خزانے میں اتنی ہی نیکیاں جمع ہوتی جائیں گی، اس لئے ان دنوں اور راتوں کو خوب عبادت میں گزاریئے، دل میں یہ نیت رکھیے کہ اے اللہ! میں آپ سے آپ ہی کو چاہتا ہوں اس لئے میں آپ کے گھر میں آکر بیٹھا ہوں، جب آپ یوں نیت کرلیں گے تو اللہ تعالیٰ آسانی فرمادیں گے، اللہ تعالیٰ بڑے قدردان ہیں، جب انسان سچے دل کے ساتھ اس کی چوکھٹ پر پڑ جاتا ہے، تو اللہ تعالیٰ ضرور رحمت کا معاملہ فرماتے ہیں، حضرت علی المرتضیٰؓ کا قول ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عذاب دینا ہوتا تو وہ اس امت کو سورۂ اخلاص اور رمضان المبارک کا مہینہ عطا نہ فرماتے۔

رمضان المبارک اور حضرت یوسف علیہ السلام کی باہمی نسبت:

ہمارے مشائخ نے فرمایا ہے رمضان المبارک کو باقی مہینوں کے ساتھ وہ نسبت ہے جو حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنے بھائیوں سے تھی، حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹے تھے، ان میں سے ایک حضرت یوسف علیہ السلام تھے، اور ایک یوسف علیہ السلام کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے باقی گیارہ بیٹوں کی غلطی اور جرم کو معاف فرمادیا تھا، ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ سال کے بارہ مہینے ہیں، اس میں رمضان المبارک کا مہینہ حضرت یوسف علیہ السلام کی مانند ہے، اس ایک مہینے کی برکت سے اللہ تعالیٰ گیارہ مہینوں کے گناہ معاف فرمادیتے ہیں۔

مجالس اعتکاف کا مقصد:

آپ کی خدمت میں مختلف مجالس میں تربیت کے عنوان پر کچھ باتیں پیش کی جاتی رہیں گی، ان کا مرکزی خیال تربیت ہوگا، سارے مضامین اس طرح کے ہوں گے کہ انسان میں نیکی کا شوق آئے گا، اخلاق اچھے پیدا ہوں گے، انسان گناہوں سے باز آئے گا اور آخرت کی خاطر رجوع نصیب ہوگا، آپ طلب لے کر بیٹھے، اللہ تعالیٰ ہمارا یہاں آنا اور بیٹھنا

قبول فرمائیں گے اور ہم عاجز مسکینوں پر ترس فرمادیں گے۔

عید یا وعید:

رمضان المبارک کے بعد یا تو ہمارے لئے عید ہوگی یا پھر ہمارے لئے وعید ہوگی، دونوں میں سے ایک حال ضرور ہوگا، عید کے بارے میں تو آپ جانتے ہیں کہ خوشی کو کہتے ہیں اور وعید سزا کو کہتے ہیں، جن لوگوں کی رمضان المبارک میں مغفرت ہوگی ان کی اس رمضان کے بعد عید ہوگی اور جن کی رمضان میں مغفرت نہ ہوسکی اس کے لئے رمضان کے بعد وعید ہوگی، ایک مرتبہ عید قریب تھی، ایک بزرگ سے کسی نے پوچھا، حضرت! عید کب ہوگی؟ وہ فرمانے لگے، ''جب دید ہوگی تب عید ہوگی'' مطلب یہ ہے کہ جب محبوب کی دید ہوگی تب ہماری عید ہوگی، کیونکہ عاشق کا تو کام ہی یہی ہوتا ہے، اس کیلئے تو محبوب کا وصل ہی اصل عید ہوتی ہے، اس لئے آپ ان راتوں میں یہ دعا مانگئے کہ اے اللہ! ہمیں اپنا قرب عطا فرما تا کہ ہماری عید صحیح معنوں میں عید بن سکے۔

اجتماعی عمل کی فضیلت:

یہ ذہن میں رکھئے گا کہ جب کوئی کام اجماعی طور پر کیا جاتا ہے تو اس جماعت میں سے اگر کسی ایک کا بھی کوئی عمل قبول ہوجائے تو اللہ تعالیٰ اس ایک کی برکت سے سب کا عمل قبول فرمالیتے ہیں، اسی لئے فرض نماز کی جماعت کا یہ مسئلہ ہے کہ جتنے نماز پڑھنے والے ہوتے ہیں ان میں سے کسی ایک کی نماز قبول ہوجائے تو اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے سب کی نماز قبول فرمالیتے ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے یہ بعید ہے کہ سب لوگ اکٹھا کام کریں، ان میں سے ایک کا عمل تو وہ قبول کرلے اور دوسروں کو پیچھے ہٹادے، وہ فرماتے ہیں کہ جب سب نے مل کر کام کیا، ان میں سے ایک کا عمل قبولیت کے درجے تک پہنچ گیا تو چلو اس کی برکت سے سب کا عمل قبول کرلیتے ہیں، جب نماز اور حج اس طرح قبول ہوجاتی ہے تو

اعتکاف کا مسئلہ بھی اس طرح ہے، ہم سب یہاں مل کر بیٹھے ہیں، اب آخر اتنے بندوں میں سے کسی کی فریاد تو اللہ تعالیٰ کو پسند آئے گی، کسی کا رونا کسی کی تہجد، کسی کا سجدہ اور کسی کی توبہ تو اللہ تعالیٰ کے ہاں قبول ہوگی، جس کا بھی کوئی عمل قبول ہوگا اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ ہم عاجز، مسکینوں کے اعتکاف کو بھی قبول فرمالیں گے، اس لئے آپ حسن ظن کے ساتھ بیٹھئے گا کہ میں جو یہاں بیٹھا ہوں، بس مجھے اللہ نے کچھ نوازنے کے لئے یہاں پہنچادیا ہے، میرا کام ہے اس وقت کو عبادت کے ساتھ گزارنا اور اللہ رب العزت میرا یہ اعتکاف ضرور بالضرور قبول فرمائیں گے اور اسے میرے لئے آخرت میں نجات کا سبب بنائیں گے۔

اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ وہ ہمیں پابندی کے ساتھ ان مجالس میں بیٹھنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہماری اصلاح فرمادے، ہم سب جس مقصد کے لئے یہاں مل کر بیٹھے ہیں وہ یہ ہے کہ ہم سب اپنی اصلاح چاہتے ہیں، اسلئے دل میں اپنی اصلاح کی نیت کر لیجئے، کیونکہ انسان اللہ تعالیٰ سے جو امید لگاتا ہے اللہ تعالیٰ اس امید کو پورا فرمادیتے ہیں۔

دعا ہے کہ اللہ رب العزت اس اعتکاف کو ہماری اصلاح کا ذریعہ بنائے، ہمارے دلوں میں اپنی محبت پیدا فرمائے اور ان دس دنوں میں ہمیں لیلۃ القدر کی عبادت کا شرف نصیب فرما دے۔ (آمین ثم آمین)

(ماخوذ از خطبات ذوالفقار)

وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

اللہ اللہ اللہ

میں تو اس قابل نہیں

شکر ہے تیرا خدایا میں تو اس قابل نہ تھا
تو نے اپنے گھر بلایا میں تو اس قابل نہ تھا

اپنا دیوانہ بنایا میں تو اس قابل نہ تھا
گرد کعبہ کے پھرایا میں تو اس قابل نہ تھا

مدتوں کی پیاس کو سیراب تو نے کردیا
جام زمزم کا پلایا میں تو اس قابل نہ تھا

ڈال دی ٹھنڈک میرے سینے میں تو نے ساقیا
اپنے سینے سے لگایا میں تو اس قابل نہ تھا

بھا گیا میری زباں کو ذکر الا اللہ کا
یہ سبق کس نے پڑھایا میں تو اس قابل نہ تھا

خاص اپنے در کا رکھا تو نے اے مولا مجھے
یوں نہیں در در پھرایا میں تو اس قابل نہ تھا

میری کوتاہی کہ تیری یاد سے غافل رہا
پر نہیں تو نے بھلایا میں تو اس قابل نہ تھا

میں کہ تھا بے راہ تو نے دستگیری آپ کی
تو ہی مجھ کو رہ پہ لایا میں تو اس قابل نہ تھا

عہد جو روز ازل تجھ سے کیا تھا یاد ہے
عہد وہ کس نے نبھایا میں تو اس قابل نہ تھا

تیری رحمت تیری شفقت سے ہوا مجھ کو نصیب
گنبد خضرا کا سایا میں تو اس قابل نہ تھا

میں نے جو دیکھا سو دیکھا جلوہ گاہ قدس میں
میں نے جو پایا سو پایا میں تو اس قابل نہ تھا

بارگاہ سید کونین میں آکر نفیس
سوچتا ہوں کیسے آیا میں تو اس قابل نہ تھا

اللہ اللہ اللہ

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ

روزے اور تراویح کے جسمانی فوائد

از افادات

محبوب العلماء والصلحاء عارف باللہ

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی مدظلہ

اللہ اللہ اللہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اللہ اللہ اللہ

اقتباس

انسان جو کچھ کھاتا ہے وہ اس کے
بدن کی ضرورت ہوتی ہے۔ مگر انگریزی کا ایک
مقولہ ہے کہ Excess in everything is
bad (کسی چیز کی زیادتی ہمیشہ نقصان دہ ہوتی ہے)
اس مقولے کے پیشِ نظر اگر ہم کسی بھی مشین کو
اوورلوڈ کر دیں گے تو بریک ڈاؤن کے چانسز بڑھ جائیں گے۔ یہی
حال انسان کے معدے کا ہے۔ اس کو کھانے کی ایک مخصوص مقدار
فائدہ دیتی ہے، لیکن اگر اس میں زیادہ فیڈ کرنا شروع کر دیں گے تو
فائدے کی بجائے الٹا نقصان شروع ہو جائے گا۔ Over
eating (بسیار خوری) انسان کو صحت نہیں بلکہ بیماری
دیتی ہے۔

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی
مجددی زید مجدہ

روزے اور تراویح کے جسمانی فوائد

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلٰمٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى، اَمَّابَعْدُ!

فَاَعُوْذُبِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

يٰاَيُّهَاالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ

مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ. (البقرہ: ۱۸۳)

سبحٰن ربك رب العزة عمايصفون وسلام على المرسلين

والحمدللّٰه رب العٰلمين

اللّٰهم صل على سيدنامحمدوعلى آل سيدنامحمدوبارك وسلم

اللّٰهم صل على سيدنامحمدوعلى آل سيدنامحمد وبارك وسلم

اللّٰهم صل على سيدنامحمدوعلى آل سيدنامحمدوبارك وسلم

روزے کا مقصد:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

يٰاَيُّهَاالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ

لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ. (البقرہ: ۱۸۳)

[اے ایمان والو! تمہارے اوپر روزے فرض کئے گئے، جیسا کہ (یہ روزے) تم سے پہلوں پر فرض کئے گئے تھے، تا کہ تم پرہیزگار بن جاؤ]

اللہ رب العزت نے اس آیت میں ایمان والوں کو اپنی طرف متوجہ کرتے ہوئے یہ پیغام دیا کہ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ تم پر روزے فرض کئے گئے ہیں۔ کیوں فرض کئے گئے؟

[illegible] مقصد بھی بتا دیا، فرمایا ان روزوں میں تمہارا اپنا ہی فائدہ ہے۔ کیا؟

لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ [تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ] معلوم ہوا کہ جو یہ عبادت مؤمنین پر فرض کی گئی اس کا مقصد بھی مؤمنین کے اندر اچھی صفات کا پیدا کرنا ہے۔ لہٰذا روزے کی عبادت کے اندر اللہ تعالیٰ نے بے شمار فوائد رکھے ہیں۔ اس میں روحانی فائدے بھی ہیں، اخلاقی فائدے بھی ہیں، اور جسمانی فائدے بھی ہیں جس میں سے بعض فوائد آج آپ کے سامنے بیان کیے جائیں گے۔

روزہ اور روحانی ترقی:

روزے کا ایک بڑا فائدہ یہ ہے کہ انسان کو روحانی ترقی نصیب ہوتی ہے۔ انسان دراصل دو چیزوں سے مرکب ہے۔ ایک روح اور دوسرا جسم۔ روح ملکوتی صفات کی حامل ہے اور اس کی غذا عالم امر کے انوارات وتجلیات ہیں۔ جسم حیوانی صفات کا حامل ہے اور اس کی غذا، زمین کی مادی اشیاء ہیں۔ جس قدر ہم مادی غذائیں زیادہ استعمال کریں گے حیوانی صفات بڑھ جائیں گی۔ اور جس قدر مادی غذائیں کم کھائیں گے حیوانی صفات کم ہو کر ملکوتی یعنی فرشتوں جیسی صفات کا غلبہ ہوگا۔ کیونکہ فرشتے بھی نہ کھاتے ہیں، نہ پیتے ہیں، بلکہ انوارات ہی ان کی غذا ہیں۔

روزے کا مقصد یہی ہے کہ نفس کو بھوکا رکھا جائے تاکہ اسکی حیوانیت ختم ہو اور روح کو قوت ملے۔ جب روح کو قوت ملتی ہے تو اس سے اس کے دل میں خود بخود رقت اور نرمی پیدا ہو جاتی ہے۔ اس میں فکر آخرت اور عبادت کا ذوق وشوق بڑھتا ہے۔ تلاوت قرآن پاک اور ذکر واذکار کی کثرت کی وجہ سے اس پر انوارات وتجلیات کا ورود ہوتا ہے جس سے اس کی روحانی ترقی میں مزید اضافہ ہوتا ہے۔ اسے اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے۔ تو روزے مؤمنین پر اسلئے فرض کیے گئے تاکہ ان کی روحانیت میں اضافہ ہو

اور یہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے قابل ہوسکیں۔

بھوک سے واقفیت:

ایک فائدہ یہ ہے کہ اکثر و بیشتر لوگ بسیار خوری کے مریض ہوتے ہیں۔ عادتاً زادہ کھانے کے عادی ہوتے ہیں۔ یعنی کھانے کی ضرورت نہیں ہوتی لیکن کھانے کی عادت پڑی ہوتی ہے۔ کئی لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کو پتہ ہی نہیں ہوتا کہ بھوک ہوتی کیا چیز ہے ..... جب چاہا کھالیا، جب چاہا پی لیا، رمضان المبارک میں روزہ رکھنے سے ان کو بھی پتہ لگ جاتا ہے کہ بھوک کیا ہوتی ہے۔ بھوک سے ان کی واقفیت ہوجاتی ہے۔

دین اسلام میں کتنا پیارا یہ قاعدہ بنالیا ہے کہ سال میں ایک مہینہ تم روزے رکھو۔ اس سے کیا ہوگا کہ وہ لوگ جو من پسند کا روز کھاتے ہیں، انہیں بھی پتہ لگے گا کہ جب پیٹ کے اندر کچھ نہ جائے تو بندے کی حالت کیا ہوتی ہے۔

من پسند کا کھانے والے:

آج کل اکثر لوگ من پسند کا کھاتے ہیں۔ مانگنے والا بھی آج کے دور میں روٹی نہیں مانگتا۔ مانگنے والے کو روٹی دو، انکار کردیگا۔ کہے گا مجھے روٹی نہیں چاہیے مجھے پانچ روپے چاہئیں۔ وجہ کیا؟ سگریٹ پینی ہوتی ہے۔ چائے پینی ہوتی ہے۔ اور ماشاء اللہ یہ جو فقیر مانگنے والے ہیں یہ تو بڑے امیر ہوتے ہیں۔

ایک فقیر کسی ریسٹورنٹ میں جا بیٹھا۔ ایک اور آدمی بھی بیٹھنا چاہتا تھا لیکن بیٹھنے کی جگہ نہیں تھی وہی ایک میز باقی تھی تو مجبوراً اسکو بھی وہیں سامنے بیٹھنا پڑا۔ جب وہ بیٹھا تو فقیر نے کہا کہ ہم مل کے آرڈر دے دیتے ہیں۔ تو اس نے کہا کہ ٹھیک ہے چلو یہ بھی سادہ روٹی کھانے والا ہے اور ہم بھی دال روٹی کھانے والے ہیں تو ہمارا مل کر اچھا گزارا ہوجائیگا۔ اب جب آرڈر دینے لگے تو اس فقیر نے جناب مرغے، چرغے اور نہ جانے کیا کیا آرڈر دے

دیا۔اب یہ گھبرا گیا کہ میرے پاس تو پیسے ہیں نہیں اور یہ مرغے چرغوں کا بل دینا پڑیگا تو کیا بنے گا۔اسکے منہ پر پریشانی دیکھ کر اس نے پوچھا کہ بھئی پریشان کیوں ہیں؟ اسنے کہا کہ بھئی میں تو اتنی پےمنٹ نہیں کرسکتا، اس نے کہا جتنی کر سکتے ہو کر دے نا باقی میں کر دوں گا، یعنی آج کل کے مانگنے والوں کا بھی یہ حال ہے۔

شریعت کا حسن:

اسلیئے ہسپتال میں جا کے دیکھیں تو کم کھانے کی وجہ سے بیمار لوگ نہیں ملیں گے۔ زیادہ کھانے کی وجہ سے بیمار لوگ ملیں گے۔ بلڈ پریشر کے مریض ہوں گے زیادہ نمکین اور مرغن اشیاء کھانے کی وجہ سے۔ معدہ کا السر زیادہ مرچ مصالحے والی چیزیں کھانے سے۔دل کی بیماریاں زیادہ چکنائی والی چیزیں کھانیکی وجہ سے۔تو یہ تمام بیماریاں وہ ہیں جو زیادہ کھانے سے تعلق رکھتی ہیں کم کھانے سے تو تعلق نہیں رکھتیں۔تو شریعت میں کتنا حسن ہے کہ روزہ رکھنے کا حکم دیا۔ جب کچھ وقت ان کو بھوکا رہنے کو ملے گا تو ان کو بھی پتہ چل جائے گا کہ جن کے ہاں کھانا نہیں بنتا ان غریبوں کا دن کیسے گزرتا ہے.....احساس پیدا ہوگا۔

نو سال سے کوک پر گزارا:

ہم لوگ ایک مرتبہ امریکہ کے ایک مدرسہ میں بیٹھے تھے۔ایک طالبہ آئی جو قرآن پاک پڑھتی تھی۔اسنے شکایت کی کہ مدرسے میں جو کوک پیپسی والی مشین ہے وہ نہیں چل رہی۔تو میں نے اسے کہا کہ بھئی ہم اطلاع دیتے ہیں کمپنی والے آکر ٹھیک کر دیں گے۔کل تک مشین ٹھیک ہو جائے گی۔کہنے لگی، مجھے پیاس لگی ہوئی ہے۔ میں نے کہا کہ پانی کا کولر تو لگا ہوا ہے اور ٹھنڈا پانی میسر بھی ہے آپ جا کے پی لیں، کہنے لگی، میں پانی پیوں؟ پوچھا کہ بھئی اس میں کیا حرج ہے؟ تو تھوڑا سوچ کر کہنے لگی کہ پچھلے نو سالوں

میں مجھے یاد ہی نہیں کہ میں نے کبھی پانی پیا ہو۔تو کیا پیا؟ کہنے لگی اکثر پیپسی پی، اور اگر پیپسی نہ ملی تو جیوس پیا۔نو سال سے پانی پینے کی نوبت ہی نہیں آئی۔ایسے بھی لوگ ہوتے ہیں۔

روٹی نہ ملے تو ڈبل روٹی کھائیں:

یہ تو وہی بات ہوئی کہ ایک مرتبہ فرانس کے ملک میں بادشاہ اپنی بیوی کے ساتھ بات چیت کر رہا تھا تو باہر ہنگامہ ہوا۔جب کھڑکی سے دیکھا تو لوگوں کا ہجوم تھا۔اس نے بادشاہ سے پوچھا کہ یہ لوگ کیا کر رہے ہیں۔اسنے کہا یہ جلوس نکال رہے ہیں۔کس لئے جلوس نکال رہے ہیں؟اس لئے کہ ملک میں آٹا نہیں ہے،کھانے کے لئے روٹی نہیں ہے۔تو جب اس نے کہا کہ کھانے کے لئے روٹی نہیں ہے۔تو اس کی بیوی کہنے لگی کہ اگر روٹی نہیں ملتی تو یہ ڈبل روٹی کھالیں۔یعنی اس کو یہ بھی اندازہ نہیں تھا کہ جب روٹی نہیں ملتی پھر ڈبل روٹی بھی نہیں ملا کرتی۔تو ایسے بھی لوگ دنیا میں ہیں۔

بھوک کی فضیلت:

بایزید بسطامیؒ ایک مرتبہ بھوک کے فضائل بیان کر رہے تھے۔تو کسی نے کہا کہ حضرت بھوک کے بھی کوئی فضائل ہیں۔فرمایا ہاں اگر فرعون کو بھوک ملتی تو وہ کبھی بھی خدائی کا دعویٰ نہ کرتا۔اس نے خدائی کا دعویٰ کیا ہی اسی لئے تھا کہ اس کا پیٹ بھرا ہوا تھا۔جب پیٹ بھرا ہوا ہوتا ہے تو پھر بندہ اپنی اوقات بھول جاتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے ہم عاجز مسکینوں کو ہماری اوقات یاد دلانے کے لئے رمضان کے روزوں کو فرض کر دیا تاکہ ذرا بھوک بھی لگے اور پیاس بھی لگے،تو ہم کو ان غرباء کی پریشانی کا احساس ہو گا جن کے پاس دو وقت کھانے کو مشکل سے ہوتا ہے،تو وہ کس طرح گزارہ کرتے ہیں۔تو روزہ کے اندر ماشاء اللہ بڑی حکمتیں ہیں۔

ایک مچھلی کی حیرت انگیز خوراک:

مگر یہ رزق کا معاملہ عجیب ہے۔ میں اپنی زندگی میں بے شمار جگہوں پر گیا ہوں، میں نے اکثر لوگوں کو اس دنیا کے اندر زیادہ کھاتے ہی دیکھا۔ تو جب اللہ تعالیٰ کی اتنی نعمتیں ہیں تو ان کا شکر ادا کرنا چاہیے، ایک مچھلی دیکھی اس کا نام تھا بلو ویل، اتنی بڑی مچھلی کہ اس کا وزن روزانہ ایک سو پاؤنڈ بڑھتا ہے، یعنی پچاس کیلو روزانہ بڑھتا ہے، آج کل کے نوجوانوں کے وزن ہی پچاس ساٹھ کیلو یا ستر کیلو ہیں، تو جس مچھلی کا وزن پچاس کیلو روزانہ بڑھتا ہے تو وہ کھاتی کتنا ہوگی؟ اچھا مزے کی بات یہ کہ وہ ایسی چیز کھاتی ہے جسکو ہم دیکھ ہی نہیں سکتے، وہ سمندر کا پانی اپنے اندر لیتی ہے اور اس کے جسم میں اللہ تعالیٰ نے ایک بہت باریک سی سکرین بنائی ہوئی ہے۔ اس میں سے پانی گزرتا ہے تو پانی میں سمندر کے اندر جو چھوٹے چھوٹے بکٹیریا ہوتے ہیں، آنکھ سے نظر ہی نہیں آتے، وہ چھلنی کی طرح سکرین کے ایک طرف رہ جاتے ہیں اور صاف پانی آگے نکل جاتا ہے یہی بکٹیریا اس کی غذا بنتے ہیں۔ کوئی اندازہ لگا سکتا کہ وہ کھاتی کچھ نہیں، بس ہر وقت پانی اس کے منہ میں آرہا ہے جا رہا ہے۔ اور کچھ فلٹر ہو کے جو جھاگ سی بنتی ہے وہ اس کی غذا بن رہی ہے۔ واہ میرے مولا تیری نرالی شان ہے! اور ہر وقت وہ چلتی رہتی ہے، اپنی زندگی میں وہ اتنا چلتی ہے کہ تین مرتبہ وہ چاند کا چکر لگا کر واپس آسکتی ہے اتنا سفر طے کرتی ہے۔ وَمَا يَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ. اللہ تعالیٰ کے لشکروں کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ دیکھو اس کی غذا اللہ نے یہ بنا دی، تو غذا تو بندے کو اللہ تعالیٰ پہونچاتے ہیں۔

نعمتوں کی قدردانی:

اللہ تعالیٰ نے یہ مہینہ اس لئے بنایا تا کہ اس مہینے میں مؤمنین اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی قدردانی کرنا سیکھیں اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں۔ حقیقت یہ ہے کہ ہمارا رواں رواں اللہ

کے انعام واکرام میں ڈوبا ہوا ہے۔لیکن ہم غافل ہیں، ناشکرے ہیں۔

ایک کھرب پتی کی بے بسی:

ایک صاحب جن کو اللہ تعالیٰ نے جوانی میں بہت کچھ دے دیا۔اتنا کچھ دیا کہ کئی ملوں کے یہ مالک ہیں، حالانکہ عمر بہت چھوٹی لیکن یہ اللہ تعالیٰ کی تقسیم ہے،اور ہم اللہ تعالیٰ کی تقسیم پر راضی،اس بندے کے پاس اتنا مال تھا کہ اگر یہ روزانہ ایک جہاز خود کرائے پر لے کرا کیلے عمرہ کے لئے جاتا تو یہ روز عمرہ کرکے واپس آسکتا تھا۔لیکن اتنا پیسہ ہونیکے باوجود اللہ تعالیٰ کی شان کہ اس نے زندگی میں کبھی عمرہ ہی نہیں کیا تھا ۔خیر ایک موقع پر اس عاجز سے بیعت ہوگیا۔پوچھا،بھئی عمرہ کیوں نہیں کیا؟ کہنے لگا جی بس میں کچھ اپنے آپ کو،اپنے دل کو سنوار لوں،پیش ہونے کے قابل ہو جاؤں۔پھر میں نے اسے بات سمجھائی کہ دیکھو جب ہمارے کپڑے میلے ہو جاتے ہیں تو ان کو ہم دھلانے کے لیے لانڈری میں لے جاتے ہیں۔کپڑوں کے وہاں جانے کا مقصد ہی یہ ہوتا ہے کہ وہاں سے دھل کر آئیں گے۔کبھی کپڑے نے یہ کہا کہ میں کچھ صاف ہو جاؤں تو پھر لانڈری جاؤں گا۔ہر بندہ کہے گا کہ بھئی اگر تو صاف ہوگیا تو پھر لانڈری جانے کی ضرورت ہی کیا۔وہاں تو جاتے ہی دھلنے کیلئے ہیں۔تو خدا کے بندے بیت اللہ شریف تو جاتے ہی دھلنے کے لئے ہیں۔اگر ادھر ہی دھل گئے تو پھر تمہیں کیا ضرورت ہے جانے کی،اب اسکو بات سمجھ میں آئی، کہنے لگا جی میں عمرے پر جاؤں گا۔یہ چھوٹی چھوٹی باتیں ہوتی ہیں جو شیطان نے ذہن میں ایسی رچادی ہوتی ہیں کہ انسان فیض سے محروم ہو جاتا ہے۔

بندہ کی بے بسی:

اس بندے نے ایک دفعہ اپنا واقعہ سنایا کہ میں بیمار ہوگیا۔وائرس کا کوئی Attack (حملہ) تھا جس کی وجہ سے بخار ہوگیا۔اور یہ وائرس ایک جراثیم ہے جس کی وجہ

سے جب بیماری آتی ہے تو پھر کوئی دوا اثر نہیں کرتی جب تک کہ بیماری کا دورانیہ پورا نہ ہو۔ ایک بیماری بیکٹیریا کی وجہ سے بھی ہوتی ہے، یہ بکٹیریا بہت چھوٹا سا جراثیم ہے۔ اتنا بڑا انسان اس چھوٹے سے جراثیم کے حملے کی وجہ سے چارپائی پہ پڑ جاتا ہے۔ اٹھا نہیں جاتا، کھایا نہیں جاتا، اپنی اوقات تو بندہ دیکھے کہ اللہ تعالیٰ کے لشکروں میں سے ایک چھوٹا سا جاندار اگر اس کے اندر جا کے اپنا عمل شروع کر دیتا ہے تو اس کو لٹا کے رکھ دیتا ہے۔ یہ بڑا رستم جہاں بنتا ہے..... بڑے بول بولتا ہے.... کہتا ہے جی میں ایڑی مار کے دھرتی ہلا دوں گا اور حالت یہ ہے کہ بیکٹیریا اگر اس کے اندر جا کر تھوڑا سا عمل کر دے تو یہ بستر پر پڑ جاتا ہے۔

بے جان پھر بھی طاقتور:

وائرس ایک جراثیم ہے جو بیکٹریا سے بھی چھوٹا ہوتا ہے۔ یہ وائرس ایسی چیز ہے کہ جس کے بارے میں ڈاکٹروں کے اندر بحث چل رہی ہے کہ اس کو زندہ کہہ سکتے ہیں یا نہیں۔ وہ کیوں؟ اس لئے کہ وائرس میں از خود زندگی کے آثار دکھائی ہی نہیں دیتے جب تک اس کو کوئی اور زندہ خلیہ یا سیل نہ ملے۔ اس کو زندہ رہنے کے لئے کسی سواری کی ضرورت ہے۔ تو انسان کا جو سیل ہوتا ہے اس کے اوپر اگر چڑھ جائے تو پھر یہ زندہ رہ سکتا ہے۔ اس سے ہٹ جائے تو پھر کچھ بھی نہیں، بے جان و بے کار ہے۔ اب بتاؤ کے جو چیز اتنی نازک ہے کہ زندہ ہونے یا نہ ہونے میں ہی بحث چل رہی ہے وہ بھی بندے میں جب اثر کرتی ہے تو ایک ہفتے کے لئے اسے لٹا دیتی ہے اور کوئی دوائی اثر نہیں کرتی۔ ڈاکٹر کہتے ہیں جی وائرس کی وجہ سے آپ کو بخار ہو گیا ہے، ایک ہفتے کے بعد اتر جائے گا۔

مجھے کیوں؟

اب وہ صاحب بھی بخار کی وجہ سے چارپائی پہ پڑ گئے، ایسے بندوں کے کام بھی

بہت ہوتے ہیں، سارا دن ٹیلی فون بج رہا ہے اِدھر سے، اُدھر سے، پتہ نہیں۔ کتنی میٹنگز تھیں، ایک دن بستر پر پڑا رہا، اسی طرح دوسرے دن پھر تیسرے دن جب چوتھا دن ہوا تو بڑا تنگ آ گیا۔ چونکہ پہلے سارا دن Active رہتا تھا اور اب بخار اتر نہیں رہا اس لیے اس نے ایک ڈاکٹر کو گھر بلوا لیا، وہ ڈاکٹر کوئی نیک بندہ تھا۔ ڈاکٹر صاحب نے پوچھا کہ کیا حال ہے۔ اس نے کہا کہ بس چوتھا دن ہے بخار نہیں اتر رہا ہے، دوائیاں بھی کر رہا ہوں کوئی فرق نہیں پڑ رہا ہے۔ لیکن ڈاکٹر صاحب ?Why me (مجھے کیوں؟)۔ مجھے کیوں ایسا ہوا ہے کہ بخار اتر ہی نہیں رہا؟ کہنے لگا! ڈاکٹر صاحب نے اسٹیتھوسکوپ گلے میں لٹکا لی اور پیچھے ہٹ کر کرسی پر بیٹھ گئے اور مجھے کہنے لگے Why not you؟ آپ کو کیوں نہیں بھئی؟ آپ انوکھے ہیں، سونے کے بنے ہوئے ہیں، آپ کو بھی ماں نے ہی جنا ہے۔ پھر اس پروردگار نے آپ کو کتنی نعمتوں سے نوازا ہے۔ اتنی چھوٹی عمر میں اس نے آپ کو اربوں پتی بنا دیا۔ آپ ذرا اپنی زندگی کو دیکھیں، یہ آپ کے کپڑے ہزاروں کے، آپ کا جوتا ہزاروں کا، آپ کی گاڑی لاکھوں کی۔ گھر کو دیکھیں تو یہ فرانس کی چیز ہے، یہ جرمنی کی چیز ہے، یہ اٹلی کی چیز ہے۔ جنت کی طرح عیش و آرام والا گھر آپ نے بنایا ہوا ہے۔ جو من پسند کا کھانا ہے وہ آپ کھاتے ہیں۔ جہاں چاہتے ہیں آپ جاتے ہیں۔ فارغ اوقات میں آپ ہوائی جہاز سے پیراشوٹ کے ذریعے نیچے چھلانگ لگانے والی گیم کھیلتے ہیں اور اس پر لاکھوں روپیہ خرچ کرتے ہیں۔

آنکھیں کھل گئیں:

آپ مجھے بتائیں کہ وہ نوجوان جس نے ایم، اے کیا ہوا ہے اور اپنے گھر کی ساری عورتوں کا وہ اکیلا سہارا ہے اور اس کو کہیں جاب نہیں ملتی۔ کئی مہینوں سے وہ تلاش میں ہے، تھک ہار کے شام کو وہ خالی گھر جاتا ہے تو اسکی بہنوں کی آنکھوں میں آنسو آ جاتے ہیں، وہ تمہارے اس گیٹ کے اوپر چھ چھ گھنٹے انتظار کر کے واپس چلا جاتا ہے۔ وہ بھی انسان ہے، تم میں کیا چیز سپیشل ہے کہ تمہیں اتنا کچھ ملا اور جس نے گھر کی پانچ عورتوں کو جا کے کھانا پہنچانا

ہے، اس کو جاب ہی نہیں مل رہی، وہ چند ہزار کی جاب کی خاطر تیرے اس دروازے کے پورا مہینہ چکر لگاتا ہے ?Why not you بتاؤ بھئی تمھارے اوپر یہ مشکل کیوں نہ آئے؟ اس غریب نے کیا کیا ہے۔ کہنے لگا، اس ڈاکٹر نے تو میری آنکھیں کھول دیں۔ اس نے کہا تم نے یہ صلہ دیا کہ رب نے تیرے لئے اتنے دروازے کھولے اور تجھے نماز کی توفیق نہیں، تجھے سجدے کی توفیق نہیں۔ تو یہ نہیں کرتا، وہ نہیں کرتا۔ کہتا ہے میری تو اس نے اتنی کھچائی کی کہ بالآخر میں نے کہا کہ ہاں آج کے بعد میں زندگی کی ترتیب کو بدل دوں گا۔ اللہ اکبر!

اب دیکھو ایسے لوگ بھی دنیا میں ہیں۔ ان کو اگر روزے نہ رکھنے پڑتے تو ان کو تو ساری زندگی پتہ ہی نہ چلتا کہ بھوک بھی ہوتی ہے یا نہیں ہوتی۔ تو پھر غریبوں کے واسطے ہمدردی کیسے ہوتی۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی قدردانی کیسے ہوتی۔ سبحان اللہ۔ اللہ تعالیٰ کی عجیب شان ہے، عجیب حکمتیں ہیں۔

ایک گھونٹ پانی کی قیمت:

ہارون الرشید کو ایک دفعہ پیاس لگی اور خادم کو کہا کہ پانی لاؤ۔ جب پانی کا پیالہ ہاتھ میں آیا۔ تو ایک عالم وہاں بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ عالم کہنے لگے کہ ہارون الرشید۔ تھوڑی دیر ذرا صبر کرو، میری بات سن لو۔ تو ہارون الرشید رک گیا۔ اس نے کہا، ہارون الرشید! مجھے یہ بتاؤ کہ اگر تمہیں سخت پیاس لگی ہوئی ہو اور پوری دنیا میں ایک پیالہ پانی کے سوا کہیں پانی موجود نہیں، تو آپ کتنی قیمت دے کر پانی خریدو گے؟ اس نے کہا، میں آدھی سلطنت دے دوں گا اور پانی کا پیالہ لے لوں گا۔ اس نے کہا اچھا، اگر آپ پانی پی لیں اور وہ پانی آپ کے جسم میں جا کے کہیں رک جائے۔ جیسے بعض لوگوں کو بیماری ہوتی ہے کہ پیشاب رک جاتا ہے اور ان کو پھر ہسپتال جانا پڑتا ہے اور ڈاکٹر مصنوئی طریقے سے اس کو خارج کر دیتے ہیں۔ بندے کو اتنی تکلیف ہوتی ہے کہ ہم نے اس تکلیف میں بندے کو مچھلی کی طرح تڑپتے دیکھا ہے۔

اس نے کہا ہارون الرشید! اگر تمہارا پیشاب بند ہو جائے اور پوری دنیا میں ایک طبیب ہے جس کے پاس دوائی موجود ہے۔ تو کتنی قیمت دے کر اپنے پیشاب کی وہ دوائی لے لو گے؟

اس نے کہا، آدھی سلطنت۔ اس نے کہا بادشاہ سلامت! معلوم یہ ہوا کہ پیالے کی قیمت آدھی سلطنت اور پیشاب نکالنے کی قیمت آدھی سلطنت..... تو آپ کی پوری سلطنت کی قیمت پانی کا پیالہ پی کر جسم سے خارج کرنے کے بقدر ہے۔ آپ نے تو زندگی میں ہزاروں پیالے پانی پیا تو کبھی اللہ کی ان نعمتوں کا شکر ادا کیا.....؟

واقعی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا انسان شکر ادا کر ہی نہیں سکتا۔ دیکھو سانس کا آنا اور جسم سے باہر نکلنا کتنی بڑی نعمت ہے مگر ہم اسے نعمت ہی نہیں سمجھتے۔ جن لوگوں کو Esthma (دمہ) کی بیماری ہوتی ہے۔ ان کا کبھی سانس اکھڑ جائے تو ایسے لگتا ہے کہ جیسے یہ بندہ ابھی مرا، اور ابھی مرا۔ اس کا اندر کا سانس اندر اور باہر کا باہر رہ جاتا ہے۔ ہمارا سانس آرام سے آتا ہے اور باہر نکلتا ہے۔ ہم اس پر شکر ادا نہیں کرتے۔ کتنی بڑی اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے۔ اللہ اکبر کبیرا۔ ہم تو اللہ تعالیٰ کا جتنا شکر ادا کریں اتنا تھوڑا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر بھی ادا کر لیں۔ اس پروردگار نے ہمارے لئے کتنا خیر کا معاملہ فرمایا۔

روزہ قربِ الٰہی کا ذریعہ:

اللہ رب العزت نے ایمان والوں کو اپنی طرف متوجہ کرتے ہوئے یہ پیغام دیا کہ
كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ [تم پر روزے فرض کئے گئے]

اب اس خطاب کو سن کر دل میں مختلف سوچیں آتی ہیں۔ ممکن ہے کہ کسی کے دل میں یہ سوچ بھی آئے کہ ہم سے ہمارے مالکِ حقیقی خفا ہو گئے ہیں اس لئے سال میں ایک مہینہ ہمیں دن میں کھانے سے منع کر دیا ہے۔ اللہ رب العزت نے اس سوچ کو درست کرنے کے لئے ارشاد فرمایا کہ تم پر یہ روزے نہ تو سزا کی وجہ سے فرض کیے گئے ہیں اور نہ

اس وجہ سے کہے کہ ہمیں اپنے Resources (وسائل) کے ختم ہونے کا خطرہ ہے، بلکہ فرمایا:

كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ

[جیسا کہ روزے تم سے پہلوں پر فرض کئے گئے]

یعنی یہ تم پر کوئی نئی پابندی عائد نہیں کی جارہی بلکہ یہ عبادت کا ایک Continuation (تسلسل) ہے اور تم سے پہلے آنے والے لوگ بھی یہ کام کرتے رہے ہیں۔ اب جب مؤمن یہ سنتا ہے کہ پہلے لوگوں پر بھی روزے فرض تھے تو دل کو تسلی ہو جاتی ہے کہ اللہ رب العزت ناراض بھی نہیں اور سزا بھی نہیں ہے بلکہ یہ ایک عبادت ہے جو اللہ رب العزت کے قرب کا ذریعہ ہے۔

پھر روزہ فرض کرنے کا Objective (مقصد) بھی بتایا گیا کہ تمہیں بھوکا پیاسا رکھ کر تمہارے مالک کو کچھ نہیں ملے گا بلکہ اس کا فائدہ بھی تمہارے لئے ہے۔ چنانچہ فرمایا:

لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ [تا کہ تم پرہیز گار بن جاؤ]

معلوم ہوا کہ جو یہ عبادت مؤمنین پر فرض کی گئی اس کا مقصد بھی مؤمنین کے اندر اچھی صفات کا پیدا کرنا ہے۔ اب جب پوری آیت کو پڑھتے ہیں تو پھر دل کو تسلی ہو جاتی ہے اور دل میں یہ شوق پیدا ہوتا ہے کہ ہم اس عبادت کو بڑے اہتمام کے ساتھ ادا کریں۔

نصیحت آموز قرآنی اسلوب:

اس آیت سے ہمیں ایک اور نکتہ بھی ملا..... ہم بھی اپنے گھروں میں کبھی بیوی کو حکم دیتے ہیں اور کبھی بچے کو حکم دیتے ہیں۔ ہم سوچیں کہ کیا ہم بھی قرآنی اسلوب کو اپناتے ہیں؟..... کیا ہم اس کو پیار سے پہلے بلاتے ہیں؟..... جب اس کو کوئی بات کہتے ہیں تو کیا کبھی اس کے فوائد اور اس کی حکمتیں بھی ساتھ بیان کرتے ہیں؟ تا کہ ان کا

Conscious(شعور) کلیئر ہو جائے کہ یہ جو بات کہی جا رہی ہے اس کے پیچھے وجہ کیا ہے۔ہم غلطی یہ کرتے ہیں کہ Straight away(فوراً) دولفظوں میں ایک بات کہہ دیتے ہیں۔جب سننے والے کو پوری بات Clear(واضح) ہی نہیں ہوتی تو کئی مرتبہ اس کو Comply(تسلیم) کرنے میں مشکلات پیش آجاتی ہیں۔تو قرآن مجید نے ہمیں کتنا پیارا اسلوب بتایا ہے۔

سالانہ روحانی ورکشاپ:

رمضان المبارک کا مہینہ مؤمنین کے لئے Anuual workshop(سالانہ ورکشاپ) کی مانند ہے۔آج کے سائنٹیفک دور میں پروفیشنل لوگ

.....اپنے آپ کو اپ ڈیٹ کرنے کے لئے

.....اپنے پروفیشنل نالج میں ترقی کے لئے

.....اور اپنے لوگوں کی Improveoment(ترقی) کے لئے

سالانہ کچھ نہ کچھ کرتے رہتے ہیں۔قرآن مجید نے چودہ سو سال پہلے یہ تصور پیش کر دیا تھا کہ اے ایمان والو! تمہیں بھی اپنی Feelings(جذبات) اور کیفیات کو Maintain(برقرار) رکھنے کے لئے اور اپنے آپ کو روحانی طور پر اپ گریڈ کرنے کے لئے سال میں ایک مہینہ ایسا دیا جا رہا ہے جس میں تم قرآن مجید کی تعلیمات شروع سے لے کر آخر تک نئے سرے سے پھر سنو گے اور جذبوں کی سچائی کے ساتھ پھر عمل کا ارادہ کرلو گے۔

واقعی رمضان المبارک میں شروع سے لے کر آخر تک قرآن مجید تراویح میں پڑھا جاتا ہے۔اس کا مقصد یہ ہے کہ ہم نے اللہ تعالیٰ سے جو عہد کیا ہوا ہے اس عہد کو پورا کرنے کے لئے اگر ہم سال کے دوران سستی کے مرتکب ہوئے تو ہم اس کو ایک مرتبہ پھر سنیں اور نئے سرے سے بیٹری چارج کر کے ایک نئے عزم کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی رحمتوں سے ایک

انقلابی زندگی کا آغاز کردیں۔

حصول علم کا درخشاں تصور:

ہمیں ایک مرتبہ ایک کورس کرنے کا موقع ملا،اس کا ٹاپک Effective Management تھا۔ ہمارے انسٹرکٹر ایک جرمن ڈاکٹر تھے۔ان کا نام مسٹر براؤڈی تھا۔وہ اتنے قابل تھے کہ وہ دنیا کی سات مختلف یونیورسٹیوں کے وزٹنگ پروفیسر تھے.....ایک ہوتا ہے Efficient Manager (قابل منیجر) اور ایک ہوتا ہے، Effective Manager (مؤثر منیجر) دونوں میں فرق ہے۔

Efficient Manager تو وہ ہوتا ہے جو دن رات اپنے کام میں لگا رہتا ہے خواہ آؤٹ پٹ کچھ ہو یا نہ ہو لیکن Effective Manager اس کو کہتے ہیں جو آؤٹ پٹ اور پروڈکشن دکھا رہا ہو۔

لیکچر کے دوران انہوں نے کہا کہ لوگوں کے ذہن میں ایک تصور تھا کہ لڑکپن میں پڑھتے ہیں، جوانی میں کام کرتے ہیں اور بڑھاپے میں آرام کرتے ہیں۔اب یہ پرانا تصور ختم ہوگیا ہے۔اب یورپین کمیونٹی اس نتیجے پر پہنچی ہے کہ ہمیں لڑکپن میں بھی پڑھنا ہے اور جوانی میں بھی جاب کے ساتھ ساتھ پڑھتے رہنا ہے۔اس کا طریقہ یہ ہے کہ جب ہم کسی پروفیشن میں کام کر رہے ہوں تو اپنے پروفیشنل نالج کو بڑھانے کے لئے ہمیں ورکشاپس، کانفرنسز اور سیمینارز Attend (اٹینڈ) کرنے چاہئیں اور اپنے آپ کو اپ ڈیٹ رکھنا چاہیے ورنہ ہم لوگوں سے پیچھے رہ جائیں گے۔

جب اس نے یہ بات کہی تو اس عاجز نے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ جی، میں بھی آپ کے ساتھ کچھ Share (شیئر) کرنا چاہتا ہوں۔انہوں نے کہا ضرور Share کیجئے۔ میں نے کہا، جی گزارش یہ ہے کہ تصور یورپین کمیونٹی کا پیش کردہ نہیں، بلکہ اس سے بھی پرانا معاملہ ہے۔اس نے پوچھا وہ کیسے؟ میں نے کہا، آج سے چودہ سو سال پہلے جب ہمارے

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام اس دنیا میں تشریف لائے تو اس وقت علم کا کوئی قدردان نہیں تھا۔ وہ جس قوم میں پیدا ہوئے وہ ایک جاہل قوم تھی اور جس زمانے میں پیدا ہوئے اس زمانے کو زمانہء جاہلیت کہا جاتا ہے۔ اتنے Arrogant (جاہل) لوگوں میں پیدا ہونے والے اللہ تعالیٰ کے محبوب ﷺ نے جب انسانیت کو تعلیم دی تو علم حاصل کرنے کے بارے میں ارشاد فرمایا:

اطلبوا العلم من المهد الى اللحد

[تم علم حاصل کرو پنگھوڑے سے لے کر اپنی قبر میں جانے تک]

لہٰذا آپ جو یہ کہ رہے ہیں کہ آج یورپین کمیونٹی اس نتیجے پر پہنچی ہے تو میں کہنا چاہتا ہوں کہ آپ اس نتیجے پر بہت دیر سے پہنچے ہیں اور میرے آقا ﷺ نے یہ Bright Idea (درخشاں تصور) پہلے سے دیا ہوا ہے۔

جب میں نے ان کو یہ بات کی تو تھوڑی دیر تو وہ سوچتے رہے۔ پھر انہوں نے اپنے بریف کیس میں سے ایک ڈائری نکالی اور مجھے کہنے لگے کہ آپ اس کے اوپر اپنے نبی علیہ السلام کا فرمان عربی میں لکھ دیں اور اس کے نیچے اس کا انگلش ٹرانسلیشن بھی لکھ دیں۔ جب میں نے لکھ کر دے دیا تو وہ کہنے لگے کہ: اس وقت جتنے بھی Delegates (مندوبین) یہاں موجود ہیں میں ان کے سامنے Promise (وعدہ) کرتا ہوں کہ آج کے بعد میں جس یونیورسٹی میں بھی لیکچر دوں گا میں وہاں لوگوں کو بتاؤں گا کہ مسلمانوں کے پیغمبر علیہ السلام نے آج سے چودہ سو سال پہلے اس بات کا حکم فرما دیا تھا۔

ایمان کی چاشنی:

سبحان اللہ! دین اسلام نے ایسی تعلیمات دیں جو قیامت تک کے ہر تقاضے کو پورا کرنے کے لئے کافی، وافی اور شافی ہیں۔ آج دنیا کانفرنسز اور سیمینارز کی باتیں

کرتی ہے۔

اللہ کے محبوب ﷺ نے آج سے چودہ سو سال پہلے ایک تصور دے دیا تھا کہ تم سارا سال اپنے کاموں میں مشغول رہو گے۔کوئی Industrialist (صنعت کار) بنے گا،تو کوئی Businessman (تاجر) اور کوئی یونیورسٹیوں میں پروفیسر بنے گا،تو کوئی ہسپتالوں میں سرجن،تو ممکن ہے کہ اپنے اپنے کاموں میں مصروفیت کی وجہ سے تمہارا ایمانی جذبہ ٹھنڈا پڑ جائے اور ایمان کی بیٹری ڈاؤن ہو جائے۔جس طرح (سیل فون) استعمال ہوتا رہے تو بیٹری ڈاؤن ہو جاتی ہے اور اسے پھر چارجر سے لگانا پڑتا ہے اسی طرح رب کریم نے بھی رمضان المبارک کا مہینہ ایمان والوں کے لئے ایمان کی چارجنگ کا مہینہ بنایا ہے رمضان المبارک کی خاص بات یہ ہے کہ اس کے دنوں میں روزہ فرض کر دیا گیا ہے اور رات کو تراویح میں قرآن مجید سننا سنت بنا دیا گیا ہے۔ان دونوں کاموں کا خود انسان ہی کو فائدہ ہوتا ہے۔اس میں اس کے بہت سے روحانی اور اخلاقی پہلو بھی ہیں۔اس کے علاوہ انسانی جسم پر ان کے بہت اچھے اثرات پڑتے ہیں۔یہ عاجز آج آپ کے سامنے روزے اور تراویح کے ان اثرات کو وضاحت سے بیان کرے گا جو انسان کے جسم پر مرتب ہوتے ہیں۔لیکن اس سے پہلے ایک واقعہ سن لیجئے۔

قرآن وحدیث میں طب کے رہنما اصول:

ہارون الرشید کا زمانہ تھا۔بادشاہ کے پاس ایک عیسائی پادری آیا جو بڑا اچھا معالج اور حکیم بھی تھا،اس نے بادشاہ سے کہا کے میں آپ سے ایک بات کرنا چاہتا ہوں،چنانچہ اسے موقعہ دیا گیا،اس نے کہا کہ میں دین کا علم بھی رکھتا ہوں اور حکمت کا علم بھی جانتا ہوں،آپ سے میں یہ پوچھتا ہوں کہ آپ جو یہ کہتے ہیں کہ قرآن مجید میں تمام اصولِ زندگی موجود ہیں،کیا قرآن مجید میں انسان کی صحت کے متعلق بھی کوئی اصول بتایا گیا ہے؟

ہارون الرشید نے اپنے پاس موجود علما سے کہا کہ آپ اس کے سوال کا جواب

دیں۔ چنانچہ ایک عالم ''علی بن حسین'' کھڑے ہوئے اور انہوں نے فرمایا، جی ہمیں قرآن مجید میں جسمانی صحت کے بارے میں ایک بڑا Golden Rule (سنہرا اصول) بتایا گیا ہے۔

پوچھا گیا کہ وہ گولڈن رول کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

كُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا (الاعراب: ۳۱)

[تم کھاؤ، پیو، مگر اسراف نہ کرو]

یعنی Over Eating (بسیار خوری) نہ کیجئے بلکہ جتنی ضرورت ہے اتنا کھایئے اور پھر اللہ کے گیت گایئے۔ یہ جو Over Eating (زیادہ کھانے) سے منع کیا گیا ہے یہ ایک ایسا بہترین اصول ہے کہ اگر انسان اس پر عمل کرے تو اس کو زندگی میں بیماریاں آنے کے چانسز بہت کم ہو جاتے ہیں۔

وہ حکیم یہ سن کر کہنے لگا کہ میں حکیم ہوں اور میں یہ تسلیم کرتا ہوں کہ یہ ایک بہترین اصول ہے۔

حدیث کا ایک انمول اصول:

اس نے پھر کہا، کیا تمہارے نبی علیہ السلام نے بھی روحانی تعلیمات کے ساتھ ساتھ جسمانی صحت کے بارے میں بھی کوئی اصول بتایا ہے کہ آدمی اپنی صحت کا خیال کیسے رکھ سکتا ہے؟ وہ عالم کہنے لگے، جی ہاں، اللہ رب العزت کے محبوب ﷺ نے ہمیں جسمانی صحت کے بارے میں بھی بڑا انمول اصول بتا دیا ہے۔ چنانچہ انہوں نے حدیث پاک Quote (بیان) کی، جس کا اردو ترجمہ یہ ہے:

معدہ تمام بیماریوں کی بنیاد ہے، تم جسم کو وہ دو جس کی اس کو ضرورت ہے اور

پرہیز علاج سے بہتر ہے؛ جب عیسائی حکیم نے علی بن حسین کی زبان سے قرآن وحدیث میں موجود طب کے یہ رہنما اصول سنے تو وہ کہنے لگا تمہاری کتاب اور تمہارے رسول ﷺ نے جالینوس کے لئے کوئی طب نہیں چھوڑی؛ اللہ اکبر.....!!!

آج ڈاکٹر لوگ Confirm (تصدیق) کرتے ہیں کہ ہماری Eating habits (کھانے کی عادات) ہی ہماری بیماریوں کو Decide (ڈیسائیڈ) کررہی ہوتی ہیں۔ مثلاً

......اگر ہم بہت زیادہ چینی کھائیں گے تو شوگر کے مریض بن جائیں گے۔

......اگر بہت ہی زیادہ Creamy (ملائی دار) اور Juicy (رس بھری) چیزیں کھائیں گے تو کولیسٹرول لیول ہائی کر بیٹھیں گے۔

......اور اگر بہت ہی زیادہ چٹ پٹی چیزیں کھائیں گے تو السر اور بلڈ پریشر کے مریض بن جائیں گے۔

اس لئے نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ معدہ تمام بیماریوں کی بنیاد ہے، یہیں سے بیماریاں شروع ہوتی ہیں، اس لئے جو بندہ اپنے معدے کو کنٹرول کر لے، جو چیزیں انسان کے لئے فائدہ مند ہیں وہ استعمال کرے اور جو چیزیں نقصان دہ ہیں ان سے بچ جائے تو وہ انشاء اللہ ان بیماریوں سے بچا رہے گا، تو حدیث پاک کا پہلا حصہ یہ ہے کہ معدہ تمام بیماریوں کی بنیاد ہے۔

جسم کو وہ دو جسکی اسے ضرورت:

حدیث پاک کا دوسرا حصہ یہ ہے کہ تم جسم کو وہ دو جس کی اس کو ضرورت ہے۔ اب کچھ صوفی حضرات بیمار ہوتے ہیں تو دوائی نہیں کھاتے۔ اسی طرح کئی عورتیں دوائی تو منگوا لیتی ہیں لیکن کڑوی ہونے کی وجہ سے استعمال نہیں کرتیں ......یہ نبی علیہ الصلوۃ

والسلام کی تعلیمات کے خلاف ہے...... کیونکہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا ہے کہ جسم کو وہ دو جس کی اس کو ضرورت ہے۔ اس حدیث پاک کی رو سے اگر جسم کو کسی چیز کے کھانے کی ضرورت ہے تو اسے وہ چیز دینا حکمِ نبویؐ ہے۔ اور آگے فرمایا:

پرہیز علاج سے زیادہ بہتر ہوتا ہے

پرہیز علاج سے بہتر:

آج ہم اس معاملے میں بہت ہی زیادہ سستی کے مرتکب ہوتے ہیں۔ جہاں آپ دیکھیں کہ دسترخوان پر کسی نے سویٹ ڈش کی طرف پہلے ہاتھ بڑھایا تو آپ اسی وقت سمجھ لیں کہ یہ آدمی Diabetic (شوگر کا مریض) ہے...... لوگ پراٹھے کھائیں گے، ان کی Arteries (شریانیں) بھی بند ہوں گی اور پھر کہیں گے کہ اللہ مالک ہے۔ بھئی! اللہ تعالیٰ تو مالک ہے۔ لیکن پروردگار نے عقل بھی تو استعمال کرنے کے لئے دی ہے۔ جب عقل بتا رہی ہے کہ میں مریض ہوں اور مجھے مٹھائی سے منع کیا گیا ہے تو مجھے رک جانا چاہیے۔ لوگ اسکو توکل سمجھتے ہیں، حالانکہ یہ گناہ ہے۔ توکل یہ نہیں ہے یاد رکھیں کہ......

مٹھائی کی شکل میں زہر:

جس بندے کو ڈاکٹر کسی چیز سے منع کریں اور کہیں کہ یہ تمہارے جسم کے لئے نقصان دہ ہے، وہ اس کو کھا کر توکل کا مظاہرہ نہ کرے۔ اس سے اسے توکل کا ثواب تو نہیں ملے گا، البتہ اگر اس کے کھانے سے موت واقع ہوگئی تو ممکن ہے کہ قیامت کے دن خودکشی کا عذاب ہو جائے۔

لوگ تو میٹھا ہی کھا رہے ہوتے ہیں لیکن یہ ان کیلئے Slow

Poison (سست رفتار زہر) ہی ہے۔ جس کی شوگر کنٹرول میں نہیں ہے اور اس کے پاؤں پر زخم بھی بنا ہوا ہے اور اس کے باوجود بھی وہ میٹھا کھا رہا ہے تو اسے چاہیے کہ وہ اسے میٹھا مت سمجھے بلکہ یہ میٹھائی کی شکل میں Poison (زہر) ہے۔

آج کی دنیا میں سب سائنسدان تسلیم کرتے ہیں کہ پرہیز علاج سے بہتر ہے۔ بلکہ انگریزی کا مقولہ بھی ہے کہ

Prevention is better than cure'

(پرہیز علاج سے بہتر ہے۔)

زیادہ کھانے سے پیدا ہونے والی بیماریاں:

انسان جو کچھ کھاتا ہے وہ اس کے بدن کی ضرورت ہوتی ہے۔ مگر انگریزی کا ایک مقولہ ہے کہ Excess in everything is bad (کسی چیز کی زیادتی ہمیشہ نقصان دہ ہوتی ہے)

اس مقولے کے پیشِ نظر اگر ہم کسی بھی مشین کو اوورلوڈ کر دیں گے تو بریک ڈاؤن کے چانسز بڑھ جائیں گے۔ یہی حال انسان کے معدے کا ہے۔ اس کو کھانے کی ایک مخصوص مقدار فائدہ دیتی ہے، لیکن اگر اس میں زیادہ فیڈ کرنا شروع کر دیں گے تو فائدے کی بجائے الٹا نقصان شروع ہو جائے گا۔ Over eating (بسیار خوری) انسان کو صحت نہیں بلکہ بیماری دیتی ہے۔

اصل صحت کیا ہے؟

زیادہ کھانے سے انسان کے اندر Fat (چربی) زیادہ آجاتی ہے۔ وہ موٹا ہو جاتا ہے، جس کی وجہ سے اس کا Weight (وزن) بڑھ جاتا ہے۔ یہ وزن کا بڑھ جانا مؤمن بندے کے لئے ایک مصیبت ہوتی ہے۔ وہ کسی کام کا نہیں رہتا۔ اگر وہ پیدل بھی چند

قدم چل لے تو اس کو سانس چڑھ جاتا ہے۔اب وہ عبادت کیسے کرے گا۔اس طرح تو دنیا کے کام کاج بھی نہیں ہو سکیں گے۔جس سے اپنا آپ نہیں سنبھالا جاتا وہ خدا کے کسی دوسرے بندے کو کیا سنبھالے گا۔یاد رکھیں کہ صحت موٹاپے کو نہیں کہتے بلکہ صحت اسے کہتے ہیں کہ انسان کی Physique (جسامت) ایسی ہو کہ دیر تک کام بھی کرے تو وہ تھکے نہیں۔جب ایسا جسم ہو کہ کام کر کے تھکاوٹ محسوس نہ ہو تو بندہ سمجھ لے کہ اب میری صحت بہت اچھی ہے۔

بسیار خوری کے نقصانات:

اگر آپ غور کریں تو آج کے دور میں ایسی بیماریاں بہت عام ہیں جن کا تعلق Over Eating (بسیار خوری) سے ہے۔مثلاً بلڈ پریشر، شوگر، گیسٹرک، السر وغیرہ۔کم کھانے سے جو بیماریاں ہوتی ہیں وہ آج کے دور میں نہیں ہیں۔اس کا مطلب ہے کہ ہمارے اوپر اللہ رب العزت کی بہت زیادہ نعمتیں ہیں، شاید کہ اتنی مادی نعمتیں پہلوں کے پاس نہیں تھیں۔لیکن کتنی عجیب بات ہے کہ اللہ رب العزت کی جتنی ناشکری آج کے دور میں ہو رہی ہے اتنی ناشکری پہلے کبھی نہیں ہوتی تھی۔

کم کھانے کی عادت ڈالئے:

انسان کی خوراک ہمیشہ اس کی ضرورت کے مطابق رہنی چاہیے۔اب ہر انسان کی خوراک اس کے جسم کے حساب سے اپنی ہوتی ہے۔علماء نے لکھا ہے کہ انسان کو جتنی بھوک ہو اگر وہ اس سے ذرا دو چار لقمے کم کھائے تو یہ ایک اچھی Eating habit ہے۔ہم یہ نہیں کہتے کہ انسان کے پاس اللہ کی نعمتیں ہوں اور وہ پھر بھی بھوکا رہے اور جسم کو غذا ہی نہ دے.....ضرور کھائیے، مگر کتنا؟.....بدن جتنی ضرورت محسوس کرے اس سے چند لقمے کم کھا لیجئے تا کہ خوراک اچھے انداز سے Digest (ہضم) ہو کر جسم کا حصہ بن سکے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول:

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کم کھانے کے عادی تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی پوری زندگی میں تین Consecutive (لگاتار) دن ایسے نہیں آئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تینوں دن پیٹ بھر کر کھایا ہو۔ اگر ایک دن کھانا کھاتے تو دوسرے دن فاقہ فرماتے اور اگر دو دن کھاتے تو تیسرے دن فاقہ ہو جاتا تھا۔

ایک مرتبہ سیدہ فاطمہ الزہرہؓ اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں تو محبوبِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی عادت کے مطابق ان کا کھڑے ہو کر استقبال فرمایا۔ سیدہ فاطمہ الزہرہؓ نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عرض کیا، اے ابا جان! سیدنا علیؓ آٹا لائے تھے، میں نے روٹیاں بنائیں، ایک روٹی سب کے حصے میں آئی، ایک میرے حصے میں آئی، جب میں کھانے لگی تو میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ فاطمہ! تم تو کھا رہی ہو، پتہ نہیں کہ تمہارے ابا حضور کو کچھ کھانے کو ملا ہے یا نہیں۔ اس لئے میں نے آدھی روٹی بچا لی۔ اب میں آپ کی خدمت میں وہ آدھی روٹی تحفہ کے طور پر پیش کرتی ہوں۔ اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ آدھی روٹی قبول فرما لی اور اس کا لقمہ اپنے منہ مبارک میں ڈال کر فرمایا:

میری بیٹی فاطمہ! قسم ہے اس پروردگار کی جس کے قبضۂ قدرت میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے، تین دن سے تیرے والد کے منہ میں روٹی کا کوئی لقمہ نہیں گیا۔

صحت مندی کا بہترین راز:

ایک حکیم صاحب لوگوں کا علاج معالجہ کرنے کے لئے مدینہ منورہ پہنچے۔ ان کا خیال تھا کہ مدینہ منورہ میں کوئی حکیم نہیں ہے اس لئے میرا کام خوب چلے گا، مگر کتنے ہی دن

گزر گئے کہ ان کے پاس کوئی مریض بھی نہ آیا۔ چنانچہ وہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوکر کہنے لگے، جی میں تو اس لئے آیا تھا کہ میرا کام اچھا چلے گا لیکن یہاں تو میرے پاس کوئی آیا ہی نہیں ۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا یہ لوگ کھانا اس وقت کھاتے ہیں جب انہیں سخت بھوک لگی ہوتی ہے اور ابھی کچھ بھوک باقی ہوتی ہے کہ یہ کھانے سے ہاتھ کھینچ لیتے ہیں، اس وجہ سے ان کو بیماریاں کم لگتی ہیں۔

یہ صحت مندی کا بہترین راز ہے جو اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بتایا۔

پیغامِ عافیت:

چونکہ انسانوں کی سمجھ، ان کا ایجوکیشن لیول، ان کے Resources (وسائل) اور انکی Economic Conditions (معاشی حالتیں) مختلف ہوتی ہیں، اسلئے اللہ رب العزت نے اپنے بندوں پر مہربان فرمائی کہ کوئی بندہ یہ Good Eating habit (کھانے کی اچھی عادات) اپناتا ہے یا نہیں، ان پر ایک مہینہ ایسا بھیج دیا کہ اس مہینے میں وہ زبردستی اس کا پابند ہوجائے تاکہ اس کو بھی فائدہ مل جائے۔ اس طرح ہر طبقہ کے انسانوں کے لئے رمضان المبارک صحت کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ گویا یہ مہینہ ہر طبقہء انسانی کیلئے عافیت کا پیغام دیتا ہے۔

حقانیتِ اسلام کا ایک واضح ثبوت:

مجھے ورجینیا (امریکہ) میں ایک عیسائی انجینئر ملے، باتیں کرتے کرتے وہ مجھے کہنے لگے کہ میں آج کل Fasting (روزہ داری) کر رہا ہوں۔ یعنی روزہ رکھ رہا ہوں ۔ میں نے ان سے پوچھا، بھئی! کیا مطلب؟ وہ کہنے لگے، آپ لوگ بھی تو ایک مہینہ کیلئے Fasting (روزہ داری) کیا کرتے ہیں ۔ میں نے کہا، ہاں، وہ کہنے لگے کہ اس میں

Medically (طبی طور پر) اتنے فائدے ہیں کہ میں نے ان ظاہری فائدوں کی خاطر اپنی زندگی کا معمول بنالیا ہے کہ میں بھی ہر سال ایک مہینہ روزے رکھتا ہوں۔وہ غیر مسلم جنہوں نے ابھی اسلام بھی قبول نہیں کیا وہ بھی اسلامی تعلیمات کی حکمتوں کو مانتے ہیں اور بسا اوقات انکو اپنا کر دنیاوی فائدے اٹھاتے ہیں۔

شیر کی صحت کا راز:

آج Normaly (عام طور پر) ہم جتنا کھاتے ہیں وہ ہماری ضروریات سے بہت زیادہ ہوتا ہے......ایک دو مثالوں سے بات سمجھ میں آجائیگی......شیر کے بارے میں کہتے ہیں کہ وہ جنگل کا بادشاہ ہے۔اس کے جسم کے اندر Muscle strength اتنی ہوتی ہے کہ اگر وہ کبھی کسی جانور کے سامنے آجائے تو اس جانور کی آدھی جان تو اسی وقت ہی نکل جاتی ہے۔جب وہ چلتا ہے اور دوڑتا ہے تو اس کے جسم کے خدوخال کو دیکھ کر بندہ حیران ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ واقعی یہ حق رکھتا ہے کہ اس کو جنگل کا بادشاہ ہونا چاہئے......اسکی خوراک کتنی ہوتی ہے؟

اسکو ہفتے میں ایک مرتبہ گوشت Feed (فیڈ) کیا جاتا ہے۔ہمیں دنیا میں متعدد ایسی جگہوں کو دیکھنے کا موقع ملا جہاں شیروں کی خاص نسلوں کو Breed (افزائش) کیا جاتا ہے۔ہم نے ان سے یہ سوال بارہا پوچھا۔پوری دنیا میں ہمیں یہ چیز Common یکساں) ملی کہ شیر کو ہفتے میں صرف ایک دفعہ ہی خوراک دی جاتی ہے اور وہ خوراک اسکے لئے پورا ہفتہ کافی رہتی ہے......ہم نے کہا کہ اسکو تو ہفتے میں صرف ایک دفعہ خوراک دیتے ہیں لیکن ہم ایک دن میں ماشاءاللہ کتنی بار کھاتے ہیں۔

مگرمچھ کی صحت کا راز:

اس وقت دنیا میں جو ذی روح موجود ہیں ان میں سے سب سے زیادہ عمر والا

Species (نوع) Crocodile (مگر مچھ) ہیں، اس وقت بھی مگر مچھ کی عمر ڈیڑھ سو سال، پونے دو سو سال، دوسو سال تک جارہی ہے۔ اسکے اندر Muscle Strength (پٹھوں کی طاقت) اتنی زیادہ ہے کہ اگر وہ شیر کا بازو بھی اپنے جبڑے میں لے لے تو وہ بازو کٹ تو سکتا ہے مگر وہ چھوٹ کر واپس نہیں آسکتا۔ اب اس بات پر ریسرچ کی گئی کہ اسکی لمبی زندگی اور اسکی Muscle Strength اتنی زیادہ ہونے کی وجہ کیا ہے تو پتہ چلا کہ اس جانور کی خوراک بہت تھوڑی ہے۔

آپ حیران ہوں گے کہ کروکوڈائل (مگر مچھ) کا وزن ۷۰۰ کلوگرام ہوتا ہے یعنی اگر ستر کلوگرام کا ایک بندہ ہو تو اس جیسے دس آدمیوں کے وزن کے برابر اس مگر مچھ کا وزن ہوتا ہے......لیکن وہ چوبیس گھنٹوں میں صرف ۷۰۰ گرام کھانا کھاتا ہے۔ یعنی ایک کلوگرام سے بھی کم......سوچنے کی بات یہ ہے کہ ہمارا دوپہر کا کھانا بھی ماشاءاللہ دو کلوگرام کے برابر ہوتا ہے۔ اور تین کھانوں کے علاوہ چائے کے نام پر اور پتہ نہیں کہ کس کس کے نام پر اور کیا کیا کھا رہے ہوتے ہیں۔ یہ دستور ہے کہ جب بھی کسی مشین کو Over burden کر دیا جائے تو اس مشین کی پروڈکشن صحیح نہیں ہوتی۔

❁ سستی کیوں پیدا ہوتی ہے؟

دماغ ہر وقت ہمارے جسم کے خون کو مختلف Organs (اعضاء) کہ درمیان تقسیم کر رہا ہوتا ہے۔ جب ہم بہت زیادہ کھا لیتے ہیں تو ہمارا دماغ فیصلہ کر لیتا ہے کہ اب بدن میں سب سے زیادہ خون کی ضرورت Stomach (معدہ) کو ہے......جیسے کوئی فائر، فائٹنگ کرتا ہے کہ جہاں ضرورت ہو وہاں زیادہ توجہ دو، وہاں ایمرجنسی نافذ کر دی جاتی ہے۔ اسی طرح ہمارے خون کا ایک وافر حصہ معدے کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے حتیٰ کہ اس وقت ہمارے دماغ کو بھی تھوڑا خون پہنچ رہا ہوتا ہے، اسلئے غنودگی طاری ہوتی ہے۔ زیادہ کھا لینے کے بعد جو غنودگی سی طاری ہوتی ہے اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ دماغ جسم کے

دوسرے اعضاء سے بلڈ کم کر کے Stomach (معدہ) کو بھیج دیتا ہے..... گویا دماغ یہ کہتا ہے کہ اب مصیبت پڑ گئی ہے، اب اس خوراک کو بھی Digest (ہضم) کرنا ہے۔ چونکہ خون کا بہت کم حصہ باقی بدن کو ملتا ہے اسلئے بندہ Lazy (سست) ہو جاتا ہے اور وہ زیادہ وقت سویا رہتا ہے۔

مشاہیر اور انکی خوراک:

دنیا میں جتنے بھی مشاہیر گزرے ہیں اگر آپ انکے زندگیوں کو اس اعتبار سے دیکھیں کہ وہ کتنا کھاتے تھے تو یہ چیز آپ کو Common (یکساں) نظر آئے گی کہ ان کی خوراک بہت واجبی سی تھی۔ مثال کے طور پر......

(۱)......امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ رب العزت نے ایسی ذہانت دی تھی کہ آپ کو لاکھوں حدیثیں یاد تھی۔ ایک مرتبہ ان سے پوچھا گیا کہ آپ دن میں کتنا کھاتے ہیں تو فرمانے لگے کہ میں آج کل سات بادام کھا کر اپنے کام میں مصروف ہو جاتا ہوں اور میرا پورا دن اسی پر گزر جاتا ہے...... اللہ اکبر!!!...... جتنے لوگوں کا آئی کیو لیول اچھا ہوتا ہے یہ سب وہ لوگ ہوتے ہیں جن کے اندر Fat (چربی) تھوڑی ہوتی ہے اور ان کے جسم بہت اچھے ہوتے ہیں۔

(۲)......مجھے ایک دفعہ ایک میوزیم دیکھنے کا موقع ملا۔ میں نے وہاں آئن سٹائن کی Mummy (حنوط شدہ لاش) دیکھی۔ یہ آئن سٹائن آج کی دنیا میں اس طرح Respected Figure (معزز) ہے جیسے دین کے حلقوں میں پیغمبروں کی عزت کی جاتی ہے۔ اس نے Theory Of Relativity (نظریہ اضافت) پیش کیا۔ میں تو اس کا دبلا پتلا سٹرکچر دیکھ کر حیران رہ گیا۔ میرا خیال ہے کہ اس کا وزن ساٹھ کلوگرام سے زیادہ نہیں ہوگا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کو ایسا دماغ دیا کہ اس نے مادے اور انرجی کے

ٹرانسفارم ہونے کی جو Equation (مساوات) دی آج اس کی بنیاد پر دنیا کے اندر سب سے زیادہ ریسرچ کی جارہی ہے۔

ایک گولڈن چانس:

ہمارے نوجوانوں کو چاہیے کہ وہ اچھی Eating Habit (کھانے کی عادت) کو اپنائیں۔ رمضان المبارک کا مہینہ اپنی اس Habit (عادت) کو کنٹرول کرنے کیلئے ایک گولڈن چانس ہے۔ روزے کی کئی حکمتیں ہیں۔ اس سے انسان نے اندر صبر پیدا ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی قدر دل میں آتی ہے۔ پتہ نہیں کہ ہم کتنا کھانا ضائع کردیتے ہیں۔ جب خود بھوکے ہوتے ہیں تب پتہ چلتا ہے کہ ایک لقمے کی کیا ویلیو ہوتی ہے۔ تو جہاں روزے کے اور فائدے ہیں وہاں ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ انسان اپنے Eatng Scadual (کھانے کے شیڈول) کو کنٹرول کرسکتا ہے۔

وزن کم کرنے کا آسان نسخہ:

ایک ہوتا ہے کم کھانا، یہ بھی نبی علیہ السلام کی مبارک سنت ہے اور ایک ہوتا ہے آہستہ کھانا، یہ بھی نبی علیہ السلام کی مبارک سنت ہے...... اس میں ایک دلچسپ نکتہ ہے...... آپ نے دیکھا ہوگا کہ ہم میں سے بعض لوگ کھانے کیلئے دسترخوان پر بیٹھتے ہیں تو Within few minutes (چند منٹوں میں) دسترخوان سے بہت کچھ ان کے پیٹ میں شفٹ ہو چکا ہوتا ہے۔ جب کھانا کھالیتے ہیں تو تھوڑی دیر کے بعد پیٹ پکڑ کر کہ رہے ہوتے ہیں کہ یار آج تو بہت کھالیا ہے۔ اس میں دلچسپ نکتہ یہ ہے کہ مجھے ایک مرتبہ ایک ایسا مضمون پڑھنے کا موقع ملا جس کو کسی ملک میں ڈاکٹروں کی ایک ایسوسی ایشن نے چھاپا تھا...... یہ ایک پکی بات ہے...... انہوں نے لکھا تھا کہ جو بندہ اپنے وزن کو کم کرنا چاہے اس کو چاہیے کہ وہ آہستہ کھائے۔ یہ چیز پڑھ کر یہ عاجز بڑا حیران ہوا کہ اب تک تو کہتے

تھے کہ جو وزن کم کرنا چاہے وہ ڈائٹنگ کرے اور اب یہ کہہ رہے ہیں کہ جو وزن کم کرنا چاہے وہ آہستہ کھائے۔

بھوک کم ہونے کا احساس:

کھانے کے معاملے میں لوگ دو طرح کے ہوتے ہیں، کچھ Dieting (ڈائٹنگ) کے قائل ہوتے ہیں اور کچھ Die eating (ڈائی ایٹنگ) کے قائل ہوتے ہیں......ہم نے یہ پہلی مرتبہ پڑھا کہ آہستہ کھانے سے انسان کا وزن گھٹتا ہے۔ یہ ہمارے لئے ایک نئی چیز تھی۔ ہم نے اس پورے لٹریچر کو پڑھا۔ اس میں ایک عجیب بات لکھی ہوئی تھی ۔اس میں لکھا تھا کہ جب ہم کھانا کھاتے ہیں تو ہمارا دماغ فیصلہ کرتا ہے کہ ہم نے کتنا کھایا۔

یہی بات ایک مثال سے سمجھیں......انسان کا سر بالکل سیدھا ہے یا جھکا ہوا ہے، اس کا Decision (فیصلہ) آنکھیں نہیں کرتیں بلکہ اس کا Decision (فیصلہ) دماغ کرتا ہے۔ ہمارے کانوں میں ایک Canal (نالی) ہے جس میں Lequid ہوتا ہے اور وہ Lequid اپنا لیول Maintain کرتا ہے۔ اس لیول کا سگنل جب دماغ کو پہنچتا ہے تو دماغ سمجھ لیتا ہے کہ سر سیدھا ہے یا جھکا ہوا ہے۔ اسی طرح پیٹ بھرنے کا Decision ہمارا دماغ لیتا ہے۔ اس سلسلے میں دماغ دو طرح سے Decision لیتا ہے۔

(۱)......ایک تو اس طرح کے انسان کے پیٹ کے اوپر کی جلد کے اندر Transpucr (ٹرانسپیوسر) لگے ہوتے ہیں۔ یہ ایسے ہی ہوتے ہیں جیسے Pickup (پک اپ) لگی ہوتی ہے۔ جب انسان کھانا کھاتا ہے اور Stomach (معدہ) ذرا پھیلتا ہے تو وہ Transpucer (ٹرنسپیوسر) خود ہی Elongate ہو کر اندازہ لگا لیتے ہیں کہ اندر کتنی خوراک چلی گئی ہے۔ مگر یہ Slow Acton

Transpuce (سست رفتار ٹرانسپیوسر) ہیں۔ یہ اپنا سگنل بنا کر دماغ تک پہنچانے میں سات منٹ سے لیکر دس منٹ تک لے سکتے ہیں۔ یعنی اتنے وقفے کے بعد Pick up (پک اپ) دماغ کو بتائے گا کہ پیٹ بھر گیا ہے

(۲)..... انسان کو دوسرا سگنل اس کے منہ سے ملتا ہے۔ منہ ایک کرشنگ یونٹ ہے۔ یہ یونٹ جتنی تیزی سے کام کرتا ہے یہ بھی دماغ کو پہنچ رہا ہوتا ہے۔ ان دو سگنلز کو سامنے رکھ کر انسان کا دماغ Decision (فیصلہ) لیتا ہے کہ پیٹ میں کتنی خوراک پہنچ چکی ہے۔

اب ذرا یہ دیکھیں کہ ہم کیا کرتے ہیں؟

ہم یہ کرتے ہیں کہ تین چار منٹ کے اندر اندر دو روٹیاں بھی کھا لیتے ہیں، پانی بھی پی لیتے ہیں۔ ابھی پیٹ والا سگنل بھی نہیں پہنچتا ہوتا اور اس سے پہلے ہم Overeat کر (زیادہ کھا) چکے ہوتے ہیں۔ لہٰذا جب اصل سگنل پہنچتا ہے تب ہم محسوس کرتے ہیں کہ آج تو میں نے بہت زیادہ کھا لیا ہے۔

اس کا ایک پروف (ثبوت) بھی ہے۔ فرض کریں کہ آپ کھانا کھا رہے ہیں اور آپ نے ابھی آدھی روٹی کھائی تھی کہ اتنے میں کوئی انٹرنیشنل کال آگئی اور آپ فون سننے کے لئے چلے گئے۔ اگر آپ پانچ سات منٹ تک فون سنتے رہے جب واپس آئیں گے تو آپکی بھوک مٹ چکی ہوگی۔ یہی وجہ ہے کہ لوگ کہتے ہیں کہ بھوک مر جاتی ہے، بھئی! بھوک نہیں مرتی بلکہ وہ جو چند منٹ گزرے ان میں پیٹ کا صحیح سگنل دماغ تک پہنچ گیا اور دماغ نے Decision (فیصلہ) لے لیا کہ بس اتنی خوراک کافی ہے۔

سلمنگ کلب جانے کی ضرورت نہیں:

رمضان المبارک میں دن میں روزہ رکھنے کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ ہمارے بدن میں ذرا خوراک کم ہو...... اچھا، جب خوراک کم ہوتی ہے تو پھر کیا ہوتا ہے؟

جب بھی معدے میں خوراک کم ہو اور بدن کو بھی اس کی ضرورت ہو تو بدن Fat (چربی) کو اسی وقت شوگر میں تبدیل کر کے استعمال کرنا شروع کر دیتا ہے۔ یہ Steroids (سٹیرائیڈ) ہوتے ہیں جو بدن کے اندر Generate (پیدا) ہو جاتے ہیں اور وہ انسان کی Fat (چربی) کو شوگر بنا دیتے ہیں اور وہ پھر انسان کے بدن میں استعمال ہونا شروع ہو جاتی ہے۔ اسلئے جب انسان بھوکا رہتا ہے تو اس کی چربی پگھل رہی ہوتی ہے اور اسکا جسم سمارٹ ہو رہا ہوتا ہے۔ اس لئے جو لوگ Slimming Club (سلمنگ کلب) میں جاتے ہیں اور پھر بھی ان کا جسم ہلکا نہیں ہوتا ان کو چاہیے کہ وہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مبارک سنت پر بیٹھ کر ہی عمل کر لیں، انہیں سلمنگ کلب جانے کی ضرورت ہی نہیں پڑے گی بلکہ ان کی Fat (چربی) اپنے آپ ہی پگھلتی چلی جائے گی۔

❁ تراویح کے جسمانی فائدے:

ایک تو رمضان المبارک میں روزے رکھوائے گئے اور دوسرا رات کو تراویح کا حکم دیا گیا۔ ذہن میں سوال پیدا ہوتا ہے کہ تراویح کے روحانی فائدے تو ہیں، ان کے ساتھ ساتھ اس کے جسمانی فائدے کیا ہیں؟ تو بھئی! نماز کے روحانی فائدے تو بے شمار ہیں، ان کے ساتھ ساتھ اس کے جسمانی فائدے بھی ہیں۔

❁ عبادت بھی ورزش بھی:

نماز ایک قسم کی Exercise (ورزش) ہے۔

ڈاکٹر دس سال پہلے کہتے تھے کہ جاگنگ کیا کریں، یعنی بھاگا کریں۔ پھر ثابت ہوا کہ جو جاگنگ زیادہ کرتے ہیں بڑھاپے میں ان کے پاؤں کی ہڈیاں پرابلم کرتی ہیں۔ لہٰذا اب ڈاکٹر آہستہ آہستہ Brisk walk (برس واک) کرنے کو کہتے ہیں۔ برسک واک

ذرا تیز چلنے کو کہتے ہیں۔ڈاکٹر کہتے ہیں کہ یہ انسان کے لئے سب سے زیادہ فائدہ مند ہے۔

اللہ تعالیٰ کی شان دیکھئے کہ برسک واک یعنی ذرا تیزی کے ساتھ چلنا بھی میرے محبوب ﷺ کی مبارک سنت ہے۔حدیث پاک میں آیا ہے کہ اللہ کے محبوب ﷺ ایسے چلتے تھے جیسے کوئی اونچی جگہ سے نیچی جگہ کی طرف تیزی کے ساتھ اتر رہا ہوتا ہے۔یہ میرے محبوب ﷺ کی سنت ہے اور آج دنیا نے بالآخر دھکے کھا کھا کر دنیا کے فائدے کی خاطر میرے محبوب ﷺ کی سنت کو اپنا لیا ہے۔

نماز کا فائدہ:

پھر ڈاکٹروں نے کہا کہ یہ جو ہم دن میں ایک بار برسک واک کرتے ہیں یہ بھی اتنی فائدہ مند نہیں ہے، یہ دن میں کئی مرتبہ کرنی چاہیے۔اب یہاں سوال یہ پیدا ہوا کہ بندہ ہر وقت واک ہی کرتا رہے اور کوئی کام نہ کرے۔انہوں نے کہا، جی نہیں، انسان اتنی Execise (ورزش) کرلے جس سے اس کی Heart beat (دل کی دھڑکن) تھوڑی سی تیز ہو جائے اور جو Fluid (سیال مائع) انسان کے اندر بلڈ کی شکل میں بہہ رہا ہے اسکی مقدار بڑھ جائے تا کہ یہ پوری شریانوں کو صاف کر دے۔انہوں نے کہا کہ چند مرتبہ Exercise (ورزش) کرے اگرچہ تھوڑی ہی ہو۔اگر وہ لوگ دن میں پانچ مرتبہ نماز پڑھنے کے عادی ہوتے تو ان کو ایسی Exercise (ورزش) کے بارے میں سوچنے کی ضرورت ہی نہ پڑتی۔

جاپان کی ایک میٹنگ:

ہمارے ایک دوست جاپان گئے۔وہاں ایک جگہ پر ایک کمپنی کے بورڈ آف ڈائر کٹرز کی میٹنگ تھی۔انہوں نے بھی اس میٹنگ میں شمولیت اختیار کی۔وہ کہنے لگے کہ آٹھ دس گھنٹے کی میٹنگ تھی۔اس میٹنگ کے دوران وہ ایک ڈیڑھ گھنٹے کے بعد کھڑے ہو جاتے

اور اپنی کرسی کے ساتھ ہی کوئی بازو ہلا رہا ہوتا......کوئی نیچے جا رہا ہوتا......کوئی تھوڑا سا آگے پیچھے ہو رہا ہوتا ......گویا وہ کھڑے کھڑے ہاتھوں سے Ligh Exercise (ہلکی ورزش) کرتے اور بیٹھ جاتے، اس میٹنگ کے دوران انہوں نے تین مرتبہ بریک لیکر یہ Exercise (ورزش) کی۔وہ کہنے لگے کہ میں نے ان سے پوچھا کہ آپ یہ کیا کر رہے ہیں؟ وہ کہنے لگے کہ ہمارے ڈاکٹر اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ دن میں ایک مرتبہ Exercise (ورزش) کرنے کے بجائے چند مرتبہ Light Exercise (ہلکی ورزش) کرلی جائے تو اسکا فائدہ زیادہ ہوتا ہے۔

یہ سن کر وہ کہنے لگے کہ میں نے انہیں کہا، او اللہ کے بندو! تم یہ جو تھوڑی دیر کے بعد چند منٹ کی Exercise (ورزش) کرتے ہو اگر اسکی بجائے تم دن میں پانچ مرتبہ نماز پڑھ لیا کرو تو آٹومیٹک Execise (ورزش) ہو جائے گی

عبادت بھی اور ورزش بھی:

اب دیکھئے کہ ایک مؤمن بندہ اللہ تعالیٰ کا حکم سمجھ کر یہ عمل کر رہا ہوتا ہے۔حتی کہ کوئی انپڑھ بندہ جو پہاڑ کی چوٹی پر رہتا ہے۔اسے کچھ پتہ نہیں کہ نماز میں میرا جسمانی فائدہ کیا ہے، لیکن اگر وہ بھی پابندی کے ساتھ نماز پڑھتا ہے تو اس کو بھی جسمانی فادہ مل جاتا ہے۔ افسوس کے ہمارے کئی نوجوان نماز کی پابندی نہیں کرتے اور جو پابندی کرتے ہیں ان کو عبادت کا ثواب بھی مل جاتا ہے اور انکی ورزش بھی ہو جاتی ہے۔

دائمی خوبصورتی کا راز:

ہم ایک مرتبہ واشنگٹن میں Simthsonian Space musium (خلائی عجائب گھر) دیکھ رہے تھے۔ ہمیں وہاں ایک ڈاکٹر صاحب ملے۔انہوں نے ہمارا مسلمان والا حلیہ دیکھا تو بات چیت شروع کر دی۔وہ مجھے کہنے لگے کہ جو مسلمانوں میں زیادہ

عبادت گزار ہوتے ہیں ان کے چہرے پر نور ہوتا ہے۔میں نے کہا، جی بالکل، صلحاء کا نور ہوتا ہے۔وہ کہنے لگے کہ اس کی ایک وجہ ہے۔میں نے پوچھا، کیا وجہ ہے؟ وہ کہنے لگے کہ انسانی جسم کے وہ اعضاء جو دل سے نیچے ہیں ان میں دل کے لئے بلڈ پہونچانا آسان ہوتا ہے۔اور جو اعضاء دل سے اوپر ہوتے ہیں ان میں بلڈ پہونچانا دل کیلئے مشکل ہوتا ہے۔اسلئے سر میں جتنا Blood Flooded (خونی بہاؤ) جانا چاہئے اتنا نہیں جاتا۔مسلمان لوگ جب نماز پڑھتے ہیں تو سجدہ بھی کرتے ہیں۔سجدے میں انکا سر اور چہرہ نیچے ہوتا ہے اور دل اوپر ہوتا ہے۔یہی ایک ایسی صورت ہے کہ جس میں بلڈ Flooded (فلڈڈ) ہو کر انسان کے سر، چہرے اور پورے جلد کے اندر جارہا ہوتا ہے۔پھر وہ کہنے لگے کہ ذرا لمبا سجدہ کریں تو چہرے کے اندر خون محسوس ہوتا ہے میں نے کہا، ہاں۔پھر انہوں نے کہا کہ یہ بلڈ کی سرکولیشن جو ہر روز چہرے پر Flooded (فلڈڈ) ہو رہی ہوتی ہے یہ انسان کے چہرے کو تر و تازہ بنا دیتی ہے۔

میں نے سوچا کہ اگر عورتوں کو اس اصول کا پتہ چل جائے کے نماز پڑھنے سے انسان کا چہرہ دیر تک معصوم نظر آتا ہے تو شاید وہ کریموں کو چھوڑ کر نفلی نمازوں کے پیچھے پڑ جائیں۔اور واقعی آپ دیکھیں گے کہ جو بھی نیکوکار انسان ہوگا اس کے چہرے پر آپ کو ایک روشنی نظر آئیگی۔روحانی اثر اپنی جگہ مگر نماز کا یہ جسمانی فائدہ بھی ہے کہ وہ جو Flooded خون انکو سجدوں میں پہنچ رہا ہوتا ہے وہ انکے چہروں پر بہار کی سی تازگی اور خوبصورتی عطا فرما دیتا ہے۔

شوگر لیول کنٹرول کرنے کا ذریعہ:

ڈاکٹر اس بات پر متفق ہیں کہ آدمی جب صبح کے وقت سو کر اٹھتا ہے تو اسکا شوگر لیول سب سے ڈاؤن ہوتا ہے، اسی لئے لیباڈری میں کولیسٹرول چیک کروانا ہو تو کہتے ہیں

صبح کے وقت کھانے سے پہلے آئیں، چونکہ اس وقت انسان کا شوگر لیول پہلے ہی ڈاؤن ہوتا ہے اسلئے اللہ تعالیٰ نے فجر کی صرف چار رکعتیں بنائیں۔ اس وقت زیادہ لمبی Exercise (ورزش) کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہوتی، بھلے قرأت جتنی لمبی کرلی جائے مگر Exercise (ورزش) صرف چار رکعت ہے۔

اس کے بعد ہم نے دوپہر کا کھانا کھایا اور ماشاء اللہ خوب پیٹ بھر کر کھایا۔ کھانا کھانے سے شوگر لیول اوپر چلا گیا۔ اب چار رکعتیں نہیں بلکہ بارہ رکعتیں بنادی گئیں، کہ اب تمہیں Exercise (ورزش) زیادہ کرنے کی ضرورت ہے، یعنی اگر تم یہ Exercise (ورزش) کروگے تو تمہارا شوگر لیول کنٹرول ہوجائے گا۔

جب بارہ رکعتیں پڑھنے سے شوگر لیول کم ہوگیا تو پھر عصر کی نماز میں چار رکعتیں آپشنل بنادی گئیں کہ اگر تم چاہو تو پڑھ لو ورنہ کوئی بات نہیں، تمہیں معاف کردیں گے اور باقی چار فرض قرار دی گئیں۔

ہوسکتا ہے کہ کسی کو عصر کے وقت بھوک لگی ہو اور اس نے عصرانہ میں کچھ کھالیا ہو یا اس نے چائے پی لی ہو یا آئسکریم کھائی ہو۔ اسطرح شوگر لیول ذرا ہائی ہوسکتا ہے اسلئے مغرب کی نماز میں سات رکعتیں بنادی گئیں۔

عام طور پر مغرب کے بعد عشاء کا کھانا کھایا جاتا ہے جب ہم نے مغرب کے بعد Heavy (ثقیل) کھانا کھایا تو شوگر لیول پھر ہائی ہوگیا۔ اب سات رکعتوں پر ہرگز گزارہ نہیں چل سکتا تھا اسلئے سترہ رکعتیں بنادی گئیں...... اب یہاں پر ذہن میں سوال پیدا ہوتا ہے کہ دوپہر میں تو بارہ سے کام چل گیا تھا، اب بارہ کیوں نہیں، سترہ کیوں؟ فرمایا کہ دوپہر میں بارہ رکعتوں کے بعد تم نے ابھی جاگ کر کام کرنا تھا اور شوگر لیول ڈاؤن ہونے کے چانسز تھے اور اب عشاء کے بعد تم نے سونا ہے لہٰذا بارہ سے کام نہیں چلے گا بلکہ اب سترہ رکعتیں پڑھنی پڑیں گی۔

اللہ تعالیٰ کی شان دیکھئے کہ رمضان المبارک میں تو بندہ صبح روزہ رکھتا ہے اور سارا دن بھوکا پیاسا رہتا ہے تو شام کے وقت جب افطاری ہوتی ہے تو پھر اس وقت خوب بھوک لگی ہوتی ہے۔روزہ دار اس وقت اکثر Over eating (بسیار خوری) کر لیتے ہیں ۔وہ ملک شیک بھی پی لیتے ہیں، جوس بھی پی لیتے ہیں اور کھانے بھی خوب کھاتے ہیں ۔اس طرح انکا شوگر لیول ایک دم ہائی ہوجاتا ہے۔جب بہت زیادہ Over eating (بسیار خوری) کر لیتے ہیں تو پروردگار فرماتے ہیں کہ اب تمہارا کام سترہ رکعت سے بھی نہیں چلے گا بلکہ اب تمہیں بیس رکعت (تراویح) اور بھی ادا کرنی پڑیگی تاکہ تمہارے جسم کو صحیح فائدہ پہنچ سکے۔

پروردگارِ عالم اپنے بندوں پر کتنے مہربان ہیں کہ عبادت بھی ایسی رکھی کہ جسکا بندوں کو ہی روحانی اور جسمانی فائدہ پہنچ رہا ہوتا ہے۔ جب کوئی آدمی سفر پر نکلتا ہے۔تو سفر میں Exertion (مشقت) ہوتی ہی رہتی ہے لہٰذا پروردگارِ عالم نے فرمایا کہ اچھا جو فرض تھے وہ بھی ہم نے آدھے کر دیئے اور جو نفل تھے وہ بھی تمہیں معاف کر دئے۔ سبحان اللہ!

رمضان المبارک کیلئے پلاننگ کی ضرورت:

اب رمضان المبارک کا مہینہ آنے والا ہے۔ یہ ہمارے لئے روحانی اور جسمانی فائدوں کے دروازے کھول دیگا۔لہٰذا ہمیں اس کے لئے ابھی سے تیار ہوجانا چاہئے۔اچھا بندہ ہر چیز کو پہلے Plan کرتا ہے اسی لئے کہتے ہیں کہ۔ well plan half done یعنی جس کام کو تم اچھا پلان کرلو گے سمجھ لو کہ آدھا کام ہوگیا۔آج تو شادی کی پلاننگ بھی ایک سال پہلے سے کرنی شروع کر دیتے ہیں۔ بزنس کی پلاننگ بھی پہلے سے کرتے ہیں اسی طرح ہمیں رمضان المبارک کی بھی پہلے سے پلاننگ کرلینی چاہئے کہ ہم نے اسے کیسے

گزارنا ہے۔اس کی پلاننگ کیلئے کوئی ورزش تو نہیں کرنی ہوتی کہ بھئی اتنی ڈنڈ بیٹھکیں روز نکالنی شروع کردو۔اسکی پلاننگ یہ ہے کہ آپ اپنی مصروفیات کو ابھی سے ایسے بنادیں کہ رمضان المبارک میں اپنے آپ کو Light (ہلکا پھلکا) رکھنے کی کوشش کریں۔گھر میں شادی ہو تو بندہ پورا مہینہ اپنے آپ کو ہلکا پھلکا رکھتا ہے کے جی میرے گھر میں شادی ہے، میں نے اپنے آپ کو Light رکھا ہوا ہے تاکہ میں شادی بھگتا لوں۔جیسے شادی گزرنے کیلئے ایک مہینہ اپنا سکیجول ٹائٹ کردیتے ہیں اسی طرح ہمیں بھی چاہئے کہ ہم بھی

......اللہ تعالیٰ کی مغفرت سے وافر حصہ پانے کیلئے

......اپنے گناہوں کو بخشوانے کیلئے اور

......اپنے رب کو منانے کیلئے

رمضان المبارک کے مہینے کیلئے Light Planning (لائٹ پلا ننگ) کردیں ۔اور ہم یہ کام کرسکتے ہیں۔کتنے کام ہوتے ہیں جو بندہ خود کرتا ہے۔لہٰذا ہمیں چاہئے کہ ہم رمضان المبارک میں اپنے سفروں کو،اپنے کاموں کو اور اپنی Meetings (میٹنگز) کو اس طرح Plan (پلان) کرلیں کہ ہم کچھ Lightweight (ہلکے پھلکے) رہنے کی کوشش کریں۔جب ہم Mentally (ذہنی طور پر) کچھ فارغ ہونگے تو یکسوئی سے نماز بھی پڑھ سکیں گے اور تراویح بھی پڑھ سکیں گے اور پھر پریشر بھی نہیں ہوگا کہ ہم نے فلاں میٹنگ میں جانا ہے۔

ایک تو یہ تیاری ہے کہ ہم اپنے آپ کو ذرا Light loaded (ہلکا پھلکا) کریں اور دوسرا یہ ہے کہ ہم اپنے آپ کو رمضان المبارک کے سکیجول کہ ساتھ ایڈجسٹ کرنے کیلئے Mentally تیار کرلیں۔آدمی کے اوپر ایک ڈر سا ہوتا ہے کہ اگر میں نے روزہ رکھ لیا تو کہیں میں کمزور نہ ہوجاؤں۔ہم کالج میں انٹرمیڈیٹ کلاس میں پڑھتے تھے۔وہاں ہمارا ایک دوست تھا۔اس وقت اسکی عمر اٹھارہ سال تھی۔اس کا جسم اتنا Bulky (بھاری) تھا کہ اس وقت اسکا وزن ایک سو پانچ گرام تھا۔لیکن وہ رمضان

المبارک کا روزہ نہیں رکھتا تھا۔ایک دن ہم نے ان سے پوچھا کہ تم رمضان المبارک کے روزے کیوں نہیں رکھتے ؟تو وہ کہنے لگا کہ میری امی کہتی ہے کہ اگر تم روزے رکھو گے تو تم کمزور ہو جاؤں گے۔

تین کھجوریں:

آپ اپنے ذہن کو تیار کر لیجئے کہ اگر ہم نے ایک مہینہ تک کچھ کم بھی کھایا تو ہمیں کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ ہمارے جسم کی ضرورت تو بہت زیادہ ہوتی ہے۔لیکن ہماری Eating habit(کھانے کی عادت)بہت زیادہ ہوتی ہے۔ڈاکٹروں نے لکھا ہے کہ جو انسان تین کھجوریں کھالے اس کو اتنی کیلوریز مل جاتی ہیں کہ اس کو تین دن تک بھوک کی وجہ موت نہیں آسکتی۔تین کھجوروں میں اتنی نیوٹریشن (غذائیت)ہوتی ہے......!

ہم جتنا کھانا کھانے کے عادی ہیں رمضان المبارک میں اس سے کچھ کم کھانے کی کوشش کریں۔یہ نہ ہو کی صبح کی نماز سے کھٹے ڈکار آنے شروع ہو جائیں۔اور ایسا بھی نہ ہو کہ ہم بالکل ہی نہ کھائیں۔کچھ دوست ایسا کرتے ہیں کہ وہ عشاء کے وقت اتنا کھالیتے ہیں کہ ان کیلئے صبح کے وقت اٹھنا مشکل ہوتا ہے۔وہ کہتے ہیں کہ چلو رات ہی میں جو کھالیا سو کھالیا ،بس اسی پر روزے کی نیت کر کے سو جاتے ہیں۔یہ ترتیب غلط ہے۔رمضان المبارک کو اپنی طبیعت میں نہ ڈھالئے بلکہ اپنے آپ کو رمضان المبارک کی ترتیب پر چلانے کی کوشش کیجئے کیونکہ سحری کھانا بھی مستقل ایک عبادت ہے اور تہجد میں نوافل پڑھنا بھی ایک مستقل عبادت ہے۔

لیلۃ القدر پانے کا آسان طریقہ:

اب آخر میں ایک نکتہ عرض کردوں......وہ یہ کہ اللہ رب العزت بڑے کریم ہیں۔ انہوں نے رمضان المبارک میں ایک رات ایسی بنائی جسے لیلۃ القدر کہتے ہیں۔اسکی تلاش کیلئے اعتکاف میں بیٹھا جاتا ہے ۔لیکن اگر کوئی چاہے کہ مجھے رمضان المبارک میں لیلۃ القدر میں عبادت کا ثواب ملے تو اس کو پانا بڑا آسان ہے۔بلکہ ہر بندے کے دل میں

تمنا ہوتی ہے کہ اسے لیلۃ القدر میں عبادت کرنے کا ثواب ملے ......ہمیں یہ ثواب مل سکتا ہے مگر کیسے؟

اس کیلئے یہ نکتہ سن لیجئے۔ یہ بڑا پکا نکتہ ہے۔ معلوم نہیں کہ کتنے اللہ والوں کی صحبت میں رہنے کے بعد یہ نکتہ ملا......

قرآن مجید میں اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں کہ وہ ایک رات ہوتی ہے جو ہزار مہینوں کی عبادت سے بہتر ہوتی ہے۔

تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ مِنْ كُلِّ اَمْرٍ سَلٰمٌ [نازل ہوتے ہیں اس میں فرشتے اور جبرئیل امین اپنے رب کے حکم سے ہر کام میں]

اس رات میں سلامتی اور خیر و برکت نازل ہوتی ہے۔ یہ سلامتی اور خیر و برکت کب نازل ہوتی ہے؟......اس کا کسی کو پتہ نہیں۔ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ کس رات میں کتنے بجے وہ برکتیں نازل ہونگی مگر اللہ رب العزت نے ایک اشارہ فرمادیا ہے۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ پروردگار فرماتے ہیں کہ جس رات میں بھی وہ برکتیں نازل ہوتی ہیں۔

هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ [وہ (برکات) مطلع الفجر (طلوعِ صبح صادق) تک باقی رہتی ہیں]

یہاں سے نکتہ ملا کہ جب بھی لیلۃ القدر ہوگی اور اسکی خاص برکتیں جب بھی شروع ہوں گی، وہ شروع ہو کر صبح صادق تک ضرور رہیں گی۔ لہٰذا ہم جیسے کمزور مؤمن جو ساری رات عبادت نہیں کر سکتے، جب روزہ رکھنے کیلئے سحری میں اٹھتے ہیں، اگر اس وقت ہم تہجد کی چند نفل بھی پڑھ لیں تو یقیناً ہمیں لیلۃ القدر کی عبادت کا ثواب مل جائے گا۔

اللہ رب العزت ہمیں رمضان المبارک میں زیادہ سے زیادہ عبادت کرنے کی توفیق عطا فرمادے اور اس مہینے کو ہمارے لئے رحمت بنا کر ہماری پریشانیوں کو دور فرمادے۔ آمین ثم آمین۔ (ماخوذ از خطبات ذوالفقار و رمضان المبارک کی برکات)

وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العلمین

رمضان میں بخشش کے بہانے

ازافادات

محبوب العلماء والصلحاء عارف باللہ
حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی مدظلہ

اللہ اللہ اللہ بسم اللہ الرحمن الرحیم اللہ اللہ اللہ

اقتباس

☆ مجھے تو ایسا لگتا ہے کہ درحقیقت غفر له ما تقدم من ذنبه ہی مقصد ہے، لیکن آگے بہانے بنا دیئے، اچھا جو روزے رکھے گا سب گناہ معاف، جو رات کو قیام کرے گا، اسکے سب گناہ معاف، اچھا جو لیلۃ القدر میں کھڑا ہوگا اسکے بھی سب گناہ معاف، جیسے کوئی کسی کو معاف کرنے کے لئے تُلا ہو، واقعی اللہ تعالیٰ کی رحمت تُلی ہوئی ہے کہ کسی طرح بندوں کے پچھلے تمام گناہ معاف کر دیئے جائیں۔

☆ یہ بات ذرا ذہن میں رکھئے گا کہ رحمت اور لعنت ایک وقت میں جمع نہیں ہوسکتی، یہ نہیں ہوسکتا کہ ایک بندے پر لعنت بھی برسے اور اسی بندے پر رحمت بھی برسے، بلکہ لعنت والے تمام اعمال سے پہلے توبہ کرنی ہوگی، تو اللہ تعالیٰ کی رحمت کے مستحق ہوں گے، اور ہم پر رحمت کی برسات ہوگی۔

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی

مجددی زید مجدہ

رمضان میں بخشش کے بہانے

الحمد للّٰہ و کفیٰ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ امّا بعد!

اعوذ باللّٰہ من الشیطان الرجیم۔ بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

شھر رمضان الذی انزل فیه القرآن (پ۲-ر۷-آیت۱۵۸)

سبحان ربك رب العزة عما یصفون وسلام علی المرسلین

والحمد للّٰہ رب العلمین۔

اللّٰھم صل علی سیدنامحمد وعلیٰ آل سیدنا محمدوبارك وسلم۔

اللّٰھم صل علی سیدنامحمد وعلیٰ آل سیدنا محمدوبارك وسلم۔

اللّٰھم صل علی سیدنامحمد وعلیٰ آل سیدنا محمدوبارك وسلم۔

تمہید:

رمضان المبارک کے فضائل مختلف عنوانات سے آپ سنتے رہتے ہیں، اکثر وبیشتر پورے ملک میں رمضان سے متعلق بیانات ہوتے رہتے ہیں، وہی باتیں جو آپ نے پہلے سنی ہیں، ان کو میں ایک نئی ترتیب سے پیش کرتا ہوں، اس سے آپ کو اندازہ ہوگا کہ رمضان کا یہ مہینہ درحقیقت شھر الغفران یعنی مغفرت اور بخشش کا مہینہ ہے۔

انسان وشیطان کا مقابلہ:

جب اللہ رب العزت نے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو فرشتوں کو حکم دیا کہ "اُسْجُدُوْا لِآدم" آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو، "فَسَجَدُوْا اِلاَّ اِبْلِیْس" سب نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے "اَبیٰ وَاسْتَکْبَرَ وَکان من الکافرین" اس نے انکار کیا، تکبر کیا، اور

وہ کافروں میں سے ہوگیا، اللہ رب العزت نے جب اس سے پوچھا "مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ" تمہیں سجدہ کرنے سے کس چیز نے روکا؟ تو اس نے جواب میں کہا، "اَنَا خیر منہ" میں آدم علیہ السلام سے زیادہ بہتر ہوں، خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَارٍ وَّخَلَقْتَهٗ من طین" مجھے آپ نے آگ سے پیدا کیا اور اسے آپ نے مٹی سے پیدا کیا، اللہ رب العزت کو اس بات پر جلال آیا اس سے فرمایا "فَاخْرُجْ مِنها فَاِنَّكَ رجیم" تو نکل جا، بیشک تو مردود ہے۔

جب شیطان کو اللہ رب العزت نے اپنے دربار سے دھتکار دیا، تو کبر وحسد کی وجہ سے آدم علیہ السلام پر شیطان کو بہت غصہ آیا، کہنے لگا کہ میں آدم علیہ السلام اور ان کی اولاد کو بھٹکاؤں گا، ورغلاؤں گا، "ولا تَجِدُ اکثرھم شاکرین" (پ۸-ر۹-آیت ۱۷) ان میں سے اکثر کو شکر گزار نہ پائیں گے، مگر اس سرکشی کے باوجود اس نے ایک مہلت مانگی کہ مجھے قیامت تک کیلئے مہلت دے دیجئے، اللہ رب العزت نے فرمایا "اِنَّكَ مِنَ المنظرین" میں نے تمہیں مہلت عطا کر دی، جب مہلت مل گئی، تو اس نے قسم کھائی، کہنے لگا "فَبِعِزَّتِكَ" اللہ مجھے آپ کی عزت کی قسم "لَاُغْوِیَنَّهُمْ اَجْمَعِیْنَ الاعبادك منهم المخلَصِیْن" (سورۂ ص-پ ۲۳ ر۱۴)

جب اس نے قسم کھا کر یہ بات کہی، تو اس وقت اللہ رب العزت کی رحمت کو بھی جوش آ گیا، فرمایا کہ اگر تو نے بہکایا اور میرے بندے بہک بھی گئے تو سن! اگر گناہوں پر نادم اور شرمندہ ہو کر توبہ کریں گے تو ہم ان کو معاف کر دیں گے، گویا یہ ایک مقابلہ بنا حق اور باطل کا اور مقابلہ ہوا اولاد آدم اور شیطان کا۔

شیطان تڑپ اٹھا:

جب شیطان کو مہلت مل گئی اور آدم علیہ السلام کے مقابلے میں قوت بھی مل گئی، بلکہ اللہ تعالیٰ نے کہہ دیا کہ تجھے ایسی قوت دے دی ہے کہ چوبیس گھنٹے مکر وفریب کر سکو گے، نہ تجھے نیند کا تقاضہ ہوگا، نہ کھانے کی پریشانی، نہ کوئی اور حاجت وضرورت، مزید براں یہ کہ،

تیری اولاد بہت جلد زیادہ سے زیادہ ہو جائے گی، نیز تو ان کو نظر بھی نہ آئے گا، جب اس نے سنا کہ میں چوبیس گھنٹے بہکا سکوں گا، نظر بھی نہ آؤں گا، اور میری اولاد بھی زیادہ اس کام پر ہوگی، تو شیطان نے کہا کہ اولادِ آدم میں سے کسی کو بھی سیدھے راستے پر بالکل نہ چھوڑوں گا، اس پر آدم علیہ السلام نے اللہ رب العزت سے التجاء کی کہ اللہ مجھے اور میری اولاد کو اس کے مقابلہ میں کیا نعمت دیں گے؟ اللہ پاک نے ارشاد فرمایا جب بھی تیری اولاد میں سے کوئی بندہ اپنے کئے ہوئے گناہوں پر نادم اور شرمندہ ہوگا، میں اس کے تمام گناہوں کو معاف کر دوں گا، یہ ایک ایسی بات تھی جس سے شیطان تڑپ اٹھا کہ اس طرح سالوں کی میری محنت ضائع ہو جائے گی۔ (مسند ابی یعلی موصلی ج:۲-ص:۵۳۸)

تعوذ میں ذاتی نام کیو ں؟

یہ بات سمجھ لیجئے کہ اللہ تعالیٰ کو شیطان سے ذاتی عداوت ہے، جس بندے سے ذاتی دشمنی ہوتی ہے، بندہ ذاتی دشمنی کی وجہ سے اس کو برداشت نہیں کرتا، اللہ تعالیٰ کو ذاتی دشمنی کیوں؟ اس لئے کہ یہ غدار ہے، اس نے اللہ رب العزت کے سامنے تکبر کیا، لیکن سوال ہوتا ہے کہ ذاتی عداوت پر کوئی دلیل بھی تو ہونی چاہئے، تو علماء نے اسکی دلیل بھی دی کہ دیکھئے اللہ رب العزت نے تسمیہ (بسم اللہ) میں ذاتی نام کے ساتھ صفاتی نام بھی استعمال فرمایا، چنانچہ ہم پڑھتے ہیں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، تو رحمٰن اور رحیم اللہ تعالیٰ کے صفاتی نام ہیں، اور اللہ کے بعض صفاتی نام تو دوسروں کیلئے بھی آئے ہیں، مثلاً سمیعاً بصیراً، بندے کے لئے بھی استعمال ہوا، رؤف رحیم، نبی علیہ السلام کیلئے بھی استعمال ہوا، حالانکہ صفت تو اللہ تعالیٰ کی ہے۔

لیکن اس کا ذاتی نام کسی کے لئے نہیں آسکتا، لہذا جب شیطان کا معاملہ آیا، تو اللہ رب العزت نے اپنے بندوں سے کہا کہ دیکھو کہ جب تمہیں اس بدبخت سے حفاظت مطلوب ہو، اس کے حملے تم پر ہو رہے ہوں، تو مجھ سے پناہ میرے ذاتی نام کے ساتھ مانگو،

جیسے کسی خاص کو اپنا پرسنل موبائیل نمبر دے دیتے ہیں اور جو عام آدمی ہوتا ہے اسکو عام نمبر یا دفتر کا نمبر دیتے ہیں، تو جس کو خاص اور ذاتی نمبر دیا جاتا ہے، اس سے مخصوص اور ذاتی کنٹیکٹ (Contact) ہوتا ہے کہ تم مخصوص نمبر ڈائل کروگے تو ڈائریکٹ میرے ساتھ بات ہوگی، اسی طرح اللہ رب العزت نے تعوذ میں فقط ایک اسمِ ذاتی استعمال فرمایا، اور وہ ہے، اعوذ باللہ من الشیطان الرحیم۔ اس میں اللہ رب العزت کا صرف ذاتی نام اس لئے ہے کہ اللہ کو اس سے ذاتی عداوت ہے، لہذا ذاتی نام کے ساتھ جب بندہ پکارے گا، تو اللہ فرمائے گا میرے بندے تو نے مجھے میرا ذاتی نام لیکر پکارا، میں اپنے ذاتی دشمن سے تم کو محفوظ کردونگا۔

شیطان کو پیدا کرنے کی حکمت:

یہاں ایک طالب علمانہ سوال ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کو ذاتی عداوت ہے، تو شیطان کو پیدا ہی نہ کرتے، شیطان کو بنانے کا کیا فائدہ؟ خواہ مخواہ بندہ کو ورغلاتا اور اللہ کا نافرمان بناتا ہے، خود تو بد بخت بنا ہی اولادِ آدم کے بھی پیچھے پڑا ہوا ہے، تو اس کے پیدا کرنے میں کیا فائدہ؟ اللہ پاک نے اس میں بھی فائدہ دکھلا دیا، اللہ جزاء خیر دے علماء کرام کو کہ قدم قدم پہ انہوں نے رہنمائی فرمائی۔

ایک مثال سے سمجھئے، جس ماں کا بیٹا بگڑ جاتا ہے تو ماں اپنے بیٹے پر الزام رکھنے کے بجائے پہلے اس کے دوست پر الزام رکھتی ہے، کہ فلاں اس کا دوست ہے، اسکی صحبت اچھی نہیں، اس نے اس کو بگاڑا خراب کیا ہے، ورنہ میرا بیٹا تو بہت اچھا ہے، برے کام کی نیت تو اسکی نہیں تھی، مگر فلاں کے ساتھ رہنے کی وجہ سے کر گزرا، تو محبت کی بنا پر کہنے لگتی ہے کہ فلاں بہت بد بخت، بہت ہی شقی ہے، اس نے میرے بیٹے کو خراب کردیا، میرا بیٹا تو ایسا نہیں تھا، اسی طرح بیوی کو خاوند سے محبت ہوتی ہے، لیکن جب خاوند کی شرارتوں سے تنگ ہوتی ہے تو اس وقت بھی تذکرہ کرتے ہوئے خاوند کو بچاتی ہے، کہ وہ بندہ دل کا بڑا اچھا ہے، بس

اس کے دوست گلے پڑ گئے، اس نے اس کو برباد کیا ہوا ہے، دیکھئے اس نے خاوند کو بچالیا، اور سارا بوجھ اس کے دوست کے سر ڈال دیا۔

یہاں بھی معاملہ ایسا ہی ہے، کہ دنیا میں جب بھی بندہ کوئی گناہ کرتا ہے، تو اللہ رب العزت کو چونکہ بندے کے ساتھ محبت ہے، ایمان والوں سے اللہ تعالیٰ کو ذاتی محبت اور شیطان سے ذاتی عداوت ہے، اس کے باوجود جب بھی کوئی مؤمن شیطان کے پنجہ میں آکر کوئی گناہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس بندہ کے بجائے سارا بوجھ شیطان کے سر پہ ڈال دیتے ہیں، مثلاً سنئے قرآن عظیم الشان میں فرماتے ہیں:

"مِنْ بَعْدِ اَنْ نَزَغ الشیطانُ" (پ۱۳-ر۵-آیت۱۰۰) شیطان کے سر بات ڈالدی۔

دوسری جگہ فرمایا "فَاَنْسٰهُ الشَّیطانُ" (پ۱۲-ر۱۵-آیت۴۲) شیطان نے اس کو بھلا دیا، حالانکہ بھولے تو آدم علیہ السلام تھے، بھولنے کو شیطان کی طرف منسوب کردیا۔

ایک جگہ ارشاد فرمایا "فَاَزَلهما الشیطان" شیطان نے ان دونوں کو بھٹکا دیا، تو جنت کا دانہ آدم علیہ السلام اور حوا نے کھایا، لیکن جب تذکرہ کیا تو شیطان کی طرف نسبت کردی، اگر شیطان نہ ہوتا، اور ہم اپنی نفسانیت کی وجہ سے گناہ کرتے، تو پھر مجرم بھی ہمیشہ کیلئے ہم بن جاتے اور ہماری طرف ہی نسبت ہوتی رہتی، لیکن اللہ نے ایمان والوں کیلئے آسانی کردی کہ جب جب غلطی ہوگی تو اللہ نے شیطان کے سر ڈال کر مؤمن کی بخشش کے بہانے بنادیئے اور بچاؤ کی شکل نکال دی۔

دستورِ دنیا بھی ہے

دنیا کا دستور ہے کہ جب کسی سے دوستی ہو اور اسکی کہیں لڑائی ہوجائے تو لوگ اپنے دوست کی مدد کرتے ہیں حضرت موسیٰ علیہ والصلوٰۃ السلام نے بھی ایسا کیا ایک دفعہ دیکھا کہ ان کی قوم کے کسی انسان کو ایک آدمی مار رہا ہے، تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس شخص کی موافقت کی، بلکہ ایک مکا بھی لگایا "فَوَکَزَهٗ موسیٰ فقضیٰ عَلَیْه" (پ۲۰-ر۵-آیت۱۵)

ایسا مکا لگایا: کہ اس کا کام تمام ہو گیا، تو یہ دنیا کا دستور ہے، کہ دوست کی مدد کی جاتی ہے۔
اب شیطان انسان کو برائی کی طرف کھینچنے کیلئے ہر وقت تاک میں لگا رہتا ہے مگر جب بندہ اللہ سے مدد مانگتا ہے تو اللہ رب العزت ہر جہت سے اسکی مدد کرتا ہے، اور شفقت ومہربانی کا معاملہ کرتا ہے، چنانچہ یہ اسکی مدد اور مہربانی ہی تو ہے کہ ان کے لئے بخشش کے بہانے بنا دیتا ہے۔

رمضان کا فلسفہ:

اگر آپ قرآن وحدیث کو پڑھیں تو یہ نکتہ سامنے آئے گا کہ یہ مہینہ بخشش کیلئے ہی بنا ہے، اسی لئے اس کو شھر الغفران کہا گیا، ایک دیہاتی آدمی میلہ دیکھنے گیا، اللہ کی شان کہ وہاں اسکی جیب کٹ گئی، بہت رنجیدہ، غمزدہ اور بہت پریشان تھا، گھر آیا تو بیوی نے پوچھا کہ بتاؤ، میلہ کیسا تھا؟ کہنے لگا، میلہ کیا تھا؟ لوگوں نے تو میری جیب کاٹنے کیلئے میلہ لگایا تھا، گویا اسکی نظر میں میلہ کا پورا مقصد صرف اور صرف اس کے جیب کو کاٹنا تھا، اگر احادیث کو سامنے رکھ کر غور کریں تو محسوس ہوگا کہ بالکل اسی طرح پورے رمضان کا فلسفہ نظر آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بندہ کی بخشش کا بہانہ بنایا ہوا ہے۔

بخشش کے بہانے:

بخشش کے ۱۲ر بہانے یہ عاجز آپ کے سامنے پیش کرتا ہے، ۱۲ر بہانوں میں عجیب مناسبت بھی ہے کہ سال کے بارہ مہینہ ہیں اور بخشش کے بھی بارہ، تا کہ بخشش کے ہر بہانے کے بدلے ایک مہینہ کے گناہ معاف ہو جائیں۔
ایک اور نکتہ سمجھئے کہ بخشش کے بہانے اللہ پاک نے اس لئے بھی بنائے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم سے وعدہ فرمایا کہ **وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضىٰ** (پ۳۰) تیرا رب تجھے اتنا عطا کریگا کہ آپ راضی ہو جائیں گے، اپنی زبان میں ہم اس کا ترجمہ کریں، تو سمجھنے کی خاطر یوں بنے گا، تیرا رب تجھے اتنا عطا کرے گا کہ تو بس

بس کرے گا" فترضی" کا مفہوم یہی ہے کہ اتنا دے گا کہ بس بس کریگا، اللہ رب العزت کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم تو نہیں چاہتے، کہ ایک امتی بھی جہنم میں جائے بلکہ آپ کی خوشی اور رضا اسی میں ہے کہ قیامت کے دن ساری امت کو بخش دیا جائے، تو اللہ پاک نے اپنے محبوب کو خوش کرنے کیلئے بھی بخشش کے بہانے بنائے ہیں۔

ذاتی واقعہ:

اللہ رب العزت چاہتے ہیں اپنے محبوب کی امت کی مغفرت کا راستہ پہلے سے ہموار کردیں اور محشر سے پہلے دنیا میں ہی ان کا معاملہ طے کردیا جائے، اس بات کو سمجھنے کے لئے ایک واقعہ سنئے۔

جب اس عاجز نے انجینئرنگ کی تو ہمارے جو ہیڈ آف دَ ڈپارٹمنٹ تھے، وہ اس عاجز سے بہت خوش تھے مجھے آخری پیپر کے دن بلا کر کہنے لگے کہ آپ B.S.C کر چکے اور اب M.M.E لکچرارشپ بھی کرلیں، ہم نے کہا بہت اچھا، انہوں نے کہا اس کا طریقہ یہ ہے کہ میں چند سال تمہیں اپنے پاس خاص بے سیز پہ رکھ لوں گا، حالانکہ یونیورسیٹی میں رکھنے کا ایک پروسیز (PROCESS) ہے، اس پروسیز میں اولاً ایڈور ٹائزمنٹ (ADVERTISEMENT) ہوتی ہے، اپلیکیشن دی جاتی ہے، انٹرویو ہوتا ہے، پینل بنتا ہے، پھر جا کر لوگوں کو رکھا جاتا ہے، تو ہم نے پوچھا جی کیسے؟ انہوں نے کہا ابھی ہم آپ کو ٹمپروری رکھ لیں گے اور جب انٹرویو کا وقت آئے گا، ہم اس وقت انٹرویو لینے والے گروپ سے کہہ دیں گے کہ یہ تو اتنے مہینے پہلے ہی سے کام کر رہے ہیں، چنانچہ اس چند ماہ کے تجربہ کی وجہ سے ہم آپ کو پکا کردیں گے، تو اس دن ایک بات سمجھ میں آئی کہ جب کسی کو کوئی کام کرنا ہوتا ہے، تو وہ موقعہ سے پہلے ہی ترتیب ایسی بنا دیتے ہیں کہ آسانی سے کام ہو جائے، اسی طرح لگتا ہے کہ اللہ رب العزت کو، اس امت کو قیامت کے دن بخشنا تھا، تو مختلف بہانے بنا دیئے اور پھر بھی اگر دنیا میں کچھ گنہگار رہ گئے، تو میرے محبوب کی شفاعت ان گنہگاروں کے

جنت میں جانے کا سبب بن جائے گی۔

کرنی تھی مغفرت تو بہانے بنا دیئے جنت میں ان کے ٹھکانے بنا دیئے

اب دیکھئے کہ مغفرت کے بارہ بہانے کیا کیا ہیں:

پہلا بہانہ:

جب رمضان المبارک آتا ہے، تو اللہ تعالیٰ جبرئیل علیہ السلام کو بھیجتے ہیں کہ تم فرشتوں کے ساتھ جا کر سرکش شیاطین کو قید کرلو، تا کہ میرے محبوب کی امت کے روزوں کو خراب نہ کرے، تو سرکش شیاطین کو اللہ تعالیٰ نے بندھوا دیا، ہوتا بھی یہی ہے کہ جب کسی کا دوست کسی سے لڑ رہا ہو تو اسکے دشمن کے ہاتھ پکڑ کے اس کو مرواتا ہے، جب میں یہ حدیث پڑھتا ہوں، تو مجھے یہی بات یاد آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ بدمعاش کو پکڑوا کر مرواتے ہیں، اور کہتے ہیں، اے مؤمن رمضان کے علاوہ باقی سارے مہینے تو یہ تجھے دیکھتا ہے تو اسے نہیں دیکھ سکتا، اور یہ ورغلاتا ہے، اب میں اس کا بندوبست کرتا ہوں، اسلئے میں فرشتوں کے ذریعہ قید کرواتا ہوں، اور تجھے اعمال کا سنہری موقعہ دیتا ہوں، اس مہینے میں تو ایسے اعمال کر کہ اس کے جانے سے پہلے تجھے میری رضا حاصل ہو جائے، اب اگر شیطان کھلا ہوتا تو پتہ نہیں ہمارے روزے، تراویح، تلاوت اور دیگر اعمال کو کس کس راہ سے ضائع اور خراب کروادیتا۔

اس کو ایک مثال سے سمجھئے، جب کوئی انسان بیج لگاتا ہے، تو اس میں سے کچھ پودے تو صحیح ہوتے ہیں، لیکن بعض میں وائرس آجاتا ہے، بعض میں بیکٹیریا تہ لگ جاتے ہیں، تو ہر ایک پودے کی ہیڈمل سکے، اللہ رب العزت نے شیطان کو قید کر دیا، اس کا بنیادی مقصد یہ تھا کہ میرے بندو پہلے تم سو عمل کرتے تھے، ہوسکتا ہے اجر ملنے کے قابل صرف دس ہو، اب جب میں نے اس کو قید کرادیا اور یہ تمہارے اعمال خراب نہیں کرسکتا، تو اب تمہارے سو کے سو عمل میں سے ہر ایک پر اجر مل جائے گا، عمل کا کوئی پودا شیطان خراب نہ کرسکے گا، تو مغفرت کا پہلا بہانہ شیطان کو قید کرادیا۔

دوسرا بہانہ:

اللہ رب العزت نے اعمال کا اجر اور ریٹ بڑھا دیا حالانکہ پہلے ہی سے بہت اجر دینے کا وعدہ ہے، چنانچہ عام حالات میں ثواب کا دستور "من جاء بالحسنة فله عشر امثالها" (پ۸-ر۷-آیت۱۶۰) کہ ایک نیکی کرو گے تو دس اجر ملے گا، اور اگر تم مزید اخلاص کے ساتھ کرو گے تو اس نیکی کی مثال "کَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ، فِیْ کُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ" (پ۳-ر۴-آیت۲۶۱) ایک دانہ کی طرح ہے، جس نے سات بالی نکالی اور ہر بالی میں سو دانے نکلے، تو سات سو دانہ بن گئے، اسی طرح ایک عمل کے ایک اجر کو سات سو گنا کر دیں گے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعاء مانگی، اللہ میری امت کے اعمال کا اجر اور کر دیجئے، فرمایا:

اِنَّمَا یُوَفَّی الصّٰبِرُوْنَ اجرھم بِغَیْرِ حِسَاب (پ۲۳-ر۱۶-آیت۱۰) میں تو بے حساب اجر بڑھاؤں گا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے پہلے سے بہت اجر کا وعدہ، لیکن رمضان میں اجر اور بھی بڑھا دیا، فرمایا نفل پڑھے گا تو فرض کے برابر اجر دیں گے، فرض پڑھے گا تو ستر گنا اجر بڑھا دیں گے۔ (الترغیب)

ایک حدیث کے مطابق جو شخص صحیح آداب کے ساتھ اعتکاف کرتا ہے، اللہ تعالیٰ دو حج اور دو عمرے کا ثواب عطا کرتا ہے، تو اعتکاف پر اللہ تعالیٰ نے اجر اس قدر بڑھا دیا، تا کہ میرے بندے کا عمل تھوڑا ہو، پھر بھی ہم اسکے نامۂ اعمال میں اجر بہت سارا کر دیں۔

(کشف الغمہ بحوالہ فضائل اعمال)

تیسرا بہانہ:

بوقت افطاری دعاء کا قبول ہونا ہے، یعنی میرے بندو جب تم روزہ رکھو گے تو افطاری کے وقت ہم تمہاری دعاء قبول کریں گے، اب ذرا اس کی حقیقت کو سنئے۔

فرض کریں، گھر میں بجلی کا کوئی بلب لگانا ہو، تو ہم الکٹریشن کو لاتے ہیں، اور پہلے ہم طے کرتے ہیں کتنے پیسے لو گے؟ طے اس لئے کرتے ہیں کہ وہ کہیں ہم سے زیادہ نہ مانگ لے، اور ہم زیادہ دے نہیں سکتے، لیکن جنکے پاس مال بہت زیادہ ہوتا ہے وہ پہلے مزدور سے مزدوری طے نہیں کرتے، بلکہ کام کرنے والے کو بلا کر کام کراتے ہیں، وہ جتنا مانگتا ہے دیدیتے ہیں، تو معلوم ہوا کہ عام آدمی مزدوری طے کرتا ہے، اور امیر آدمی کہتا ہے جتنا مانگے گا دیدیں گے، اللہ رب العزت نے بھی روزے کو ایسا ہی بنایا کہ میرے بندے تم پورے دن روزہ رکھوگے، میری خوشنودی اور رضا کے لئے عمل کروگے، لہذا میں وہ خالق و مالک ہوں کہ اجر پہلے طے نہیں کرتا، بلکہ تم جتنا مانگوگے، ہم دے دیں گے، لہذا بوقت افطار تمہاری دعاء قبول کریں گے، اس وقت روزہ پر جتنی مزدوری مانگوگے، تمہاری چاہت کے مطابق، تمہاری مزدوری عطا کردونگا۔

اب یہ کوئی چھوٹی سی بات نہیں کہ افطار کے وقت دعاء قبول ہو جائے، کیونکہ اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ اللہ رب العزت نے ہمیں تیس چیک دے دیئے، جیسے کسی کو بلینک چیک دیتے ہیں کہ جتنی ضرورت ہو اس پر لکھ کر کیش کروالینا، اللہ تعالیٰ نے بھی ہمیں تیس دعاؤں کے بلینک چیک دیدیئے۔

دعاء یقین کے ساتھ:

ہمیں اس پر پختہ یقین رکھنا چاہئے اور کیوں نہ ہم اس پر یقین کریں؟ جبکہ ہمارا حال یہ ہے کہ ہم کسی کو اللہ کا بڑا ولی، بزرگ اور نیک سمجھتے ہیں، وہ کسی دن ہمیں یہ کہدے کہ آج قبولیتِ دعاء کا وقت ہے، دعاء مانگو، تو دعاء مانگنے کی کیفیت ہماری کیا ہوگی؟ رو رہے ہونگے، عاجزی کر رہے ہونگے، دل لگا کر مانگ رہے ہونگے، اس وقت کسی سے بات بھی نہیں کریں گے، لمبی دعاء مانگیں گے، کوئی پوچھے گا بھائی! کیا بات ہے؟ تو جواب دیں گے کہ فلاں بزرگ نے بتلایا کہ قبولیتِ دعاء کا وقت ہے، اب سوچئے کہ ایک ولی کے

کہنے پر ہم ایسی دعاء مانگیں، اور یہاں تو ولیوں کے سردار، سید الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ روزہ دار آدمی افطار کے وقت جو دعاء مانگتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی دعاء قبول کرتا ہے، لہذا ہمیں تو پختہ یقین کے ساتھ خوب رو رو کر ٹوٹ ٹوٹ کر خدائے پاک سے دعاء کرنی چاہئے۔

پورا سال دھکے کیوں کھائیں:

سچی بات تو یہ ہے کہ ہم پورے سال جو دھکے کھاتے ہیں اور لوگوں کے پاس ضرورت کے لئے جاتے ہیں، اس کی کوئی ضرورت نہیں اگر ہم ان تیس دنوں میں افطاری کے وقت دل سے دعاء مانگ لیں، ہماری پریشانیوں کو اللہ تعالیٰ حل فرمادیں گے، لیکن اس قیمتی موقع کو ہم ضائع کر دیتے ہیں، کتنے مرد ہیں جو انفرادی طور پر اہتمام سے دعاء مانگتے ہیں، کتنی عورتیں ہیں جو گھروں میں اہتمام سے دعاء مانگتی ہیں، بلکہ اس وقت تو ہمیں افطاری کھانے کی پڑی رہتی ہے، سموسہ بنالو، کباب بنالو، اور اسی میں ہم اپنا قیمتی وقت ضائع کرتے ہیں، ایک حدیث پاک میں ہے "**في كل يوم وليلة دعوة مستجابة**" (الترغیب) ہر دن اور ہر رات میں ایک دعاء اللہ قبول فرمالیتے ہیں، تو اس طرح تو ۶۰ ربلینک چیک بن گئے، اب بتلایئے کہ جس بندے کو بلینک چیک، سائن کر کے دیئے گئے ہوں کہ جو لکھنا ہو لکھو اور ہم ان چیک پر مغفرت مغفرت لکھتے جائیں، تو کیا اللہ تعالیٰ مغفرت نہیں فرمائیں گے؟

دل کھول کر مانگیں:

یہ تو ہمارے اختیار میں ہے کہ ہم کتنا مانگتے ہیں، لہذا خوب دل کھول کر مانگیں، اور ہر چیز مانگیں، اچھا بعض لوگوں کو دیکھا کہ دعاء مانگتے ہوئے ان کی زبان چھوٹی ہو جاتی ہے، کہتے ہیں کہ مانگنے کو دل نہیں کرتا، یہ اعمال کی خباثت اور گناہوں کی نحوست ہوتی ہے، کہ دعاء

مانگنے کو جی نہیں چاہتا۔

اور اگر ہم مانگتے بھی ہیں، تو کنڈیشنل مانگتے ہیں، کسی کو دعا بھی دیں گے تو مختصر، کیا اللہ کے خزانہ میں کوئی کمی ہے؟ کہ تم سے لیکر اس کو دیدے گا، تمہارے دئے بغیر بھی اس کو دے سکتا ہے، تو ہمیں مانگنا بھی نہیں آتا، اگر ہم مانگتے بھی ہیں تو مشروط مانگتے ہیں۔

ایک مرتبہ ایک خاتون آئی، کہنے لگی میں اللہ سے کچھ نہیں مانگتی، ہاں یہ کہتی ہوں، اللہ تعالیٰ میری اس ایک مراد کو پورا کردے، اس کو سمجھایا کہ او خدا کی بندی! کیا کہہ رہی ہو، کیوں بہت کچھ نہیں مانگتی؟ اللہ رب العزت تمہیں صحت نہ دے، تو تمہارا کیا حال ہوگا؟ اللہ تعالیٰ تم سے خاوند کو جدا کردے، تو کیا حال ہوگا؟ اللہ تعالیٰ تمہاری عقل کو خراب کردے، تو کیا ہوگا؟ تمہیں اگر اللہ تعالیٰ فاقہ دیدے، تو کیا حال ہوگا؟ اسکو سمجھایا کہ اللہ پاک سے دل کھول کر مانگ۔

لاکھ مانگو کروڑ دیتا ہے:

ایک صاحب دعا مانگ رہے تھے، اے اللہ! اتنے کروڑ دیدے، کسی نے کہا، ارے اتنا مانگتے ہو، اس نے کہا کہ تجھ سے نہیں مانگتا ہوں، اپنے اللہ سے مانگ رہا ہوں، تو کیوں پریشان ہو رہا ہے، اور واقعی بات ایسی ہی ہے۔

ٹوٹے رشتے وہ جوڑ دیتا ہے بات رب پہ جو چھوڑ دیتا ہے
اسکے فضل وکرم کا کیا کہنا لاکھ مانگو کروڑ دیتا ہے

لہذا ہم اپنے لئے ہدایت دین پر استقامت مانگیں، اور قیامت تک آنے والی نسلوں کے لئے دعاء مانگیں، نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام جو صادق الامین تھے، کافر بھی کہتے تھے کہ ان کی زبان سے سچ نکلتا ہے، ان کا سچا کلام ہے کہ اللہ پاک افطار کے وقت روزہ دار کی دعا قبول فرماتے ہیں، تو ہمارے لئے یہی تصدیق کافی ہے، یقین سے مانگیں گے تو قبولیت کے آثار اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے، ہاں شرط یہ ہے کہ

جو مانگنے کا طریقہ ہے اس طرح مانگو در کریم سے بندے کو کیا نہیں ملتا

آپ نے دیکھا ہوگا، کچھ نیک دل مرد یا نیک دل عورتیں ایسی ہوتی ہیں کہ دور سے سائل کو آتے دیکھیں گے تو پہلے ہی جیب سے کچھ روپیہ نکال لیتے ہیں، سائل کو مانگنے کا موقعہ ہی نہیں دیتے، مانگے سے پہلے اس کے طور طریقہ کو دیکھ کر دیدیتے ہیں، اس کو کریم کہتے ہیں، یعنی ایسا دینے والا جو مانگنے والے کے انداز کو دیکھ کر مانگنے سے پہلے ہی عطا کر دے، اللہ تعالیٰ کریم ہیں، تو ہم کیوں نہ مانگنے کا انداز بنائیں اور اسکے در کرم سے اپنے دامن کو بھر لیں۔

چوتھا بہانہ:

مخلوق کو روزہ دار کی دعاء میں لگا دیا کہ ہوسکتا ہے، یہ سستی کرے، کچھ نہ مانگے، بھول جائے، دنیا کے کام میں مصروف ہو کر محروم ہو جائے، اس لئے محرومی سے بچانے اور مغفرت پانے کے لئے بلوں کے اندر چیونٹیوں، پانی کے اندر مچھلیوں اور ہوا میں پرندوں کو روزہ دار بندے کی مغفرت کے لئے لگا دیا، یہ کیوں؟ اس لئے تا کہ اگر یہ بندہ بالفرض خود عمل نہ کرسکا، تو ہم ان سب کی دعاء کو بہانہ بنا کر اسکے گناہوں کی بخشش فرمادیں گے۔

پانچواں بہانہ:

رمضان المبارک کی ہر رات میں دس لاکھ جہنمی جہنم سے بری کر دیئے جاتے ہیں، اور یہ تو سمجھانے کے لئے بتایا، ورنہ تو کس قدر معاف کئے جاتے ہیں، ہمیں اس کا اندازہ ہی نہیں ہوسکتا، ایک روایت کے مطابق قبیلۂ بنی کلب جو ایک معروف قبیلہ تھا جو بکریاں پالنے میں بڑا مشہور تھا، ہر ایک کے پاس پانچ پانچ سو، ہزار ہزار بکریاں تھیں، جب قبیلے کی ساری بکریاں نکلتی تھیں، تو کتابوں میں لکھا ہے کہ دو پہاڑوں کے درمیان جتنی بڑی وادی ہوتی تھی وہ بھر جاتی تھی، نبی علیہ السلام نے اس قبیلہ کا نام لیکر فرمایا، کہ پندرہویں شعبان کی

رات میں اللہ تعالیٰ اس قبیلہ کی بکریوں کے بالوں کے برابر جہنمیوں کو جہنم سے بری فرما دیتے ہیں۔

تو اتنی بڑی مقدار میں مغفرت کے اعلان کا مقصد یہ ہے کہ یقین رہے کہ مغفرت کے لئے اذنِ عام ہے، لہذا اگر تھوڑی سی کوشش کریں گے تو ہمارے لئے آسانی ہو جائے گی۔

ہے کوئی درِ کریم کو کھٹکھٹانے والا:

اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ کے ذریعہ رات میں اعلان کراتے ہیں کہ میرے بندوں سے کہو "**ھل من سائل فاعطی لہ**" ہے کوئی سوال کرنے والا کہ میں اسکے سوال کو پورا کر دوں۔ (الترغیب والترہیب ص:۱۰۰۔ج:۲)

ہم نے اپنے بچپن کے زمانہ میں دیکھا کہ کوئی بندہ بیمار ہوتا، تو فقط دواؤں پہ زور ہی نہیں دیا جاتا، بلکہ دعاؤں اور صدقے پر بھی زور ہوتا تھا، چنانچہ ہم دیکھتے تھے کہ بہن اپنے بھائی کو لیکر مسجد کے دروازوں پر کھڑی ہو جاتی اور جب نمازی مسجد سے نکلتا تو کہتی میرے بھائی کو دم کر دو، یہ بیمار ہے، نیز جب کوئی بیمار ہوتا تو گھر والے پانچ دس روپے کے چھٹے بنوا لیتے، اور محلّہ کے بچوں کو بلواتے اور بیمار بچوں سے کہتے کہ تم تقسیم کر دو، بچے خوش ہو کر دعاء دیں گے، اس سے بھی تمہیں شفامل جائے گی۔

خود اپنے گھر کا حال یہی تھا کہ جب ہم دوسری تیسری کلاس میں پڑھتے تھے، تو گھر میں کوئی بیمار پڑتا، تو امی اشارہ کرتی کہ تم بچوں کو بلاؤ، ہم دروازے پر کھڑے ہو کر دوستوں کو آواز لگاتے، بھائی آؤ، یہاں پیسے بٹیں گے، تھوڑی دیر میں ہر گھر سے بچے جلدی جلدی آجاتے اور وہ بیمار، بچوں کو پیسے دے دیتا، انڈر لائن آئیڈیل یہ ہوتا تھا کہ ان بچوں کی معصوم دعاؤں سے اللہ اس بیمار کی بیماری کو دور فرما دیگا، مجھے اب بھی یاد آتا ہے کہ جب بھی کسی گھر سے اعلان ہوتا تو بچوں کو پکا یقین ہوتا تھا وہاں جائیں گے تو لازمی طور پر پیسے بٹیں گے، بچپن کی وہ بات کبھی کبھی یاد آتی ہے، کہ گھر والے اپنے اعلان کی لاج رکھتے تھے، تو

اللہ رب العزت جب فرشتوں کے ذریعہ رمضان المبارک کی ہر رات میں بھی اعلان کرواتے ہیں ”ھل من سائل فاعطی لہ“ ہے کوئی مانگنے والا؟ میں اسکو عطا کردوں، تو یقیناً جو آدمی مانگے گا، اللہ رب العزت اپنے اعلان کی لاج رکھ کر اس کی دعاء کو ضرور قبول کریں گے۔

ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل نہیں راہ دکھلائیں کسے راہ رو منزل ہی نہیں

چھٹا بہانہ:

ایک ایسی بھی رات عطا کردی جو ہزار مہینوں سے بہتر رات ہے، ہزار مہینوں کے تقریباً ۸۳ سال بنتے ہیں، اب دیکھیں کہ آجکل لوگوں کی عمر اکثر و بیشتر اسّی سال نہیں ہوتی، اکثر لوگ تراسی سے پہلے ہی چلے جاتے ہیں، لہذا اگر کسی کو ایک لیلۃ القدر کی عبادت نصیب ہو جائے، تو اللہ رب العزت کی طرف سے گویا پوری زندگی عبادت کا ثواب اس کو حاصل ہو گیا، اور پوری زندگی کی محنت اس کو ایک رات میں مل گئی۔

اب یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہم لیلۃ القدر میں عبادت کیسے کریں؟ تو وہ بھی بتا دیا، مثلاً یہ تو نہ کہا کہ متعین طور پر کونسی رات ہے، یہ اس لئے کہ اگر متعین کر کے بتلا دیتے تو بہت سے لوگ باقی سال سوئے رہتے، لیلۃ القدر میں ہی دعا مانگ لیں گے، اور بعض ایسے بھی ہونگے کہ جب لیلۃ القدر آئے گی تو کہیں گے، رات تو کافی لمبی ہے، لہذا جو قبولیت دعا کا وقت ہوگا اس وقت مانگ لیں گے، اور جب قبولیت کا وقت شروع ہوگا تو لوٹا لیکر وضو کرنے جارہے ہونگے، تو اللہ رب العزت نے مہربانی فرمائی کہ اس رات کو مخفی رکھا، ہاں اتنا بتا دیا کہ سال میں کوئی رات ہوتی ہے، مگر زیادہ گمان یہ ہے کہ وہ رمضان کی رات ہوگی، رمضان میں بھی آخری عشرہ کی رات ہوگی، آخری عشرہ میں بھی طاق رات ہوگی، تو اشارے بتا دیئے گئے اور فرمایا کہ دیکھو جب بھی وہ رات ہوتی ہے تو وہ خاص رحمتوں کے نزول کی ہوتی ہے، جس میں جبرئیل علیہ السلام نیچے اترتے ہیں، لیکن دس بجے اتریں، یا

بارہ بجے یا دو بجے اتریں یہ کسی کو معلوم نہیں، لیکن ہاں جب بھی ان رحمتوں کا نزول ہوتا ہے تو "ھی حتی مطلع الفجر" وہ طلوع فجر تک باقی رہتی ہے، اس کا مطلب یہ کہ جو آدمی سحری میں ذرا جلدی اٹھ جائے، اور سحری کر کے آخری آدھ گھنٹہ ایک گھنٹہ عبادت میں گزارے تو یقین سے کہا جاسکتا ہے کہ ہمیں اللہ تعالیٰ لیلۃ القدر میں عبادت کا ثواب عطا فرمادیں گے۔

کس کی مغفرت نہیں ہوتی؟

البتہ لیلۃ القدر میں چار بندوں کی مغفرت نہیں ہوتی۔ (۱) جو آدمی شراب پیتا ہو، اور اسی میں داخل ہے وہ شخص بھی جو نشہ باز ہو، چونکہ آج نشہ کی اور بھی صورتیں نکل آئی ہیں (۲) جو والدین کا نافرمان ہو (۳) جو قطع رحمی کرنے والا ہو اور (۴) جو سینہ کے اندر بغض اور کینہ رکھنے والا ہو۔ (ترغیب ص:۱۰۱، ج:۲)

ہم اپنے اوپر غور کریں کہ ان چاروں میں سے کون کونسی برائی ہمارے اندر موجود ہے، جو موجود ہو اس سے اللہ پاک سے سچی معافی مانگیں، کیونکہ ان برائیوں کے ہوتے ہوئے مغفرت نہیں ہوگی۔

یہ بات ذرا ذہن میں رکھئے گا کہ رحمت اور لعنت ایک وقت میں جمع نہیں ہوسکتی، یہ نہیں ہوسکتا کہ ایک بندے پر لعنت بھی برسے اور اسی بندے پر رحمت بھی برسے، بلکہ لعنت والے اعمال سے پہلے توبہ کرنی ہوگی، لہذا جھوٹ، جس پر اللہ کی لعنت، تصویر بنانے والے، جس پر اللہ کی لعنت، غرض لعنت والے تمام گناہوں سے ہم توبہ کریں گے، تو اللہ تعالیٰ کی رحمت کے مستحق ہوں گے، اور ہم پر رحمت کی برسات ہوگی، اس کا نتیجہ یہ بھی ہوگا کہ اللہ رب العزت لیلۃ القدر میں ہم عاجز مسکینوں کی دعائیں بھی قبول فرمالیں گے۔

دعاء میں فرشتے بھی شریک:

لیلۃ القدر میں مزہ کی بات یہ ہے کہ اس رات جبرئیل علیہ السلام فرشتوں کے ساتھ زمین پر اترتے ہیں، چوراہوں پر جھنڈے گاڑتے ہیں، اور جو لوگ دعائیں مانگ رہے ہوں، فرشتے ان بندوں کی دعاؤں پر آمین کہتے ہیں، گویا بندے اور فرشتے دونوں دعاؤں میں شامل، اس طرح دونوں مل کر جماعت بن گئی، اور جماعت نے دعا کی، اس کی برکت سے خدائے پاک فرماتے ہیں کہ گنہگار بندے ہم نے تمہاری مانگی ہوئی دعاء کو بھی قبول کرلیا۔

(الترغیب والترہیب ج:۲-ص:۱۰۰)

ساتواں بہانہ:

رمضان المبارک کی آخری رات میں مغفرت زیادہ کردی، حدیث پاک میں آتا ہے کہ پہلی رمضان سے آخری رمضان تک جتنے جہنمی جہنم سے بری ہوئے ہیں، اتنے جہنمی آخری رات میں اللہ تعالیٰ جہنم سے بری فرماتے ہیں، (ترغیب ج:۲،ص:۹۸) یعنی پہلی سے لیکر انتیس تک کا مجموعہ کرلیں، جتنے بنے، اتنی مجموعی تعداد تیس کی رات میں بری فرمادیتے ہیں، یہ اس لئے کہ کچھ لوگوں کو دیکھا ہوگا کہ وہ شروع میں سستی اور غفلت کے شکار ہوتے ہیں، لیکن آخری لمحہ میں احساس ضرور کرتے ہیں کہ ہم نے کچھ نہیں کیا، تو اس قسم کے لوگوں کے لئے ایک موقع رمضان کی آخری رات دیدی کہ جب رمضان کی آخری رات ہوگی، تو دل میں سوچیں گے کہ ہم نے مہینہ خراب کردیا، لہذا ان کے لئے بھی موقعہ ہے کہ اگر رمضان کی آخری رات میں وہ اللہ تعالیٰ سے معافی مانگیں تو ان کی بھی مغفرت ہوجائے گی۔

آٹھواں بہانہ:

اچھا! ہوسکتا ہے کہ کسی نے رمضان کی رات میں بھی احساس نہ کیا تو آگے عید کی

رات آ گئی، فرمایا اس عید کی رات کو بھی تمہارے لئے لیلۃ الجائزہ یعنی انعام کی رات بنا دی، (ترغیب ج:۲،ص:۹۸) یہ رات بھی برکت والی رات بنا دی، چنانچہ جو بندہ احساس کے ساتھ عید کی رات میں دعا مانگے، عبادت کرے، اللہ تعالیٰ اس کی اس عبادت کو بھی قبول فرما لیتے ہیں۔

❁ نواں بہانہ:

کوئی بندہ اگر دعا بھی نہیں کرتا تو فرمایا، چلو جتنے بھی غافل بندے ہیں عید کے دن تو اچھے کپڑے پہن کر سارے ہی عید گاہ آ جاتے ہیں، ہم نے دیکھا شرابی، کبابی قسم کے لوگ عید کی نماز پڑھنے آتے ہیں، تو عید کی نماز جب سب پڑھنے آ گئے، تو اللہ تعالیٰ جو دلوں کے بھید جانتے ہیں، مگر پھر بھی فرشتوں سے پوچھتے ہیں، میرے بندے کیا مانگتے ہیں؟ فرشتے جواب دیتے ہیں کہ اللہ یہ وہ مزدور ہیں جنہوں نے پورے مہینہ مزدوری کی، اب آپ سے یہاں مزدوری لینے جمع ہوئے ہیں، اللہ رب العزت فرماتے ہیں کہ تم ان کو کہہ دو "قُوموا مَغفُورٌ لَکُم" کھڑے ہو جاؤ بخشے بخشائے ہوئے، ہم نے رمضان کے روزوں اور تراویح کے بدلے تمہارے پچھلے تمام گناہوں کو معاف کر دیا۔

(ترغیب ج:۲ص:۹۸)

❁ عید کے دن صلح صفائی ہو گئی:

یہاں ایک بات اور بھی ہے حدیث پاک میں آتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ان بندوں سے کہہ دو، اے میرے بندو! تم مجھ سے راضی ہو جاؤ، میں پروردگار تم سے راضی ہو جاؤں گا، صلح صفائی ہو گئی، یہ ایسے ہی ہے جیسے ہم آپس میں کہتے ہیں کہ آپس میں بول چال لو، صلح صفائی کرا کے ایک دوسرے کو کہتے ہیں کہ چلو پچھلی باتوں کو ختم کرو، اور دوستی کا نیا عہد

کرلو، تو یہ دوستی کا نیا عہد ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تم مجھ سے راضی اور میں تم سے راضی اسکے بعد حدیث پاک میں ایک عجیب بات کہی گئی، فبعزتی وبجلالی میری عزت کی قسم، میرے جلال کی قسم آج کے دن تم آخرت کے بارے میں جو مانگو گے میں تمہیں عطا کروں گا، دنیا کے بارے میں جو مانگو گے میں مصلحت کو دیکھوں گا۔ (الترغیب ص:۱۰۰-ج:۲)

اگر ستاری کا معاملہ نہ ہوتا:

ایک موقع پر ایک عجیب بات نظر آئی کہ اگر تم میری عبادت، میری بندگی کرو گے تو میں تمہارے ساتھ ستاری کا معاملہ کروں گا، یہ ستاری کیا چیز ہے؟ اللہ تعالیٰ بندوں کے عیبوں کو چھپاتے ہیں، ہم میں سے کون ہے، جس سے غلطی، کوتاہی نہیں ہوتی، مگر اللہ تعالیٰ جب مہربان ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ بندے کو ذلیل اور رسوا ہونے نہیں دیتے بلکہ دنیا میں اس بندے کی ستاری فرماتے ہیں، اور یہ حقیقت ہے کہ زندگی کے کتنے اہم موقع تھے کہ ہم نے اپنی طرف سے گناہ کئے، مگر میرے مولیٰ نے ان گناہوں پر پردہ ڈال دیئے، کسی کو کانوں کان خبر نہیں، کسی کو پتہ ہی نہیں، ہم جو آج عزت کی زندگی گزار رہے ہیں، اللہ رب العزت کی ستاری کے صدقے گزار رہے ہیں، اگر وہ ستاری نہ کرتا تو شاید آج ہمارے پاس کوئی بیٹھنا بھی گوارہ نہ کرتا، اللہ تعالیٰ جس پر دنیا میں ستاری کریں گے آخرت میں بھی ستاری کریں گے۔

سیئات حسنات سے بدل گئے:

چنانچہ حدیث پاک میں آتا ہے کہ ایک بندے کو سارے انسانوں کے سامنے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بلائیں گے اور اسکے اردگرد بادل کی طرح پردہ ڈال دیں گے، وہ اس پردہ میں چھپ جائے گا، جس طرح بادل کو آپ نے دیکھا ہوگا، ذرا بندہ اسکے اندر جائے تو نظروں

سے او جھل، تو ایسے ہی اس بندے کو اپنے پاس بلائیں گے، اور رحمت اسکو اپنے لپیٹ میں لے لے گی، مخلوق کو کچھ پتہ نہیں ہوگا، پھر اللہ تعالیٰ اس بندے کا نامۂ اعمال کھولیں گے، اور فرمائیں گے، "اذکر یوم کذا ویوم کذا" میرے بندے ذرایاد کر تو نے فلاں دن کیا کیا تھا؟ اسکے گناہوں کو بتلائیں گے، وہ بندہ اقرار کریگا، اور چونکہ انکار کرنے کی گنجائش نہ ہوگی، انکار بھی نہیں کرسکتا، اللہ تعالیٰ ایک ایک کر کے گنوائیں گے، حتیٰ کہ بہت سارے گناہوں کو گنوائیں گے، اس بندے کو پکا یقین ہو جائے گا، کہ آج مجھے اللہ کے عذاب سے کوئی چیز نہیں بچا سکتی، میں تو اقراری مجرم ہوں، میں عذاب سے بچ نہیں سکتا۔

اللہ تعالیٰ فرمائیں گے "اِنِّی سَتَرْتُھا فی الدنیا" کہ اے میرے بندے! میں نے دنیا میں تمہاری پردہ پوشی کی تھی، لہذا "انا اغفرھا لك الیوم" میں آج کے دن بھی تمہاری مغفرت کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ گناہوں کو نیکیوں میں بدل دیں گے، جب بادل ہٹے گا مخلوق حیران ہوگی، یہ کیسا بندہ ہے، جس نے زندگی میں کوئی گناہ کیا ہی نہیں۔ اللہ اکبر کبیرا

اللہ نے اپنے محبوب سے وعدہ فرمادیا یَوْمَ لا یُخْزِی اللّٰہُ النَّبِیَّ وَالذین آمنوا معه (پ ۲۸-ر۲۰-آیت ۸) قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کو بھی اور ان پر ایمان لانے والے کو بھی رسوا نہیں فرمائیں گے، عید کے دن اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اے میرے بندو! اگر تم میرا خیال رکھو گے تو میں تمہاری ستاری کروں گا اور کافروں اور مشرکوں کے سامنے تمہیں ہرگز رسوا نہ ہونے دونگا، تو دیکھئے بخشش کا نواں بہانہ کہ عید کی نماز میں تمام کی مغفرت فرمادیتے ہیں، اور نیکوں کے صدقہ اللہ تعالیٰ گنہگاروں کی بھی مغفرت فرمادیتے ہیں۔

دسواں بہانہ:

اللہ رب العزت نے روزہ کو قیامت کے دن شفاعت کی اجازت دیدی چنانچہ، حدیث پاک میں ہے الصیام والقرآن یشفعیان قرآن اور صیام یہ دونوں قیامت کے

دن شفاعت کریں گے۔ (الترغیب ج:۲-ص:۸۴)

قرآن کہے گا کہ اللہ میں نے اس بندے کو تراویح میں کھڑا رکھا اور اس کو سونے سے جگائے رکھا لہذا بندے کی مغفرت کردیجئے۔ روزہ کہے گا اللہ میں نے سارے دن اس کو بھوکا پیاسا رکھا اسکی مغفرت فرمادیجئے، اللہ تعالیٰ ان دونوں کی شفاعت قبول کر کے مغفرت فرمادیں گے، تو قرآن اور صیام دونوں کو شفاعت کا حق دے دیا۔

سایۂ عرش میں دسترخوان:

قیامت کے دن میدان محشر میں سبھی لوگ پریشان ہونگے، اس وقت اللہ کے سات قسم کے بندے عرش کے سایہ میں ہونگے، لیکن اسی کے ساتھ کچھ لوگ مشک کے ٹیلوں پر ہونگے اور ان کو وقت گزرنے کا کچھ پتہ ہی نہیں چلے گا، اسی طرح حدیث کے مطابق جس بندے نے پورے آداب کے ساتھ روزے رکھے ہونگے، میدان محشر میں جتنی دیر مخلوق کا حساب ہوتا رہے گا، اللہ تعالیٰ ایسے بندوں کے لئے عرش کے نیچے دسترخوان بچھائیں گے اور ان کی ضیافت فرمائیں گے، علماء نے لکھا ہے کہ عمل کا بدلہ جنسِ عمل سے ملا کرتا ہے، چونکہ دنیا میں وہ بھوکے پیاسے رہے اسکے بدلے اللہ تعالیٰ جنت میں داخل ہونے سے پہلے ضیافت ومہربانی کا معاملہ فرمائیں گے۔

بابِ ریان کی مثال:

جنت میں ایک دروازہ ہے، جس کا نام ریان ہے، حدیث پاک میں آتا ہے کہ روزہ داروں کے سوا کوئی اور بندہ اس میں سے داخل نہ ہوسکے گا، اس کی مثال یوں سمجھیں، ہم جب کبھی کسی یورپی ملک جاتے ہیں تو ائیرپورٹ پر ایمگریشن میں ایک اسپیشل دروازہ ہوتا ہے، جو لوگ خاص ان یورپی ممالک کے ہوتے ہیں ان کے لئے ویزے کا کوئی مسئلہ ہی نہیں ہوتا، تو اس پر انہوں نے نشان لگایا ہوتا ہے کہ جو یورپ کے رہنے والے ہیں وہ اس دروازہ

سے چلے جائیں، ان کا پاسپورٹ بھی کوئی نہیں دیکھتا۔

ایک مرتبہ ہمیں ایک ملک سے دوسرے ملک جانا ہوا تو ہم نے دیکھا کہ ہم چار پانچ آدمی تھے، جو ان کے علاوہ تھے، باقی تمام پینجر وہاں کے ہی تھے، یعنی کوئی ڈھائی تین سو بندے وہ ہونگے، وہ ڈھائی سو بندے لائن میں ایسے گئے کہ ان کو دو منٹ بھی نہ لگے ہوں گے، اور ہم چار پانچ کھڑے رہ گئے، پاسپورٹ دکھلانے والے، اس دن میرے ساتھی نے کہا کہ فلائٹ کے اتنے بندے تھے، مگر ان کے جاتے ہوئے کچھ پتہ ہی نہ چلا، میں نے کہا آج میرے دل میں یہ بات آرہی ہے، کہ قیامت کے دن ایک دروازہ ہوگا، جو روزہ داروں کے لئے خاص ہوگا، وہ بھی اس دروازے سے بغیر پاسپورٹ دکھائے سیدھے چلے جائیں گے۔

گیارہواں بہانہ:

تین چیزوں پر پچھلے تمام گناہوں کی بخشش کا وعدہ فرمایا، وہ تین چیزیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی۔

(۱) **من صام رمضان ایمانا واحتسابا**: جس نے رمضان کے روزے رکھے ایمان اور ثواب کی امید کے ساتھ **غفر اللّٰہ لہ ما تقدم من ذنبہ** جتنے بھی گناہ ہوں گے سب معاف کردئے جائیں گے، پھر تراویح کے بارے میں کہا، **من قام رمضان ایمانا واحتسابا غفر اللّٰہ لہ ما تقدم من ذنبہ** جس نے ایمان وثواب کی امید کے ساتھ رمضان میں قیام کیا یعنی تراویح پڑھی، اس کے اگلے پچھلے تمام گناہ معاف اور پھر اس سے بڑھ کر ایک تیسری بات کہی "**من قام لیلۃ القدر ایمانا واحتسابا غفر اللّٰہ لہ ما تقدم من ذنبہ**" جس نے لیلۃ القدر میں ایمان وثواب کی امید کے ساتھ قیام کیا اسکے اگلے پچھلے تمام گناہ معاف۔

(بخاری رقم الحدیث ۱۹۰۱- مسلم: ۷۶۰)

مجھے تو ایسا لگتا ہے کہ درحقیقت **غفر لہ ما تقدم من ذنبہ** ہی مقصد ہے، لیکن آگے بہانے بنا دیئے، اچھا جو روزے رکھے گا سب گناہ معاف، جو رات کو قیام کرے گا، اسکے سب گناہ معاف، اچھا جو لیلۃ القدر میں کھڑا ہو گا اسکے بھی سب گناہ معاف، جیسے کوئی کسی کو معاف کرنے کے لئے تُلا ہو، واقعی اللہ تعالیٰ کی رحمت تُلی ہوئی ہے کہ کسی طرح بندوں کے پچھلے تمام گناہ معاف کردئے جائیں۔

اور تو اور، افطاری کا کھانا تو کوئی مشکل کام نہیں، یہ تو پسندیدہ اور مرغوب عمل ہے، جب بھوک لگی ہوتی ہے، تو ہر بندہ پہلے سے تیار ہوتا ہے، لیکن اس کے مقابلے میں سحری کا کھانا ذرا مشکل ہوتا ہے، کہ رات کو ذرا دیر سے سوئے، تو اٹھنا ذرا مشکل ہوتا ہے، مگر دیکھئے کھانا کھلانے کے لئے فرمایا **ان اللہ وملائکتہ یصلون علی المتسحرین** (طبرانی) اللہ تعالیٰ اور اسکے فرشتے سحری کھانے والوں پر رحمتیں نازل فرماتے ہیں، کھانے کو بھی عبادت بنا دیا، واہ میرے مولیٰ، مقصد کیا تھا؟ چلو بھوکا رہ کے بخشش نہ کروا سکے تو کھا کے ہی بخشش کروالو۔

بارھواں بہانہ:

دیکھو کہ کیسا عجیب بہانہ ہے، کہ اللہ رب العزت نے تمام عبادات کے اجر کے لئے ضابطہ بنا دیا، اور فرشتوں کو کہہ دیا کہ عمل کرے تو اجر لکھتے جاؤ، جہاں روزے کی باری آئی، فرمایا نہیں!، فرشتوں اس کا اجر تم نہیں لکھ سکتے "**الصوم لی وانا اجزی بہ**" روزہ میرے لئے ہے اور اسکا اجر بھی میرے ذمہ، اگر دوسرے اعمال نہ کر سکا، تو اجر تو مجھے ہی دینا ہے، میں پروردگار اتنا اجر دیدوں گا کہ پچھلے تمام گناہ معاف ہو جائیں گے، مغفرت کی اللہ پاک نے انتہائی کردی، اجر اپنے ذمہ رکھ لیا کہ ہوسکتا ہے کہ یہ ان بہانوں میں سے کسی ایک میں بھی فٹ نہ ہو سکے، تو اجر تو میرے ذمہ ہے نا؟ جیسا بھی عمل ہو گا میں پروردگار اس عمل پر اتنا اجر دیدوں گا، کہ محبوب کی امت کی بالآخر مغفرت کر ہی دوں گا۔

بددعاء کیوں کی گئی؟

اب بتائیں کہ اللہ رب العزت نے بھی مغفرت کرنے کی انتہاء کردی نا؟ انتہاء کرنے کے باوجود بھی اگر کوئی آدمی قدر نہ کرے، تو پھر غصہ آئے گا یا نہیں؟ چنانچہ فرشتے کو بھیج دیا کہ جاؤ میرے محبوب کے سامنے اور کہو، برباد ہو جائے وہ شخص جس نے رمضان کا مہینہ پایا اور اپنی مغفرت نہ کروائی، کہ جب ہم مغفرت پر تلے ہوئے ہیں، پھر بھی یہ مغفرت کا کوئی بہانہ نہیں اپناتا، تو اس کی طرح شقی اور بدبخت کوئی نہیں، چنانچہ محبوب کے سامنے جبرئیل علیہ السلام آئے، اور انہوں نے بددعاء کی اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر آمین کی مہر لگادی، جب اس حدیث کو پڑھتے ہیں تو حیران ہو جاتے ہیں، یا اللہ بچے سے جب ماں ناراض ہو تب بھی اگر اس بچہ کو کوئی برا بھلا یا بددعا دے رہا ہو، تو ماں آمین نہیں کہتی، غصہ میں آجاتی ہے، تو کون ہوتا ہے بددعا دینے والا؟ تو نبی علیہ السلام تو ہزار ماں سے زیادہ امت پر شفیق ہیں جو تہجد میں روتے تھے اور ہر موقعہ پر اللہ سے امت کی مغفرت کے لئے دعا مانگتے تھے، تو یہ کیسے ہو گیا کہ اس محبوب نے اس بددعا پر آمین کہہ دی۔

علماء نے لکھا ہے کہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ نے مغفرت کے بہانوں کی حد کردی تھی، اس کے باوجود جس نے اپنی مغفرت کا کوئی بہانہ نہ اپنایا، تو واقعی وہ شقی اور بدبخت ہے، لہٰذا اللہ کے محبوب نے بھی اس پر آمین کی مہر لگادی، لہٰذا ہمیں چاہئے کہ رمضان المبارک میں اپنے لئے بخشش کا کوئی بہانہ ضرور بنائیں، بخشش کے جتنے بہانے بتلائے ہیں، ان کو استعمال کریں اور اللہ تعالیٰ سے اپنی بخشش مانگیں، اللہ تعالیٰ قادر ہے وہ ایک عمل پر بھی سب گناہ معاف کرسکتا ہے۔

جس کو چاہے کھینچ لے رحمت میں وہ جسکو چاہے بھیج دے جنت میں وہ

جس ماہ کی تمنا نبی نے کی:

نبی علیہ السلام کو رمضان کا انتظار رہا کرتا تھا، مشکوٰۃ شریف کی روایت ہے کہ نبی علیہ السلام دعا مانگتے تھے۔

اللّٰھم بارك لنا في رجب وشعبان وبلغنا رمضان

اے اللہ ہمیں رجب وشعبان میں برکت عطا فرما اور بخیریت ہمیں رمضان تک پہنچا۔

تو جس مہینہ تک پہنچنے کی اللہ کے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم دعا مانگیں، تو وہ کتنا برکت ورحمت کا مہینہ ہوگا، اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے وہ مہینہ عطا فرما دیا لہٰذا اس کی قدر کریں۔

ایک حدیث میں نبی علیہ السلام نے فرمایا رجب کا مہینہ میری امت کا مہینہ، مطلب یہ کہ رجب کو باقی مہینوں پر ایسی ہی فضیلت حاصل ہے جیسے قرآن کو باقی تمام آسمانی کتابوں پر اور شعبان کو ایسی ہی فضیلت ہے جیسے مجھے باقی انبیاء پر فضیلت حاصل ہے، نیز ارشاد فرمایا: رمضان کا مہینہ اللہ کا مہینہ ہے، اس مہینوں کو باقی مہینہ پر وہ فضیلت حاصل ہے جو اللہ رب العزت کو اپنی مخلوق پر حاصل ہے۔

یہ عجیب بخشش کا مہینہ ہے، امام ربانی مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں کہ اگر باقی پورے سال کی رحمتوں کو رمضان کی رحمتوں کے ساتھ اکٹھا کیا جائے تو یوں لگے گا جیسے دریا سمندر کے سامنے ہے یعنی پورے سال کی رحمتیں دریا کے مانند اور اس ایک مہینہ کی رحمتیں سمندر کے مانند ہیں۔

حفاظت جس سفینہ کی......:

اللہ تعالیٰ نے اسی مہینہ میں قرآن کریم کو اتارا تو آخر کوئی نہ کوئی حکمت ہوگی؟ ذرا توجہ سے سنئے، حکمت یہ تھی کہ جب قرآن اترا تو کفر وشرک کی ظلمت ختم ہوگئی، لہٰذا

جب رمضان آئے گا تو معصیت کی ظلمت کو ختم کر دے گا، اس لئے حضرت علیؓ فرمایا کرتے تھے کہ اللہ رب العزت کو امت محمدیہ کو عذاب دینا ہوتا تو اِسے رمضان کا مہینہ عطا نہ فرماتے، رمضان کا مہینہ عطا کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ اس امت کو عذاب دینا نہیں چاہتے۔

حفاظت جس سفینہ کی انہیں منظور ہوتی ہے کنارے تک اسے خود طوفان چھوڑ دیتے ہیں

یعنی جب کسی کی حفاظت منظور ہوتی ہے، تو اسکو کنارہ پر پہونچانے کے بعد طوفان لاتے ہیں، کنارہ پہونچنے سے پہلے طوفان نہیں لاتے، اللہ پاک نے اس امت کے ساتھ ایسا کیا کہ رمضان کو کنارے لگانے کے بعد شیطان کو چھوڑتے ہیں، اچھا اب تجھے چھوڑتے ہیں، تجھے جو کرنا ہے کر لے، واہ میرے اللہ! آپ اپنے بندوں پر کتنے مہربان ہیں۔

نیکیوں کا سیزن:

کاروباری اور تاجر لوگوں کا حال یہ ہے کہ جب کسی چیز کا سیزن ہوتا ہے، تو ان کو اچھی کوالیٹی کے سامان سستے دام میں مل جاتے ہیں، کہتے ہیں سیزن ہے، لگتا یہ ھیکہ اللہ رب العزت نے مؤمن کے لئے یہ نیکیوں کا سیزن بنا دیا، دیکھئے! روزہ دار کو ایک گھونٹ پانی پلا دو، ایک روزے کا ثواب اس ایک گھونٹ پانی پلانے والے کو اللہ نصیب فرما دیتے ہیں، اللہ اکبر کبیرا

کاروباری لوگوں کو دیکھا جب ان کا سیزن ہوتا ہے تو اپنے کھانے، پینے کی پرواہ نہیں کرتے، گھر سے ٹفن میں کھانا آتا ہے، کئی دفعہ ڈبہ واپس جاتا ہے، بیوی کہتی بھی ہے کہ کھانا نہیں کھایا، کہتے ہیں کسٹمر بہت تھے، آج موقعہ ہی نہیں ملا، فروخت کرتے کرتے اور پیسہ کماتے کماتے، اسی طرح رمضان المبارک کا مہینہ نیکی کا سیزن ہے، اس لئے اپنے نامۂ اعمال کو نیکیوں سے بھر لیجئے۔

جنت الاٹ کرائیے:

ہم نے دیکھا کہ کچھ چیزوں کی سیل لگتی ہے، جوتوں کی سیل، کپڑوں کی سیل، گرین سیل، رمضان المبارک میں بالکل یوں لگتا ہے کہ اللہ رب العزت جنت کی سیل لگاتے ہیں، میرے بندو! تم کوشش کرو، تمہاری تھوڑی سی کوشش پر تمہارے لئے جنت الاٹ کردیں گے، اس لئے نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ دعاء مانگو "اللھم انی اسئلك الجنة واعوذبك من النار" اگر اس مہینے میں اللہ رب العزت کو منانے کی کوشش کریں گے، تو اللہ رب العزت قیامت کے دن یقیناً اس کا اجر عطا فرمائیں گے، ہمارے مشائخ نے بڑے کام کی بات لکھی ہے، توجہ سے سننے کے قابل ہے۔

فرماتے ہیں جو شخص دنیا میں اللہ رب العزت سے دوستی کرنے کی کوشش کرے گا، اللہ کی شان اور اسکی عظمت سے بعید ہے کہ وہ اس کو قیامت کے دن اپنے دشمنوں کے قطار میں کھڑا کردے، آپ اعتکاف کے لئے آکر بیٹھ گئے، آپ کا یہ عمل اس کی دلیل ہے کہ آپ اللہ کو اپنا دوست بنانا چاہتے ہیں اور اللہ کے دوست بننا چاہتے ہیں، اللہ تعالیٰ کو منانا چاہتے ہیں، یقیناً آپ کا یہ عمل اللہ رب العزت کے یہاں بخشش کا ذریعہ بنے گا۔

ماہ رمضان کی مثال:

ہمارے بعض بزرگوں نے فرمایا کہ سیدنا یوسف علیہ السلام کے بارہ بھائی تھے "انی رأیت احد عشر کوکبا" گیارہ ستارے اور بارہویں خود یوسف علیہ السلام تو بارہ بھائی بنے، حضرت یوسف علیہ السلام کی برکت سے اللہ نے گیارہ بھائیوں کی غلطی کو معاف فرمادیا، یہ رمضان کا مہینہ حضرت یوسف علیہ السلام کے مانند ہے، اس ایک مہینہ کی برکت سے اللہ گیارہ مہینوں کے گناہوں کو معاف فرمادیتے ہیں، اس لئے بندے کے جتنے بھی گناہ ہوں، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اے میرے بندے! اگر تم میرے پاس زمین و آسمان کے برابر

گناہ لائے "فلا ابالی" میری شان میں کوئی کمی نہیں آئے گی، اس کے باوجود تمہاری مغفرت کردوں گا، اللہ پاک توبہ کرنے پر اتنا خوش ہوتے ہیں، جیسے کسی کی اونٹنی گم ہوگئی ہو اور مل گئی ہو اور ملنے پر اس نے کہہ دیا، اللّٰھُمَّ انت عبدی و انا ربك، حالانکہ کہنا کچھ اور تھا، الٹ کر کہا، فرمایا جس طرح مارے خوشی کے الٹی بات کہہ بیٹھا، تو جتنی خوشی اس بندے کو ہوئی توبہ کرنے سے اس بندہ پر اللہ تعالیٰ کو اس سے زیادہ خوشی ہوتی ہے۔(مسلم کتاب التوبہ ص:۳۵۵-ج:۲)

آجا میرے در پر:

اگر کسی ماں کا بیٹا بدمعاش دوست کے ساتھ چلا جائے، ماں کس قدر اداس، کتنا روتی ہے؟ کہ بیٹے تو محبت کرنے والی ماں کو چھوڑ کر چلا گیا، تجھے گھر میں ہم نے ہر سہولت دی تھی، کتنی چاہت سے پالا، کتنی محبت سے رکھا، بیٹے پھر بھی گھر چھوڑ کر چلا گیا، لیکن اگر کسی دن اسکا بیٹا اس بدمعاش سے جان چھڑا کر دروازہ پر آکر کھڑا ہو، اور دروازہ کھٹکھٹا کر کہنے لگا کہ امی دروازہ کھولئے، کہیں اغوا کرنے والا پھر نہ پیچھے سے آجائے، تو بتائیں! ماں اس کے لئے دروازہ کھولنے میں دیر لگائے گی؟ بالکل نہیں، بالکل یہی بات نظر آتی ہے ہمیں، کہ شیطان نے اللہ کے بندوں کو اغوا کیا، گناہ پر گناہ کرایا، فرائض چھڑوائے، جھوٹ بلوایا، بہتان لگوایا، لوگوں کے دل دکھائے، پتہ نہیں کیا کیا کرایا؟ مگر اللہ رب العزت اس مہینے میں انتظار میں ہوتے ہیں کہ میرے بندے اس بدمعاش کو چھوڑ کر دوبارہ میرے دروازہ پر آجاؤ، میرے بندو! میں نے تمہیں کتنے پیار سے پالا، کتنی شفقت سے بے شمار نعمتیں دیں، پھر کیوں میرے درکو چھوڑ کر چلے گئے۔

"یا ایھا الانسانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِیْم" (پ۳۰-ر۷) اے انسان تجھے کریم رب سے کس چیز نے دھوکہ میں ڈالا، اب اگر وہ گنہگار بندہ رمضان کے ان ایام میں اللہ کے گھر مسجد میں آکر دروازہ کھٹکھٹاتا ہے اور یہ دعا مانگتا ہے، اے اللہ! شیطان سے جان

چھڑا کر میں اب تیرے دروازے پر حاضر ہوں، اے مولیٰ! دروازہ کھول دیجئے، مجھے اپنی رحمت میں لے لیجئے، تو بتلایئے کہ اللہ رب العزت رحمت کا دروازہ کھولنے میں کوئی دیر کریں گے؟ بالکل نہیں۔

اس لئے ہم ان راتوں کو غنیمت سمجھ کر اپنے گناہوں کو بخشوائیں، اور نیکوکاری اور پرہیزگاری کی زندگی گزار کر دل میں ارادہ کریں اللہ پاک معاف کردیں، کیونکہ ہمارے جتنے بھی گناہ ہوں اللہ کی رحمت کے سامنے تو کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔

رحمتوں کا سمندر:

ایک بندہ نجاست میں لتھڑا ہوا تھا، اس کے کپڑے میں گندگی لگی ہوئی تھی، اب وہ دریا کے سامنے کھڑا دریا کو کہنے لگا دریا تیرے پانی سے تو میری نجاست دھل جائے گی، لیکن میں تو نجاست میں بھرا ہوں، کیا میں تیرے اندر آجاؤں؟ دریا نے اس سے مخاطب ہو کر کہا، تیری نجاست کیا حیثیت رکھتی ہے؟ میں جاری پانی ہوں، تیرے جیسے سینکڑوں، ہزاروں نہیں بلکہ کروڑوں آجائیں تو میرا پانی سب کو پاک بھی کردے گا اور میں خود بھی پاک رہوں گا۔

بالکل اسی طرح ہم گناہوں کی نجاست میں لتھرے ہوئے، اللہ کے در پر کھڑے ہیں، اللہ کی رحمت کا سمندر ہے، ہم سوچتے ہیں کہ بڑے گنہگار ہیں، مگر خدا کی رحمت کہہ رہی ہے، بندے تمہاری نجاست کیا حیثیت رکھتی ہے؟ ساری دنیا کے لوگ اپنے رب کے دروازہ پر آکر معافی مانگ لیں، تو پروردگار کی رحمت کا سمندر اتنا بڑا ہے، کہ سب کی نجاست کو دھو بھی دیگا، اور اس سے بھی زائد کو معاف کرنے کے قابل ہوگا، لہذا رمضان کے مہینہ میں ہم نجاست بھرے بدن کو اللہ کی رحمت کے دریا میں چھلانگ لگا کر دھولیں، اور اپنے گناہوں سے اپنے جسم کو پاک کرلیں اور دل میں یہ نیت کریں، اللہ تیرے گھر میں پاک ہونے کے لئے آئے ہیں، میرے مولیٰ ہمیں اس رحمت سے محروم نہ کرنا، اے اللہ ہم کو اس نجاست سے پاک فرمادینا، اس لئے کہ آپ کی ایک نظر رحمت ہمارے لئے کافی ہے، اسی رحمت کی نظر پانے کے لئے آئے ہیں۔

میخانہ کا محروم بھی محروم نہیں ہے:

اللہ تعالیٰ اپنے عاشقوں اور پیاروں کے پاس بیٹھنے والوں کو بھی بدبخت بننے نہیں دیتے، نبی علیہ السلام نے فرمایا:

هم رجال لا يشقىٰ جليسهم　　یعنی یہ وہ لوگ ہیں کہ ان میں بیٹھنے والا بھی بدنصیب نہیں ہوتا۔

آپ حضرات جانتے ہیں، ہم حاضر ہی اس لئے ہوئے ہیں کہ آپ کی برکت سے اللہ تعالیٰ ہمارے بھی گناہوں کی مغفرت فرمادے، میرے مولیٰ ہم اپنے گناہوں کو لیکر تیرے نیک بندوں کے ساتھ آئے ہیں، تیرا وعدہ ہے کہ ان کے پاس بیٹھنے والا بدبخت نہیں ہوتا، میرے مولیٰ! آپ اجازت دیجئے ہم بھی آپ کی رحمت کے دریا میں غوطہ لگالیں۔

اجازت ہو تو میں بھی آ کر ان میں شامل ہو جاؤں
سنا ہے تیرے در پہ ہجوم عاشقاں ہوگا

اعتکاف میں اپنے گھروں کو چھوڑ کر آنے والے، مقامی طور پر گھروں کو چھوڑ کر آنے والے، اللہ کی محبت میں قدم بڑھانے والے لوگ ہیں، سب مسجد میں اکٹھے ہیں، ان کی برکت سے ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی برکت سے ہم مسکینوں کے گناہوں کو معاف فرمادے۔

اسی امید پہ آیا یہ گنہگار بھی ہے، یہ دل میں ارادہ لیکر آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان دوستوں کی برکت سے، جماعت کی برکت سے، تمام لوگوں کی برکت سے، ہمارے گناہوں کو معاف فرمادے، اور ہمیں ایک نئی ایمانی، قرآنی زندگی کی توفیق عطا فرمائے، تو رمضان کا مہینہ وہ قرآن کا مہینہ ہے، اللہ تعالیٰ اس کو ہمارے لئے بخشش کا مہینہ بنادے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

اللہ اللہ اللہ

یا ایہا الناس قد جاء تکم موعظۃ من ربکم وشفاء لما فی الصدور

ماہ رمضان اور قرآن

از افادات

محبوب العلماء والصلحاء عارف باللہ

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی مدظلہ

اللہ اللہ اللہ اللہ بسم اللہ الرحمن الرحیم اللہ اللہ اللہ اللہ

اقتباس

امام نوویؒ نے عجیب بات لکھی ہے، من لم يبك عند قراءة القرآن فيبك على فقدان البكاء فانه اعظم المصائب کہ جو بندہ قرآن کی تلاوت کے وقت نہیں روتا تو اس کو اپنے نہ رونے پر رونا چاہیے، اس لئے کہ یہ بہت بڑی مصیبت ہے، کہ بندہ کو قرآن پڑھ کر رونا نہ آئے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن زبیرؓ نے اپنی دادی اسماء بنت ابی بکر سے پوچھا کہ صحابہ کے بارے میں کچھ بتائیے! انہوں نے صحابہ کے بارے میں ایک ہی بات کہی کہ: کانوا كما وصفهم الله تدمع اعينهم و تقشعر جلودهم کہ اللہ نے قرآن مجید میں ان کے بارے میں جس طرح کی صفت بیان کی کہ جب قرآن پڑھتے تھے تو ان کے جسم کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے تھے اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے تھے، یہی حالت ان کی رہا کرتی تھی۔

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی

زید مجدہ

ماہ رمضان اور قرآن

الحمد للّٰہ و کفیٰ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ امّا بعد!

اعوذ باللّٰہ من الشیطان الرجیم ○ بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم ○

یَا اَیُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَتْكُمْ مَوْعِظَةٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَشِفَاءٌ لِمَا فِي الصُّدُوْر ○

(پ۱۱-ر۱۱-آیت۵۸) وقال اللّٰہ تعالیٰ فی موضع آخر: شهر رمضان الذی انزل فیه القرآن (پ۲-ر۷-آیت۱۵۸)

سبحان ربك رب العزة عما یصفون وسلام علی المرسلین والحمد للّٰہ رب العلمین۔

اللّٰهم صل علی سیدنامحمد وعلیٰ آل سیدنا محمدوبارك وسلم۔

اللّٰهم صل علی سیدنامحمد وعلیٰ آل سیدنا محمدوبارك وسلم۔

اللّٰهم صل علی سیدنامحمد وعلیٰ آل سیدنا محمدوبارك وسلم۔

آسمانی کتابوں کا نزول:

قرآن مجید، فرقان حمید کا نزول رمضان المبارک میں ہوا، ماہِ رمضان کو اللہ رب العزت کے کلام کے ساتھ بہت زیادہ مناسبت ہے، یہی وجہ ہے کہ جتنی بھی آسمانی کتابیں اور صحائف نازل ہوئے، سبھی ماہ رمضان میں نازل ہوئے، آدم علیہ السلام کو صحیفے ۳؍ رمضان کو، سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو صحیفہ ۶؍ رمضان کو، حضرت داؤد علیہ السلام کو زبور ۱۲؍ رمضان کو، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو انجیل ۱۸؍ رمضان کو ملی، اور قرآن مجید کا نزول ۲۷؍ رمضان المبارک کو ہوا، تو جتنی بھی آسمانی کتابیں اور صحیفے ہیں سب کے سب رمضان کے

مہینے میں نازل ہوئے، ظاہر ہے کہ اس میں کوئی نہ کوئی راز اور حکمت ہوگی، چنانچہ علماء نے لکھا ہے کہ روزہ اور قرآن میں چند قسم کی عجیب مناسبت و مشابہت پائی جاتی ہے، ان میں سے چند یہ ہیں:

قرآن اور رمضان میں مناسبت:

☆ (۱) ایک مناسبت تو یہ کہ جب تک انسان قرآن مجید کی تلاوت کرتا ہے اللہ رب العزت کی خاص رحمت اسپر اترتی ہے، جبکہ روزہ دار جب تک افطار نہیں کر لیتا اس وقت تک اس پر اللہ رب العزت کی رحمت برستی رہتی ہے۔

☆ (۲) دوسری مناسبت یہ کہ قرآن کی طرح روزہ بھی روزہ دار کے حق میں شفاعت کریگا چنانچہ حدیث پاک میں **الصیام والقرآن یشفیان یوم القیامۃ** (مشکوٰۃ ۱۹۶۳) کہا گیا ہے کہ قیامت کے دن قرآن مجید بھی اپنے پڑھنے والے کی شفاعت کرے گا، اور روزہ بھی روزہ رکھنے والے کی شفاعت کرے گا۔

☆ (۳) تیسری مناسبت یہ ہے کہ تلاوت سے تشبہ بالحق نصیب ہوتا ہے، یعنی ذاتِ باری سے ایک قسم کی مشابہت ہوتی ہے، کیونکہ قرآن اللہ تعالیٰ کی صرف کتاب ہی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا کلام بھی ہے، یہ اللہ تعالیٰ کی ایک بولی ہے، اس بنا پر حدیث پاک میں ہے:

تبرك بالقرآن فانه كلام الله (کنز العمال رقم الحدیث ۲۳۲۶) کہ قرآن پاک سے برکت حاصل کرو، یہ اللہ کا کلام ہے، اور اسکی ذات سے نکلا ہے تو قرآن کے کلام باری ہونے کی وجہ سے تلاوت کرنے والے کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک مشابہت ہو جاتی ہے، اللہ نے بھی اس کلام کو پڑھا، آج بندے بھی اس کلام کو پڑھ رہے ہیں، کتنی بڑی مناسبت ہے۔

اور روزہ میں شانِ صمدیت کی بنا پر بھی تشبہ بالحق ہے، کہ اللہ تعالیٰ کھانے پینے سے بالاتر، منزہ اور مبرا ہے، اور بندہ بھی روزہ کی حالت میں کھانے پینے کو چھوڑ کر اللہ کی ایک

صفت کو کچھ دیر کیلئے اختیار کرتا ہے، تو روزہ سے بھی تشبہ بالحق حاصل ہوا اور تلاوت قرآن سے بھی۔

☆ چوتھی مناسبت یہ ہے کہ کلامِ ربانی کے ذریعہ قاری کو رب کریم کے ساتھ ایک خاص قرب حاصل ہوتا ہے اور روزہ کے ذریعہ بھی بندہ کو قرب حاصل ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ الصوم لی وانا اجزی به روزہ میرے لئے ہے اور روزہ کا بدلہ بھی میں ہی ہوں، تو روزے سے بھی رب ملتا ہے اور کلام ربانی سے بھی رب ملتا ہے، تو معلوم ہوا کہ قرآن اور صیام کے اندر بہت ساری مناسبتیں ہیں۔

تلاوت کی سعادت:

تلاوت یہ خاص عطیہ ہے انسانوں کیلئے، فرشتوں میں صرف حضرت جبرئیل علیہ السلام کو یہ سعادت عطا ہوئی کہ وہ قرآن پاک کی تلاوت کر سکتے تھے، کیونکہ ان کو کلام الٰہی پہونچانا تھا، باقی فرشتے قرآن نہیں پڑھ سکتے، ہاں پڑھنے کی یہ سعادت اللہ نے انسانوں کو عطا فرمائی، اسی لئے انسان جب بھی قرآن پڑھتا ہے تو قرآن سننے کیلئے بڑی تعداد میں فرشتے آسمان سے اتر آتے ہیں، اور اس بندے کے سر سے لیکر مجمع لگتے لگتے آسمانوں تک چلے جاتے ہیں، اور تلاوت کرنے والے کے اس قدر قریب ہو جاتے ہیں کہ وفورِ شوق میں پڑھنے والے کے لب پر اپنے لب کو رکھ دیتے ہیں گویا یوں کہہ سکتے ہیں کہ قاری کو بوسہ دیتے ہیں، یہی وجہ ہیکہ فرشتوں کے سامنے جب قرآن مجید کی آیات آئیں تو انہوں نے کہا کہ خوش نصیب ہے وہ شخص جن پر یہ قرآن اتارا جائے گا، اور جن کو اس کے پڑھنے کی سعادت نصیب ہوگی، اللہ رب العزت نے ہم عاجز مسکینوں پر کتنا بڑا کرم کیا ہے۔

قرآن نسخۂ شفاء ہے:

قرآن مجید کی ایک خاص خوبی یہ ہے کہ وہ ذریعۂ شفاء ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے لئے یہ وعظ ونصیحت ہے، اور تمہارے سینوں میں جتنے بھی امراض

ہیں، حسد، بغض، کینہ وغیرہ ان تمام کیلئے قرآن دوا بلکہ نسخۂ شفا ہے، قرآن کی اس خوبی کا تذکرہ قرآن مجید کی کئی آیات میں ہے۔

وَيَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ، فَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنَ، شِفَاءٌ لِمَا فِي الصُّدُوْرِ، وَهِيَ ورحمة لِلمؤمِنين، وَننزلُ مِن القُرآنِ ما هُو شِفَاءٌ ورحمة للمؤمنين، ولا يَزيد الظالمين الا خساراً۔ (پ۱۵-ر۹-آیت۸۲)

جب یہ نسخۂ شفا ہے، تو اس کے آداب کی رعایت کے ساتھ جو بندہ قرآن پڑھتا ہے، یہ سینے کے امراض اور میل و گندگی کو اس طرح دور کرتا ہے جیسے صابون کپڑے کی میل کچیل کو ختم کر دیتا ہے۔

ذکر و صحبت کا اثر:

قرآن کریم کی طرح اللہ کا ذکر اور بزرگوں کی صحبت بھی میل کو دور کرتی ہے، دو چیزیں بڑی اہم ہیں، دل کی ساری بیماریاں ان سے ختم ہو جاتی ہیں، ہمارے مشائخ نے فرمایا:

ایک ذکر اور دوسرے صحبة الاخیار یعنی نیکو کی صحبت

نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا "علیکم بمجالسة العلماء واستماع کلام الحکماء" علماء کی مجلسوں میں بیٹھنے کو لازم جانو اور اہلِ حکمت کی حکمت بھری باتوں کو ضرور سنا کرو، کیونکہ اللہ تعالیٰ حکمت کے نور سے مردہ دلوں کو اس طرح زندہ کر دیتے ہیں جس طرح بارش سے مردہ زمین کو زندہ فرماتے ہیں، لہذا تلاوت قرآن کی محفل ہو یا پھر ذکر کی محفل، یہ دلوں کو چمکانے اور روشن کرنے کی محفل ہوتی ہے، نبی علیہ السلام نے ایک دفعہ وعظ فرمایا، صحابی رسول نے اس کی منظر کشی کی۔

وعظنا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم موعظة، وجلت منها القلوب وذرفت منها العیون وعظا بلیغا اتنا پرتاثیر وعظ تھا نبی علیہ السلام کا، یوں سمجھیں کہ نبی علیہ السلام نے دلوں کو گدگدا دیا، دل تڑپ گئے، آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں،

آنسو بہنے لگے، تو مجلس وعظ ونصیحت دل کی دوا ہے، اس لئے ابن مسعودؓ فرمایا کرتے تھے۔

مجلس ذکر کا اثر:

نعم المجلس: المجلسُ الذِیْ تُنشَرُ فیه الحکمة، وترجی فیه الرحمة، انه مجلس الذکر وہ مجلس کیا ہی خوب ہے، جس میں حکمت کی باتیں ہوتی ہوں، اور رحمتِ الٰہی کی امید ہوتی ہے، وہ مجلس مجلس ذکر ہے۔

بعض لوگوں نے کہا کہ **مجلس الذکر محیاة القلب ویحدث فی القلب الخشوع**، مجلس ذکر دلوں کو زندہ کرتی ہے، اور دل کے اندر خشوع پیدا کرتی ہے، جبکہ مردہ دل کے متعلق کہا گیا:

القلوب المیتة تحي بالذکر کما تحي الارض المیتة بالمطر

تو ایسی مجلس میں انسان کا دل زندہ ہوتا ہے، یہ دلوں کو زندہ کرنے کی محفل ہے۔

اسی لئے نبی علیہ السلام کی محفل سے جب صحابہ کرام اپنے گھر واپس جاتے تو ان کو اس محفل میں بے حد اثرات محسوس ہوتے، واپسی کے بعد اس کیفیت میں کمی محسوس ہوتی، چنانچہ نبی علیہ السلام کے پاس آ کر اس فرق کے متعلق سوال کرتے، آپ نے حضرت حنظلہؓ کا واقعہ سنا، کہ اسی فرق کی وجہ سے دربار نبوی میں آنا بند کر دیا، جب حضرت ابوبکرؓ نے ان سے پوچھا تو حضرت حنظلہؓ نے کہا "نافق حنظلة" حنظلہ تو منافق ہو گیا، کیونکہ جب میں آپ کی مجلس میں ہوتا ہوں تو دل کی کیفیت کچھ اور ہوتی ہے، اور گھر آنے کے بعد دل کی یہ کیفیت باقی نہیں رہتی۔

لو تکون قلوبکم کما تکون عند الذکر اگر تمہارے دل کی کیفیت ایسی ہی ہر وقت رہے، جیسے اس محفل ذکر میں ہوتی ہے، **لصافحتکم الملائکة حتی تسلم علیکم فی الطرق** تو ملائکہ تمہارے ساتھ مصافحہ کریں اور راستہ چلتے ہوئے تمہیں سلام کرنے لگیں، تو انسان کیلئے اپنے گھر کی زندگی گزارنا ناممکن ہو جائے، اس لئے

کبھی کبھی اللہ رب العزت دل کی ایک کیفیت عطا فرمادیتے ہیں اور کبھی اس پر پردہ ڈال دیتے ہیں۔

بکثرت تلاوت کرنے والے:

رمضان المبارک قرآن مجید کے ساتھ ایک خصوصی مناسبت رکھنے والا مہینہ ہے، ہمارے مشائخ اس ماہ صیام کو شہر القرآن کہا کرتے تھے، یہ قرآن کا مہینہ ہے، چنانچہ ہمارے اکابر قرآن مجید کی کتنی تلاوت کرتے تھے، اس کی چند مثالیں سنئے:

رمضان المبارک میں جبرئیل علیہ السلام تشریف لاتے تو نبی علیہ السلام ان کے ساتھ قرآن مجید کا دور فرمایا کرتے، سیدنا عثمانؓ روزانہ ایک قرآن مجید کی تلاوت فرماتے تھے، حضرت ابوحنیفہؒ رمضان المبارک میں ۶۲ قرآن مجید پڑھا کرتے تھے، ایک قرآن دن میں، ایک قرآن رات میں، اور ۳ قرآن تراویح میں پڑھا کرتے تھے، امام شافعیؒ رمضان المبارک میں ستر قرآن مجید پڑھا کرتے تھے، اب یہ خبر عجیب نظر آتی ہے، جبکہ پڑھنے والے آج بھی پڑھتے ہیں، چنانچہ ہم سے تعلق رکھنے والے کتنے ایسے علماء ہیں جن کا معمول رمضان المبارک میں روزانہ ایک قرآن کریم ختم کرنے کا ہے، ان کے کئی ایسے رمضان گزرے ہیں، تو کرنے والے آج بھی کر رہے ہیں، اور ہم لوگوں کی حالت یہ ہے کہ ایک پارہ یا چند پارہ کی تلاوت بھی مشکل ہوتی ہے۔

امام احمد بن حنبلؒ کا پوری زندگی میں یہ دستور رہا کہ ہر ہفتہ میں قرآن مجید کی تلاوت مکمل کرتے تھے، یعنی سات منزل میں سے ایک منزل روزانہ پڑھتے تھے، ساتویں دن قرآن مجید مکمل ہو جاتا تھا۔

حضرت قتادہؒ بھی پوری زندگی ہر ہفتہ میں قرآن مکمل کرتے تھے لیکن جب رمضان آجاتا تو تیسرے دن قرآن مکمل کرتے اور جب آخری عشرہ آتا تو رمضان کی ہر ایک رات میں ایک قرآن مجید پورا کرتے تھے۔

امام رازیؒ کا قول ہے کہ رمضان ھو شھر تلاوۃ القرآن و اطعام الطعام کہ رمضان قرآن کی تلاوت اور دوسروں کو کھلانے کا مہینہ ہے۔

چنانچہ امام مالکؒ رمضان المبارک میں اپنے تدریس کا کام موقوف فرما دیتے، اور فرماتے ھذا شھر القرآن یہ امام مالکؒ کے الفاظ ہیں۔

سیدہ عائشہ صدیقہؓ رمضان المبارک کے دن کے اول حصہ میں قرآن مجید مکمل پڑھ لیا کرتی تھیں۔

ایک بزرگ زبید الیامیؒ گزرے ہیں، ان کی خانقاہ پر جتنے ہی لوگ آتے تھے روزانہ ان کا معمول تھا کہ ایک قرآن مجید مکمل پڑھا کرتے تھے۔

منصور ابن زاذان کے متعلق ہے کہ وہ ظہر اور عصر کے درمیان قرآن مجید مکمل پڑھ لیا کرتے تھے، اللہ نے ان کے وقت میں برکت ایسی دیدی تھی، آج ہم ان باتوں کو سنتے ہیں تو حیران ہوتے ہیں۔

رغبت کے ساتھ تلاوت:

وہ حضرات قرآن مجید صرف پڑھتے ہی نہیں تھے، بلکہ قرآن مجید پڑھنے کے ساتھ ساتھ ان کے دلوں پر اس کے اثرات بھی مرتب ہوتے تھے، ہمارے سننے میں اور ان کے سننے میں زمین آسمان کا فرق ہوتا ہے، ہم تو تراویح پڑھتے ہیں، آدھے سو رہے ہوتے ہیں، شاید حفاظ ہی کو پتہ چل رہا ہو کہ امام صاحب کیا پڑھ رہے ہیں، کیونکہ آج ہمیں قرآن مجید کے ساتھ وہ مناسبت نہیں رہی، وہ شوق وعشق اور لگن نہیں، یہی وجہ ہے کہ امام صاحب اگر ایک رکوع کے بجائے دو رکوع پڑھ دیں تو ہمارے لئے پیچھے کھڑا ہونا مصیبت ہو جاتا ہے، لیکن ہمارے اکابر قرآن مجید کو اِنجوائے کیا کرتے تھے۔

ہماری مثال یہ ہے کہ ایک آدمی کو بخار ہے، کھانے کو طبیعت بالکل نہیں چاہتی، اب اس کو ایک لقمہ بھی کھلانا مشکل ہوتا ہے، وہ کہتا ہے میرا دل ہی نہیں کر رہا ہے، جبکہ صحت

مند آدمی جس کو بھوک لگی ہوئی ہو، آپ اس کے لئے کھانا رکھیں گے تو اپنے شوق ورغبت کے ساتھ کھائے گا، قرآن مجید کی تلاوت کا بھی یہی معاملہ ہے، کہ ہم باطن میں بیمار ہیں اور ہمارے دلوں کے اندر روگ ہے، اس لئے قرآن مجید پڑھنا یا سننا مشکل نظر آتا ہے، جبکہ ہمارے اکابر کے باطن میں طلب اور نور رہوتا تھا، اس لئے قرآن مجید وہ اس طرح پڑھتے تھے جیسے پیاسا آدمی صحرا میں سفر کرتے کرتے اگر پانی کے چشمے پر آپہونچے تو وہ ٹھنڈے پانی کو جس رغبت اور شوق کے ساتھ ایک ایک گھونٹ لذت لیکر پیتا ہے، ہمارے اکابر قرآن مجید کی ہر ہر آیت لذت لے لیکر پڑھا کرتے تھے۔

آنسو کے چشمے:

چنانچہ جب اللہ کے کلام کو پڑھتے تھے تو پھر ان کا دل مچلتا تھا، اور ان کی آنکھوں سے آنسو کے چشمے جاری ہو جاتے تھے، چنانچہ ہمارے اکابر نے مستقل عنوان لگایا **القرآن للبکاء** کہ قرآن سے رونے کا خاص تعلق ہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے **العینان لا تمسھما النار**، دو آنکھیں ایسی ہیں جن کو آگ نہیں چھوئے گی، عام دستور ہے کہ اگر کسی ملک میں کوئی چیز نہ ملتی ہو اور باہر سے اسے امپورٹ کیا جائے تو اسکی قیمت بہت زیادہ ہوتی ہے، لوگ اُسے پانچ گنا، دس گنا قیمت دیکر خریدتے ہیں، یہ پوچھیں کہ اتنا مہنگا کیوں خریدا؟ تو کہیں گے امپورٹڈ چیز ہے ہمیشہ تو ملتی نہیں، موقعہ تھا میں نے قیمت زیادہ دے کر خرید لیا، جیسے دنیا کا یہ دستور ہے اسی طرح یہ ندامت کے جو آنسو ہیں، یہ آسمان سے اوپر کی دنیا کیلئے امپورٹڈ چیز ہے، فرشتے روتے نہیں، یہ چیز وہاں نہیں ہے، یہ نعمت صرف یہاں ہے، اور جب کوئی بندہ روتا ہے، اور فرشتے اس کے آنسوؤں کے اس عمل کو لیکر آسمان سے اوپر جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ بھی امپورٹڈ چیز کی زیادہ قیمت اور زیادہ ریٹ لگا دیا کرتے ہیں۔

بال برابر آنسو:

حدیث پاک میں آتا ہے، قیامت کے دن انبیاء شفاعت کریں گے، علماء صلحاء، شہداء، سب شفاعت کریں گے جب ہر ایک کی شفاعت قبول ہو جائے گی اور اب کوئی شفاعت کرنے والا نہ ہوگا، اور ایک جہنمی بھی جہنم میں ہوگا، اس جہنمی کی آنکھ کی پلکوں کا بال اللہ کے سامنے گواہی دے گا، اے میرے اللہ یہ شخص میری زندگی میں آپ کے خوف یا آپ کی محبت کی بنا پر ایک مرتبہ بال کے برابر آنسو سے رویا تھا، اس آنسو سے میں بھیگ گیا تھا، میں گواہی دیتا ہوں اللہ تعالیٰ جبرئیل علیہ السلام کو فرمائیں گے، اعلان کر دو کہ یہ وہ بندہ ہے کہ پلکوں کے بال کی گواہی دینے پر اللہ نے اس کو جہنم سے بری فرما دیا، ایک آنسو کے اندر اتنی طاقت ہے، کہ وہ انسان کو جہنم کی آگ سے بچا دیتا ہے، تو پھر قرآن پڑھتے ہوئے روئے اور سسکتے ہوئے روئے تو پھر اس کا تو مقام ہی کچھ اور ہوگا۔

تلاوت اور آنسو:

چنانچہ علماء نے لکھا ہے **یستحب البکاء عند تلاوۃ القرآن وھو صفۃ العارفین وشعار عادۃ الصالحین** قرآن مجید کی تلاوت کرتے یا سنتے وقت رونا مستحب ہے، یہ عارفین کی صفت اور اللہ کے نیک بندوں کا طریقہ ہے، اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا: کہ **اللّٰہ نَزَّلَ اَحْسَنَ الحدیثِ کِتَاباً مُّتَشَابِھاً مَّثَانی الخ** (پ۲۳-ر۱۷-آیت ۲۳) تو قرآن سنکر اہل ایمان کے دل جو تڑپتے اور نرم ہو جاتے ہیں، یہ درحقیقت دل پر قرآن مجید کی تاثیر ہے۔

ایسا پر اثر کلام ہے کہ **لَوْ اَنزلنا ھذا القرآنَ علٰی جَبَلٍ لَرَاَیْتَہ خَاشِعاً مُتَصَدِّعاً مِنْ خَشْیَۃِ اللّٰہِ** (پ۲۸-ر۶-آیت ۲۱)

بعض مفسرین اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں **مَدَحَ اللّٰہُ الْبَکَّائِیْنَ فی کتابہ** کہ اس

آیت میں گویا اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید پڑھ کر یا سن کر رونے والوں کی اپنی کتاب کے اندر مدح اور تعریف فرمائی، کاش کہ یہ نعمت ہمیں بھی نصیب ہو جائے۔

تاجدارِ مدینہ کے آنسو:

ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

أَفَمِنْ هَٰذَا الْحَدِيثِ تَعْجَبُونَ وتضحكون ولا تبكون وَأَنتُمْ سَامِدُونَ (پ۲۷-ر۷-آیت۶۲) تو اس کو اہل صفہ سنکر رونے لگے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: **لَنْ يلج النار من بكى من خشية الله** جو اللہ کی خشیت سے روتا ہے، جہنم کی آگ اس کو جلا نہیں سکتی۔

حدیث پاک میں آتا ہے۔ **قام رسول الله صلى الله عليه وسلم ليلة من الليالي** — نبی علیہ السلام راتوں میں سے ایک رات تہجد کیلئے کھڑے ہوئے، **فقال بسم الله الرحمن الرحيم ثم بكى،** بسم اللہ پڑھی، اور رو پڑے، **ثم قال بسم الله الرحمٰن الرحيم فبكى** دوبارہ بسم اللہ پڑھی، پھر رو پڑے **فاعادها ثم بكى** پھر جب تیسری مرتبہ اس آیت کو دہرایا تو پھر رو پڑے اس کے بعد فرمایا **ويل لمن لم تدركه رحمة الله:** اس شخص کیلئے بربادی ہو جسے اللہ رب العزت کی رحمت نہیں پہونچی۔

ایک روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ پوری رات نبی علیہ السلام اس آیت کو بار بار دہراتے رہے، اور روتے رہے، وہ آیت یہ ہے۔

إِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَإِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ۔ (پ۷-ر۶-آیت۱۱۸)

ترجمہ: اگر آپ نے ان لوگوں کو عذاب دیا تو یہ آپ کے بندے ہیں اور اگر ان کو معاف کر دیا تو بیشک آپ مغفرت کرنے والے اور رحم کرنے والے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ، سیدنا عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ام المؤمنین حضرت

عائشہؓ نے فرمایا: دخل معی فی فراشی ثم قال یا عائشة ائذنی لی اتعبّد ربی کہ نبی علیہ السلام آکر میرے ساتھ بستر پر لیٹ گئے فرمایا کہ اے عائشہ! مجھے اجازت دو کہ میں اپنے رب کی عبادت میں مشغول ہو جاؤں، فرماتی ہیں کہ نماز کیلئے کھڑے ہوئے، حتی رایت دموعه قد بلغت الارض حتی کہ میں نے نبی علیہ السلام کے آنسو زمین پر گرتے ہوئے دیکھے۔

اب غور کریں کہ یہ آنسو کی لڑیاں کیوں جاری ہوتی تھیں؟ آخر اللہ کے کلام میں یہ تاثیر ہی تو تھی، دیکھئے عربی زبان میں ایک عین اس آنکھ کو کہتے ہیں اور ایک عین چشمہ کو کہتے ہیں، اگر چشمہ خشک ہو تو اسکی کوئی قدر نہیں ہوتی، اسی طرح جس بندے کی عین (آنکھ) خشک ہو جائے، اللہ کے یہاں اسکی کوئی قدر نہیں ہوتی، تو اللہ تعالیٰ سے دعاء مانگنا چاہئے کہ ان آنکھوں سے چشمے جاری رہیں۔

اسلاف کی تلاوت اور آنسو:

(۱) یہی کیفیت صحابہؓ کی تھی، چنانچہ سیدنا ابوبکر صدیقؓ کے بارے میں آتا ہے، کان رجلاً بکاءً لا یملك دموعه اذا قرأ القرآن کہ وہ جب بھی قرآن مجید پڑھتے تو اپنے آنسو کو روک ہی نہیں سکتے تھے، فوراً رونے لگتے تھے۔

(۲) اور یہی حضرت عمرؓ کی کیفیت تھی، چنانچہ ان کے بارے میں ایک صحابی کہتے ہیں صلیٰ بالناس فبکی فی قراء ته حتی انقطعت قراء ته وسمع نجیبه من وراء ه ثلثة صفوف جب لوگوں کو نماز پڑھانے لگے تو رو پڑے یہاں تک کہ ان کی قرأت منقطع ہوگئی اور ان کے پیچھے تیسری صف تک ان کے سسکنے کی آواز سنی جاتی۔

(۳) ایک مرتبہ ابن عمرؓ قرآن پاک کی تلاوت کے دوران جب اس آیت پر پہونچے یَوْمَ یَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِیْن (پ۳۰-ر۸) کہ وہ دن قیامت کا جس دن انسان اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونگے، تو اس کی ہیبت سے رو پڑے حتی کہ روتے

روتے گر گئے، وامتنع عن قراء ته ما بعدها مابعد کی قرأت نہ پڑھ سکے، کیونکہ روتے روتے ان کے اوپر گریہ طاری ہوگیا۔

(۴) مزاحم بن زفرؒ کہتے ہیں: صلی بنا سفیان الثوری المغرب فقرأ حتی بلغ ایاك نعبد و ایاك نستعین بکی حتی انقطعت قرا ئته حضرت سفیان ثوریؒ نے نماز پڑھائی، جب سورۂ فاتحہ پڑھتے ہوئے "ایاك نعبد و ایاك نستعین" پر پہونچے تو اتنا روئے کہ ان کی قرأت وہیں منقطع ہوگئی۔

(۵) فضیل بن عیاضؒ کے بارے میں آتا ہے کہ جب یہ آیت وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجَاهِدِيْنَ مِنْكُمْ وَالصَّابِرِيْنَ وَنَبْلُوَا اَخْبَارَكُمْ پڑھی (پ۲۶-ر۸-آیت ۳۱) تو اس کو پڑھ کر روتے رہے۔

(۶) عمر بن عبدالعزیزؒ کے متعلق لکھا ہے کہ جب انہوں نے یہ آیت پڑھی: فَاَنْذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظّٰى تو اس کو پڑھ کر وہ ساری رات روتے رہے۔

(۷) محمد بن منکدر ایک مرتبہ آیت پڑھنے لگے وبدا لھم من الله مالم یکونوا یحتسبون (پ۲۴-ر۲-آیت ۴۷) تو وہ بھی قرآن مجید کی اس آیت کو پڑھ کر رونے لگے۔

(۸) اکابرین میں سے ایک بزرگ تھے، انہوں نے قرآن مجید کی آیت پڑھی: وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا الخ (پ۱۶-ر۸-آیت ۱۷) تو وہ اسکو پڑھ کر رونے لگے۔

(۹) قرآن کی تلاوت سے صحابہ اور اکابر رو پڑتے تھے، اسی لئے جب نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مرض الوفات میں عائشہ صدیقہؓ سے کہا کہ ابوبکر صدیقؓ کو کہیں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں، تو انہوں نے جواب میں کہا۔

ان ابا بکر رجل رقیق اذا قرأ غلبه البکاء ابوبکر دل کے بڑے رقیق ہیں جب قرآن پڑھیں گے تو ان پر رونا غالب آجائے گا۔

(۱۰) حضرت عمرؓ کے بارے میں آتا ہے کان فی وجہ عمر بن خطاب اسودان من البکاء حضرت عمرؓ کے رخسار پر آنسوؤں کے زیادہ بہنے کی وجہ سے دو کالی لائنیں پڑ گئی تھیں۔

(۱۱) حضرت علیؓ کے بارے میں آتا ہے، کہ محراب میں اس قدر رو رہے تھے کہ ان کے آنسو داڑھی کے اندر سے گر رہے تھے۔

(۱۲) زرارہ بن اوفیؒ قاضی بصرہ نے ایک دفعہ تہجد میں آیت پڑھی:

فَاِذَا نُقِرَ فِی النَّاقُوْرِ (پ۲۹-ر۱۵) تو اسکو پڑھتے ہی وہ گرے اور ان کی وہیں وفات ہوگئی۔

(۱۳) حضرت امام ابوحنیفہؒ نے ایک مرتبہ وَامْتَازُوا الْيَوْمَ اَيُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ (پ۲۳-ر۳-آیت ۵۹) پوری رات اس آیت کو پڑھتے رہے، اور روتے روتے پوری رات گزار دی، ہم بھی تو تراویح میں پورا قرآن سنتے ہیں، کیا ہمارے اوپر یہ کیفیت آتی ہے؟ اپنے دل میں جھانکیں کہ آج ہم بھی تو اسی قرآن کو سنتے ہیں، ہمارے دل پر کیوں اس کا اثر نہیں ہوتا؟ چنانچہ ایک سجدہ کی آیت میں پڑھوں گا سجدۂ تلاوت بعد میں کر لیجئے گا۔

اذا تتلی علیهم آیات الرحمن الخ (پ۱۶-ر۷-آیت ۵۸)

جب رحمٰن کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں، تو وہ روتے ہوئے سجدہ میں گر جاتے ہیں۔

ایک مرتبہ کسی تلاوت کرنے والے سے ایک بزرگ نے یہ آیت سنی، سجدہ میں چلے گئے، بعد میں کہنے لگے لوگو! بتاؤ کہ اس آیت کو پڑھ کر سجدہ تو ہم نے کر لیا، مگر اللہ نے تو فرمایا ہے کہ روتے ہوئے سجدے میں جاتے ہیں۔

اگر آنسو نہ گرے:

امام نوویؒ نے عجیب بات لکھی ہے، من لم یبك عند قراءة القرآن فیبك علی فقدان البكاء فانه اعظم المصائب کہ جو بندہ قرآن کی تلاوت کے وقت نہیں

روتا تو اس کو اپنے نہ رونے پر رونا چاہئے، اس لئے کہ یہ بہت بڑی مصیبت ہے، کہ بندہ کو قرآن پڑھ کر رونا نہ آئے۔

عبد اللہ بن عمرو بن زبیرؒ نے اپنی دادی اسماء بنت ابی بکر سے پوچھا کہ صحابہ کے بارے میں کچھ بتایئے! انہوں نے صحابہ کے بارے میں ایک ہی بات کہی کہ:

كانوا كما وصفهم الله تدمع اعينهم وتقشعر جلودهم کہ اللہ نے قرآن مجید میں ان کے بارے میں جس طرح کی صفت بیان کی کہ جب قرآن پڑھتے تھے تو ان کے جسم کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے تھے اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے تھے، یہی حالت ان کی رہا کرتی تھی۔

دلوں کو کب گدگدائے گا؟

اب ذرا ایک نظر ہم اپنے اوپر ڈالیں اور بتلائیں کہ قرآن مجید کی اس آیت کو سنتے ہوئے ہماری زندگی گزر گئی، طالب علمی کے زمانہ میں قرآن کا ترجمہ پڑھا، یاد کیا، اس وقت سے یہ آیت پڑھی ہو اور ہم نے آنکھوں سے آنسو بہائے ہوئے ہوں اور روتے ہوئے اپنے رب کے سامنے سجدے میں گئے ہوں، آخر اس آیت پر ہمیں کب عمل نصیب ہوگا؟ جبکہ یوں کہنے کو تو ہم ورثۃ الانبیاء میں شامل ہونے کے بڑے متمنی ہیں، اور قرآن فہمی کا دعوی بھی کرتے ہیں اور بعض تو قرآن کے مفسر ہیں اور بعض کے مطالعہ میں قرآن ہے، مگر یہ قرآن ہمارے دلوں کو کب گدگدائے گا، دل کی آنکھیں کب کھلیں گی، اور ہمارے اوپر کب تاثیر ہوگی؟

دل پاکیزہ نہ رہا:

اصل وجہ کیا ہے کہ ہمارے دل قرآن مجید کے اثرات قبول نہیں کرتے، اس کو اس طرح سمجھئے، کہ ایک نزلہ کا مریض ہو، اس کو مشک وعنبر سونگھنے کیلئے دیں، تو اگر چہ خوشبو بہت اچھی ہے مگر اس کو پتہ نہیں چلتا، تو اس میں اس بیچاری خوشبو کا کیا قصور؟ بالکل اسی طرح ہمارے اندر باطنی بیماریاں کچھ ایسی ہیں، جن کی وجہ سے قرآن ہمارے سامنے پڑھا تو جاتا

ہے، لیکن ہم قرآن کی اس خوشبو کو سونگھنے سے محروم ہیں، چنانچہ اس بارے میں ہمارے اکابر نے باقاعدہ تفصیل لکھی ہے۔

حضرت عثمان بن عفانؓ بہت ہی قیمتی بات فرمایا کرتے تھے:

لو طہرت قلوبکم ماشبعتم من کلام ربکم اگر تمہارے دل پاک ہوتے تو رب کے کلام کے سننے سے کبھی دل نہیں بھرتے۔

معلوم ہوا کہ اصل بیماری یہ ہے کہ دل پاکیزہ نہیں رہا، دل پہ گناہوں کی میل، ظلمت اور نجاست ہے، جسکی وجہ سے قرآن مجید کے اثرات وہاں پہونچتے ہی نہیں، اس کی مثال ایسی ہے کہ کسی چیز پر دبیز پولیتھین پڑا ہو تو چاہے جتنی مسلا دھار بارش ہو رہی ہو مگر وہ چیز پانی سے تر نہیں ہوتی، اسی طرح دلوں کے اوپر گناہوں کی پولیتھین کی ایسی تہہ چڑھ چکی ہے کہ جب قرآن پڑھا جاتا ہے تو اس کی تاثیر دل تک پہونچ ہی نہیں پاتی۔

دلِ داغدار کو......

اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہمارے دل بھی متاثر ہوں اور قرآن کے سننے سے ایمان بڑھے، جیسا کہ صحابہ کے بارے میں اللہ پاک نے ارشاد فرمایا:

و اذا تلیت علیھم آیاتہ زادتھم ایمانا کہ جب ان کے سامنے قرآن کی تلاوت کی جاتی ہے تو ان کا ایمان بڑھتا ہے، تو جس قرآن کے سننے سے ایمان بڑھتا ہو اس قرآن کے پڑھنے سے بندے کا ایمان کتنا بڑھتا ہوگا۔ ہم تو اس کا اندازہ ہی نہیں لگا سکتے، اور اسکی بنیادی وجہ اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں بیان فرمادی۔

لا یمسہ الا المطھرون کہ اس قرآن کو وہی لوگ مس کر سکتے ہیں جو پاک ہوں، اسکی تفسیر میں مفسرین نے نکتہ لکھا کہ ایک آدمی اگر جنبی ہو ناپاک ہو، تو وہ اپنے ہاتھ میں قرآن پکڑ نہیں سکتا، کیونکہ بلا غلاف پکڑنا اس کیلئے حرام ہے، قرآن مجید کو اس وقت تک ہاتھ نہیں لگا سکتا جب تک غسل نہ کرے، تو ظاہری بدن ناپاک ہو، تو ظاہر قرآن کو ہاتھ نہیں لگا

سکتا، اسی طرح باطن اور دل اگر گناہوں سے آلودہ ہو تو اس کے اسرار و رموز اسے نصیب نہیں ہو سکتے، اگر کوئی چاہے کہ مجھے اسرار و رموز حاصل ہوں، تو اسے دل پلٹ کرنا پڑے گا، تا کہ اس دل پر قرآن مجید کے اثرات مرتب ہوں۔

ایک علمی نکتہ:

☆ سیدنا ابو بکر صدیقؓ کے بارے میں قرآن میں ہے کہ نبی علیہ السلام کے ثانی اثنین تھے، دو میں سے دوسرے تھے، جہاں نبی علیہ السلام پہلے وہاں ابو بکرؓ دوسرے، اسلام میں، غار میں، بدر میں، حج میں، جہاں نبی علیہ السلام پہلے، صدیق اکبرؓ دوسرے، تو صدیق اکبرؓ کو نبی علیہ السلام کا ثنی کہا گیا، دوسرا کہا گیا، اب ہم نبی علیہ السلام کے ثنی نہیں بن سکتے، لیکن قرآن کے ثنی تو بن سکتے ہیں، وہ اس طرح کے ہم ہوں اور ہمارے ساتھ قرآن ہو، جب موقعہ ملے، قرآن کھول کر بیٹھیں، قرآن پڑھیں، کیونکہ قرآن دل کو سکون دیتا ہے، دل کو پاکیزہ کر دیتا ہے، دل کی یہی پاکیزگی صحابہ کرام کو حاصل تھی کہ صحابہؓ جب پڑھتے تھے تو ان کی آنکھوں سے آنسو رواں ہوتے تھے، اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ان کی اس ادا کی منظر کشی کی ہے، **واذا سمعوا ما انزل الی الرسول تریٰ اَعْیُنَھُمْ تفیض من الدمع** (پ ۷) ترجمہ: اور وہ جب اس (کلام) کو سنتے ہیں جو پیمبر پر اتارا گیا ہے تو آپ ان کی آنکھیں دیکھیں گے کہ ان سے آنسو بہہ رہے ہیں۔ (تفسیر ماجدی)

صحابہ کی یہ خوبی کاش کہ ہمیں بھی اللہ تعالیٰ عطا فرما دیں، مگر آج تو بہت کم ہوں گے، کہ جن کو یہ کیفیت نصیب ہو، ورنہ تو پورا رمضان قرآن سنتے گزر جاتا ہے، اور آنکھ سے ایک آنسو بھی نہیں نکلتا۔

خام ہے ابھی عشق و محبت:

اسکی دوسری وجہ یہ ہیکہ ہمارے اندر قرآن مجید کا ابھی عشق نہیں ہے، جب یہ عشق حاصل ہوگا، تو پھر عشق و محبت کی وجہ سے دل تڑپے گا، آپ دیکھیں ماں کو بیٹے سے

محبت ہوتی ہے، تو بیٹے کی باتیں کسی کو سناتے اور بتلاتے ہوئے گھنٹوں بھر نہیں تھکتی، ایک ہی بات کو بار بار بتا رہی ہوتی ہے، اور کہتی ہے کہ جی بچے نے یہ لفظ ایسے بولا، دودھ کو دود بول دیا، مگر محبت کی وجہ سے وہ آنے والے ہر بندے کو بتاتی ہے کہ میرا بیٹا یہ کہتا ہے تو چونکہ محبت ہے، اس محبت کی وجہ سے بار بار اُسے کہنا اچھا لگتا ہے، اسی طرح بیوی کو خاوند کے ساتھ محبت ہوتی ہے، تو ہر آنے والی عورت کو اپنے خاوند کی باتیں گھنٹوں سناتی ہیں، تھکتی نہیں، اسی طرح جب کسی کو قرآن مجید کے ساتھ سچی محبت ہو جائے تو قرآن مجید کی تلاوت میں لطف ومزہ ضرور محسوس کریگا، اور جب محبت کی بنا پر قرآن پڑھتا رہیگا، تو کوئی بوجھ نہیں لگے گا۔

تیر لگنے کا احساس:

صحابہ کا یہی حال تھا، قرآن پڑھ رہے ہیں اسی درمیان تیر آ کر لگا، پھر دوسرا تیر لگا، پھر بھی قرآن پڑھے چلے جا رہے ہیں، حالانکہ خون نکل رہا ہے، تھوڑی دیر بعد ساتھی کو جگا کر کہا اگر مجھے فرض...... کی ادائیگی میں کمی کا خوف نہ ہوتا، تو میں تیروں پہ تیر کھاتا رہتا، قرأت پوری کرتا، لیکن پڑھے بغیر نماز کو مکمل نہ کرتا، آخر کیا وجہ تھی تیروں کے زخم و درد کے باوجود ان کو لطف اور مزہ آتا تھا، اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کے دل صاف تھے، اس لئے قرآن ان کے دلوں کو نور سے بھر دیتا تھا ہم بھی دلوں کو صاف کر لیں، تو دل میں بھی نور بھر جائے گا اور ہم کو بھی قرآن کی ایک ایک آیت کے پڑھنے سے مزہ آنے لگے گا۔

ربط ومحبت پیدا کیجئے:

آپ نے چلگم دیکھا ہے نا؟ آج کل بچے منہ میں ڈال کر آدھ آدھ گھنٹہ چباتے رہتے ہیں، مجھے تو اس سے بڑی الجھن ہوتی تھی، جب کسی مجلس میں کسی بچہ کو کھاتے دیکھتا ہوں، لیکن ایک دن دل میں خیال آیا، کہ جیسے اس بچہ کو چلگم چبانے کا مزہ آرہا ہے، ہمارے اسلاف بھی تو تہجد میں قرآن کی آیت کو بار بار پڑھ کے مزہ لیا کرتے تھے، کاش یہ لطف اللہ

تعالیٰ ہمیں بھی نصیب کردے، مگر اسکے لئے ہمیں قرآن کے ساتھ محبت کا تعلق جوڑنا پڑیگا جب تک قرآن سے محبت نہیں ہوگی، اور دل کو گناہوں سے خالی نہیں کریں گے، کام نہیں بنے گا، اسی لئے کہنے والے نے کہا۔

تیرے ضمیر پہ جب تک نہ ہو نزول کتاب گرہ کشا ہے نہ رازی، نہ صاحب کشاف

کہ تفسیر امام رازی ہو، تفسیر کبیر، یا تفسیر کشاف یہ سب اس وقت تک گرہ کشا نہیں ہو سکتی جب تک تیری کیفیت ایسی نہ بن جائے، کہ گویا تیرے اوپر قرآن اتر رہا ہے، تب تجھے قرآن مجید کے علوم و معارف سمجھ میں آئیں گے، اسی کو کہنے والے نے کہا۔

یہ بات کسی کو نہ معلوم کہ مؤمن قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآن

دیکھنے میں انسان قاری ہوتا ہے، لیکن درحقیقت قرآن مجید کے اثرات اس کے دل پر مرتب ہوتے ہیں۔

❁ اگر دل ظلمت کدہ ہو:

ہمارے اکابر نے ایک نکتہ لکھا، آج کیا وجہ ہے کہ لوگ قرآن سنتے تو ہیں، مگر ان کے دلوں پر تاثیر نہیں ہوتی، ان کی آنکھوں میں آنسو نہیں آتے، لیکن یہی لوگ جب کسی شاعر کا کلام سنتے ہیں، تو آنسو تھمتے نہیں، تو اس کی کیا وجہ ہے؟

انہوں نے اس کا جواب دیا کہ جس بندہ کا دل ماسوی اللہ سے خالی ہو اور اللہ کی محبت سے بھرا ہو، جب وہ قرآن پڑھے گا، یا سنے گا، تو آنسوؤں کے قطروں کو جاری کردیگا، اور جس بندے کے اندر مخلوق کے نفسانی تعلقات زیادہ ہونگے، جب مخلوق کا کلام سنے گا تو ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جائیں گے، معلوم ہوا کہ ابھی انقطاع عن المخلوق حاصل نہیں ہوا، اور اللہ کے ساتھ وصل حاصل نہیں ہوا، کہ قرآن ہمارے اوپر اثر مرتب کرے، دیکھے نعت یا کوئی غزل یا کوئی نظم پڑھ دیجئے، ابھی یہ مجمع رونا شروع کردیگا، جبکہ اللہ کا کلام

کوئی پڑھے تو یہ مجمع کیوں نہیں روتا؟ وجہ یہی ہے کہ دل غیر سے خالی نہیں، ہماری حالت یہ ہے کہ چلتے ہوئے آتے ہیں، نگاہ ادھر جھانکتی ہے، ادھر دیکھتی ہے، دل للچاتا ہے، جب دلوں میں ایسی ظلمت ہوگی تو اللہ کے کلام کی کیا تاثیر ہوگی۔

نفسانی محبت میں مبتلا:

ہم نے اپنے دل کو بریف کیس بنالیا، گھر کے اندر جو فاسد چیز ہو اس کو اندر ڈال دو، آج بھی ہمارا دل ایسا ہی ہے، ادھر نظر پڑی تو اسکی محبت آگئی، اِدھر نظر پڑی اسکی بھی محبت، یہ بھی اچھی وہ بھی اچھی، ہماری آنکھیں کھلی رہتی ہیں، اور لوگوں کی شکلوں کو دیکھتی ہیں، اور ان کی محبت ہم دل میں محسوس کرتے ہیں، بھلا ایسی نفسانی محبت رکھنے والا اللہ کے قرآن کی لذت سے کیسے آشنا ہوسکتا ہے، اس گناہ سے جب تک توبہ نہیں کریں گے اور اپنے دل کو جب تک ان گناہوں سے صاف نہیں کریں گے، اور اللہ کی محبت سے نہیں بھریں گے، تب تک قرآن مجید کے اثرات مرتب نہیں ہوں گے۔

آج تراویح کی پانچویں رکعت میں امام صاحب نے قرآن مجید کی آیت پڑھی، اگر ہم سمجھے ہوتے تو شاید ہم اپنے آنسوؤں کو نہ روک سکتے، مگر ہمیں پتہ ہی نہیں، قرآن مجید کی آیت کیا پڑھی گئی؟ قرآن مجید کی اس آیت کا ذرا مفہوم سمجھ لیجئے۔

محشر کا منظر:

قیامت کے دن لوگ اللہ تعالیٰ کے سامنے ایک ایک کر کے پیش کئے جائیں گے، بالکل ایسی کیفیت ہوگی، جیسے آج کل ائیرپورٹ کے اوپر اسکرین مشین سے ایک ایک کر کے گزارتے ہیں، وَلَقَدْ جِئْتُمُونَا فُرَادَىٰ كَمَا خَلَقْنَاكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ (پ ۷-ر ۱۷- آیت ۹۴) قرآن مجید نے بتادیا کہ تم ایک ایک کر کے اپنے رب کے سامنے پیش کئے جاؤ گے، جب اس اسکین مشین کے اندر سے گزرتے ہی الارم بج جاتا ہے، لائٹ جل جاتی ہے تو اس بندے کو روک لیا جاتا ہے کہ جی آپ کے بیگوں اور آپ کی جیب کو چیک کیا جائے

گا، قیامت کے دن بالکل یہی کیفیت ہوگی، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ کچھ بندے جب گزریں گے تو ان کو کہا جائیگا وقفوھم انھم مسئولون (پ۲۳-ر۶-آیت ۲۴) انہیں روک لیجئے، ہم کو ان کا ٹرائیل لینا ہے، وقفواھم انہیں جانے نہ دیجئے، اسکو روک لیجئے، انھم مسئولون تفتیش کرنی ہے، چھان بین کرنی ہے، ان کا ٹرائیل لینا ہے، قیامت کے دن بعض بندے کو کھڑا کیا جائے گا اور کہا جائیگا، یہ اوپر سے نمازی بنتا تھا، شکل وصورت بھی نیکوں والی بنا رکھی تھی، مگر تنہائی میں بیٹھ کر شیطان کی پیروی کرتا تھا، لوگوں کے سامنے باتیں اچھی کرتا تھا، لیکن چھپ کر برائیاں کیا کرتا تھا، لوگوں کے سامنے چہرہ اور تھا میرے سامنے اور تھا۔

روک لیجئے، اس حاجی صاحب کو، یہ تو بار بار حج کرتا تھا، لوگوں کے ساتھ بددیانتی کیا کرتا تھا، اس طالب علم کو بھی روک لیجئے، کتابیں پڑھنے والا تھا، مگر جھوٹ نہیں چھوڑتا تھا، اس صاحب کو بھی پکڑ لیجئے، اس نے اپنے دل میں کسی کی محبت کو بسایا ہوا تھا، غیر کو دل دیا ہوا تھا، تو یہ بچ کے کیسے نکل سکتا ہے؟ جبکہ وہاں انتظار ہوتا ہے وقفوھم انھم مسئولون سوچئے کیا حال ہوگا؟ تو اگر ہمارے دل میں قیامت کے دن کا احساس ہو اور دل جاگ رہا ہو تو اس قسم کی آیتیں پڑھی جائیں، تو ہم اپنے آنسوؤں کو نہیں روک سکتے، رمضان کے مہینہ میں خاص کر اپنے اللہ سے یہ دعاء مانگیں کہ میرے مولیٰ ہمیں بھی قرآن مجید پڑھنے اور رونے والوں کے صف میں شامل فرمالے۔

رو کر تلاوت کی فضیلت:

بعض عارفین نے لکھا ہے کہ جب وہ رات قرآن شریف پڑھ کر روتا ہے، تو اسکے گناہ اس طرح جھڑتے ہیں جیسے خزاں اور پت جھڑ کے موسم میں درخت کے پتے جھڑ جاتے ہیں، ایسے چند آنسو نکلنے پر اس بندے کے گناہ جھڑ جاتے ہیں، اللہ رب العزت ہمیں بھی ایسا رونا نصیب فرمادے، کاش آج لوگوں کو جتنا تنگ دستی کا ڈر ہے، اتنا اللہ کا ڈر ہوتا تو شاید وہ گناہوں سے بچ جاتے، اور اللہ کے قرآن کے ساتھ محبت کرنے والے بن جاتے، مگر آج

دلوں کے اندر اندھیرا ہے، اسی لئے آج قرآن مجید کا اثر نہیں ہوتا۔

بلا حساب جانے والے:

ام المؤمنین حضرت عائشہؓ نے ایک مرتبہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ایک بڑا ہی عجیب سوال پوچھا، اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم مجھے ان لوگوں کے بارے میں بتا دیجئے، جو بغیر حساب کتاب سیدھے جنت میں جائیں گے، نبی علیہ السلام نے ام المؤمنین کا سوال سنکر فرمایا عائشہ! یہ وہ لوگ ہوں گے جو دنیا میں اپنے گناہوں پہ روتے ہوں گے، ندامت کی بنا پر اللہ ان کے گناہوں کو نیکیوں میں بدل دیں گے، لہذا ان کے لئے نعمت کا دروازہ کھلے گا، اور بلا حساب و کتاب جنت میں چلے جائیں گے۔

اگر اب بھی لذت نہ پاسکے:

رمضان کا مہینہ گزر رہا ہے، آخری عشرہ کی راتیں آگئیں، کچھ دو راتیں تو وہ چلی بھی گئیں، سوچئے تو سہی کہ کب وہ وقت آئے گا، جب شہر القرآن میں قرآن سنکر روئیں گے، اللہ سے مانگیں گے، کم از کم آج اللہ سے سچی توبہ کر کے اللہ رب العزت سے عہد کر لیں، مرے مولیٰ جتنے گناہ اب تک کر چکے ہیں، سچی توبہ کرتے ہیں، یہ چند دن جو باقی ہیں، اپنے کلام کا مزہ دکھلا دیجئے، اگر ہم نے کلام کا مزہ نہ چکھا، تو آخر دنیا میں آکر دیکھا ہی کیا؟ اللہ نے اپنے کلام کو بھیجا، اور ہم اس رب کے کلام کی لذت کو پانے سے محروم رہ گئے، یہ بہت بڑی محرومی ہے، اللہ رب العزت ہمارے دلوں کو موم بنا دے، دلوں کو نرم بنا دے، یہ دل جو سینوں میں سِل کی مانند ہے، اللہ ان دلوں کو نرم کر دے، تاکہ قرآن مجید کا اثر نظر آنے لگے، قرآن مجید کے انوار ان قلوب کے اندر جمع ہونے لگے۔

اللہ تعالیٰ اس مبارک مہینہ میں قرآن مجید کے ساتھ پوری محبت عطا فرمائے، اور

پوری زندگی قرآن مجید کی تلاوت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

وآخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین

جو ناکام ہوتا رہے عمر بھر بھی
بہر حال کوشش تو عاشق نہ چھوڑے
یہ رشتہ محبت کا قائم ہی رکھے
جو سو بار ٹوٹے تو سو بار جوڑے

الله الله الله
شهر رمضان الذی انزل فیه القرآن
ماہ رمضان ماہِ غفران
از افادات
محبوب العلماء والصلحاء عارف باللہ
حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی مدظلہ

اقتباس

یوں سمجھ لیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ
رمضان دے کر ایک موقع اور عطا فرما دیا، کسی
بندے سے غلطی ہو جائے، تو وہ کہتا ہے کہ ایک چانس اور
دیدیں، بس اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ہم پر رحمت فرمائی، ہمیں اپنی
زندگی میں اپنے گناہوں کے بخشوانے کا ایک چانس اور عطا فرما دیا، کہ
شیطان کو قید کر دیا، چونٹیاں، پرندے، مچھلیاں سب کو دعاء میں لگا دیا اور
بندے کو بتا دیا، تم جو مانگو ہم قبول کر لیں گے، اس سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ
تعالیٰ کا ارادہ خیر کا ہے، وہ بخشش کے بہانے بنا رہے ہیں، اب اتنا کچھ
کرنے کے باوجود بھی اگر کوئی نہ مانگے تو پھر غصہ آئے گا یا نہیں؟ بلکہ
کسی کو اتنا موقعہ دیا جائے اور پھر بھی غفلت برتے تو پھر غصہ بھی
زیادہ ہوگا۔

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی
مجددی زید مجدہ

ماہ رمضان ماہِ غفران

الحمد للّٰہ و کفیٰ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ امّا بعد!

اعوذ باللّٰہ من الشیطان الرجیم ○ بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم ○

یَا اَیُّھَا النَّاسُ قَدْ جَاءَتْکُمْ مَوْعِظَۃٌ مِنْ رَّبِّکُمْ وَشِفَاءٌ لِمَا فِی الصُّدُوْرِ (پ۱۱-ر۱۱-آیت ۵۸) وقال اللّٰہ تعالیٰ فی موضع آخر: شھر رمضان الذی انزل فیه القرآن (پ۲-ر۷-آیت ۱۵۸)

سبحان ربك رب العزۃ عما یصفون وسلام علی المرسلین والحمد للّٰہ رب العلمین۔

اللّٰھم صل علی سیدنامحمد وعلیٰ آل سیدنا محمدوبارك وسلم۔
اللّٰھم صل علی سیدنامحمد وعلیٰ آل سیدنا محمدوبارك وسلم۔
اللّٰھم صل علی سیدنامحمد وعلیٰ آل سیدنا محمدوبارك وسلم۔

عزت افزائی کا خطاب:

اے ایمان والو! ان الفاظ کے ساتھ اللہ رب العزت نے اس امت کے مؤمنین کو مخاطب فرمایا، اللہ تعالیٰ کا یہ خطاب براہ راست مؤمنین کے ساتھ ہے، اس میں مؤمنین کیلئے بڑی عزت افزائی ہے، اس کی مثال یوں سمجھیں کہ بادشاہ کسی بھنگی کو بلا کر خود کوئی کام بتادے تو اس بھنگی کے لئے یہ بڑی عزت کی بات ہوتی ہے کہ بادشاہ سلامت نے خود مجھے یہ کہا، ورنہ تو بادشاہوں کے حکم پہونچانے کیلئے افسران ہوا کرتے ہیں، اسی طرح اللہ رب العزت بھی اپنا یہ حکم نبی علیہ الصلاۃ والسلام کے واسطے سے امت کو پہونچا سکتے تھے، مگر اللہ رب العزت کا براہِ راست خطاب فرما کر کہنا، ہمارے لئے عزت افزائی ہے اور بادشاہ کے سامنے

بھنگی کی تو پھر بھی حیثیت ہے، جبکہ اللہ تعالیٰ کے سامنے ہماری تو وہ حیثیت بھی نہیں، ہم تو اسکے بندے، اس کی مخلوق ہیں، کہاں رب ذوالجلال کا مقام، اور کہاں ہم فقیروں کی یہ بات کہ اللہ رب العزت ہمیں براہ راست خطاب فرمائیں۔

یہود بے بہبود:

اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو تورات میں ایک مرتبہ براہ راست مخاطب فرمایا، اس پر یہودی اتنے خوش ہوئے کہ کہا کرتے تھے۔

نَحۡنُ اَبۡنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ ہم اللہ تعالیٰ کے بیٹے اور بڑے محبوب بندے ہیں

(پ ۶-ر ۷-آیت ۱۸)

کیونکہ اس نے ہمیں براہ راست خطاب فرمایا، یہ اندازِ خطاب ان کے لئے اتنا فخر کا باعث بنا، کہ ان کو اپنے بارے میں خوش فہمی اور دھوکہ ہونے لگا چنانچہ کہنے لگے۔

لَنۡ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّاۤ اَيَّامًا مَّعۡدُوۡدَةً (پ ۳-ر ۱۱-آیت ۲۴) یعنی ہم اللہ تعالیٰ کے اتنے مقرب بندے ہیں، کہ بس ضابطہ کی کاروائی کیلئے تھوڑا عذاب ہوگا اور بس۔

اگر ان کو ایک مرتبہ خطاب فرمانے پر انہوں نے اپنی اتنی عزت سمجھی، تو قرآن مجید فرقان حمید میں اللہ رب العزت نے ۸۸ مرتبہ یاایھا الذین آمنوا کے الفاظ کے ساتھ ایمان والوں کو مخاطب فرمایا تو یہ ہمارے لئے کتنی عزت افزائی کی بات ہے، اس لئے حضرت عبداللہ بن عباسؓ اپنے شاگردوں سے فرماتے تھے کہ جب تم تلاوت کے دوران یاایھا الذین آمنوا کے لفظ پر پہنچو، تو ذرا سنبھل کے بیٹھ جاؤ، کہ مالک الملک براہ راست تمہیں حکم دے رہے ہیں، لہذا ادب کے ساتھ سنو اور پڑھو۔

حکیمانہ اندازِ خطاب:

اس آیت مبارکہ میں اللہ رب العزت نے حکم فرمایا، اے ایمان والو! تمہارے اوپر

روزوں کو فرض کر دیا گیا، یہ حکم خداوندی ہے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ رولنگ ہے، اگر صرف اتنی بات کہہ دی جاتی تو بات مکمل ہو جاتی، کہ تم پر روزوں کو فرض کر دیا گیا، مگر انسان کمزور ہے، لوگ گھبراتے کہ شاید اللہ رب العزت نے ناراض ہو کر ہمارے اوپر پابندیاں لگادی، آج ایسے ہی ہوتا ہے نا؟ حاکم ناراض ہوتا ہے تو پابندی لگاتا ہے۔

دنیا کے ممالک ناراض ہوتے ہیں تو پابندیاں لگاتے ہیں، خاوند ناراض ہوتا ہے تو بیوی پر پابندی لگاتا ہے اور بسا اوقات پابندی یہاں تک کہ تم باپ کے گھر بھی نہیں جاسکتی، تو انسان کا ایک انداز ہے کہ جہاں ناراض ہوگا وہاں پابندی، اب تم ملنے نہیں آسکتے، تم مجھ سے بات نہیں کر سکتے، تم مجھ سے کلام نہیں کر سکتے، اسی طرح جب اللہ کی طرف سے پابندی لگادی گئی کہ تم دن میں کھا بھی نہیں سکتے، پی بھی نہیں سکتے، اپنی بیوی سے مل بھی نہیں سکتے، تو ایمان والوں کو اس سے وہم ہوتا، ذہن میں یہ خیال آتا کہ شاید اللہ تعالیٰ ہم سے کسی وجہ سے ناراض ہو گئے، تو اللہ تعالیٰ نے شفقت فرماتے ہوئے ان کو تسلی دے دی اور تسلی کے الفاظ ارشاد فرمائے۔

كما كتب على الذين من قبلكم جیسا کہ تم سے پہلے والوں پر بھی روزے فرض کیے گئے۔ (سورۂ آل عمران آیت: ۲۴)

اب جب بندہ یہ سنتا ہے، کہ جی یہ روزے پہلی امتوں پر بھی فرض تھے اور یہ تو کنٹی نیوشن ہے تو دل کو تسلی ہو جاتی ہے، کہ ناراض ہو کر یہ حکم نہیں دیا، بلکہ کسی فائدے کے سبب سے یہ حکم دیا، تو دیکھئے کہ ایک طرف براہ راست کا خطاب بھی فرما دیا، اور دوسری طرف حسن کلام کے ساتھ تسلی بھی دے دی۔

سال بھر روزے کا ثواب:

اللہ تعالیٰ کی یہ وہ عبادت ہے جو انسانیت پہلے سے کرتی چلی آئی ہے، یہ عبادت پہلے اتنی کامل نہیں تھی، جتنی کامل اور آسان اس امت کو ملی ہے، پہلی امت کے روزے بڑے

سخت ہوتے تھے، نہ دن میں کھا سکتے تھے، نہ رات میں کھا سکتے تھے، جبکہ اس امت کا روزہ صرف طلوع صبح صادق سے لیکر غروب تک ہے، حضرت داؤد علیہ السلام سال کے چھ ماہ روزہ رکھتے تھے، ایک دن روزہ، ایک دن افطار، اس کو صوم داؤدی کہتے ہیں، ہمارے اوپر اگر یہ ہو جاتا، تو ہمارے لئے تو مشکل ہو جاتی، عیسائیوں پر دو ماہ کے روزے، یہودیوں پر چالیس دن کے روزے مقرر ہوئے، حضرت موسیٰ علیہ السلام جب کوہ طور پر گئے تو انہوں نے چالیس دن روزے رکھے، جبکہ اس امت پر صرف تیس روزے فرض ہوئے، اور مزے کی بات یہ کہ ان تیس روزوں کے بعد جو شوال کے چھ روزے ہیں وہ سنت بنا دیئے گئے، تو ۳۶ ر ہو گئے اور فرمایا:

مَنْ جَاءَ بِالحسنة فله عشر امثالها (پ۸-ر۷-آیت۱۶۰) جو ایک نیکی لائے گا تو دس گنا اجر ملے گا، تو ۳۶ ر روزے رکھے تو دس سے ضرب دینے پر ۳۶۰ ر ہو گئے گویا ان روزوں کے ذریعہ اللہ نے امت محمدیہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مؤمنوں کو پورا سال روزہ دار رہنے کا ثواب عطا فرمایا، اس کو کہتے ہیں محنت تھوڑی اجر زیادہ۔

محنت کم ثواب زیادہ:

چنانچہ ایک حدیث پاک ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قوم یہود کے متعلق فرمایا کہ ان کی مثال ان لوگوں کی طرح ہے جو فجر سے لیکر ظہر تک محنت مزدوری کریں، اور ان کو اس کی مزدوری اور اجر ایک قیراط مل جائے، پھر قوم نصاری کے متعلق فرمایا کہ ان کی مثال ایسی ہے کہ ظہر سے لیکر عصر تک محنت کریں، جو تھوڑا وقت ہے اور ان کو بھی ایک قیراط اجر مل جائے، اور اس امت کی عمر کی مثال ایسی ہے کہ عصر سے مغرب تک کا وقت تھوڑا ہوتا ہے، تو اتنی دیر محنت کریں، مگر اس پر ان کو دو قیراط ثواب ملے گا، ایسا کیوں؟ کام تو سب نے کیا، مگر کسی کو اجر کم، اور کسی کو کم وقت میں اجر زیادہ اس کو اس طرح کہئے کہ آپ نے فیکٹریوں میں دیکھا ہوگا، ایک مزدور اگر آٹھ گھنٹہ کام کرتا ہے، تو اس کی تنخواہ ملتی ہے، لیکن آٹھ گھنٹے سے جب

اوپر کام کرتا ہے، تو اس کو اَوَر ٹائم کہتے ہیں، پھر اس کو ڈبل پے مل جاتی ہے، اب وہ ایک گھنٹہ کام کرے گا، مگر دو گھنٹہ کی اجرت پائے گا۔

اسی طرح تاریخ انسانیت میں اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اَوَر ٹائم عبادت کرنے کا ثواب عطا فرما دیا کہ ان کی عبادت کا وقفہ تھوڑا، مگر اس پر ملنے والا اجر بہت زیادہ۔

اتنی عمر تو ایک سجدہ میں:

کتابوں میں لکھا ہے کہ ایک عورت ایک نبی علیہ السلام کے پاس آئی، اور کہنے لگی کہ اللہ تعالیٰ کے پیارے نبی میرے بچے لڑکپن اور بچپن میں ہی فوت ہو جاتے ہیں، زندہ نہیں رہتے، مجھے کوئی دعا بتا دیں، انہوں نے کہا کتنی عمر میں فوت ہو جاتے ہیں، کہنے لگی، کوئی دو سو سال میں مر جاتا ہے، تو کوئی تین سو سال میں، تو انہوں نے کہا خدا کی بندی! ایک ایسا وقت آئے گا، جب انسانوں کی عمریں ہی سو سال سے تھوڑی ہوں گی، یہ سن کر وہ بڑی حیران ہوئی، اور حیران ہو کر پوچھنے لگی اچھا! اللہ کے نبی اگر ان کی عمر ہی سو سال سے تھوڑی ہوگی تو کیا وہ بیاہ شادی کریں گے، انہوں نے کہا، ہاں وہ گھر بھی بنائیں گے، بیاہ شادی بھی کریں گے، تو اس نے ٹھنڈی سانس لی، اللہ کے اس نبی نے پوچھا کہ ٹھنڈی سانس کیوں لی؟ وہ کہنے لگی کہ ٹھنڈی سانس اس لئے لی کہ اگر میں اس زمانہ میں ہوتی، تو میں تو اتنا وقفہ ایک سجدہ میں گزار دیتی۔

اس امت کی اوسط عمر:

اس امت کی عمر چھوٹی ہے، نبی علیہ السلام نے فرمایا میری امت کی عمر ساٹھ ستر کے درمیان ہوگی، اس کی ایک صورت یہ بھی ممکن ہے کہ بچہ پیدا ہوگا اور فوت ہو جائے گا، اور ایسا بھی ہوگا کہ کوئی سو سال سے زائد عمر پا کر فوت ہوگا، لیکن گر و تھ ایوریج نکالیں گے،

تو ساٹھ ستر ہی بنیں گے اور آجکل تو آپ دیکھ ہی رہے ہیں، ساٹھ ستر کی اوسط ہی چل رہی ہے۔

چنانچہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ پہلی امتوں کو بھی لمبی عمریں دی گئیں، حضرت نوح علیہ السلام نے نوسو سال سے زائد عمر پائی، بعض لوگ قیامت کے دن چار سو سال کی عبادت لیکر آئیں گے، پانچ سو سال کی عبادت لیکر آئیں گے تو صحابہ کرام کو اس بات پر بڑا افسوس ہوا، کہ پہلی امتوں کے لوگ پانچ پانچ سو سال کی عبادتیں لائیں گے اور ہماری تو عمریں کم ہیں تو ان کے مقابلے میں بہت تھوڑی عبادت لیکر آئیں گے، تو ان کے غم کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی، کہ اس امت کو اللہ تعالیٰ نے ایک ایسی رات عطا فرمائی کہ جس کی عبادت ہزار مہینوں کی عبادت سے بھی زیادہ فضیلت رکھتی ہے، وہ لیلۃ القدر ہے۔

اگر عذاب دینا چاہتے:

دفتروں میں کام کرنے والا عملہ ہوتا ہے، وہ افسر کے موڈ سے اندازہ لگا لیتا ہے کہ کام کرنے کے موڈ میں ہے یا نہیں؟ ان کو پتہ چل جاتا ہے کہ افسر نے فلاں کام کرانا ہے، یا آج افسر سے وہ کام کرانا مناسب نہیں، وہ اسکے انداز اور طور طریقے سے پتہ چلا لیتے ہیں کہ کرنا کیا ہے اسی طرح اللہ رب العزت کا معاملہ ہے، اس نے لیلۃ القدر وغیرہ دیا تو اس سے مؤمن کو پتہ چل گیا کہ اللہ تعالیٰ کا ارادہ اس امت کے بارے میں کیا ہے۔

حضرت علیؓ فرمایا کرتے تھے کہ اگر اللہ رب العزت اس امت کو عذاب دینا چاہتے، تو نہ اس کو اللہ تعالیٰ رمضان کا مہینہ عطا کرتے اور نہ اللہ تعالیٰ اس کو سورۂ اخلاص قل ھو اللّٰہ احد والی سورت عطا کرتے، فرماتے تھے کہ یہ دو ایسی نعمتیں ہیں، کہ ان کو دیکھ کر پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس امت کو عذاب نہیں دینا چاہتے۔

دوزخ کے ۷/اور جنت کے ۸/:

آپ اپنے گھر میں بڑا دروازہ کہاں لگواتے ہیں، جدھر سے زیادہ مہمانوں کو لانے کا پروگرام ہوتا ہے، گھر کے پیچھے ایک چھوٹا سا دروازہ ہوتا ہے، گھر والوں کیلئے، بچوں کے لئے، وہ چھوٹے دروازے سے آتے جاتے رہیں، مستورات بھی اسی دروازے سے آتی ہیں، اور جو بڑا گیٹ ہوتا ہے، اس سے مہمان اور دوسرے لوگ آتے ہیں، اور یہ دستور بھی ہے کہ زیادہ [illegible] بھی ادھر رکھی جاتی ہے، جدھر سے زیادہ لوگوں کو لے جانا ہو، اب دیکھئے، قرآن مجید میں ہے کہ جہنم میں سات دروازے ہیں:

لها سبعة ابواب (پ۱۴-ر۳-آیت۴۴) اور جنت کے متعلق حدیث پاک میں آتا ہے کہ آٹھ دروازے ہیں، جہنم میں جانے والوں کی جہنم میں سات لائنیں لگے گی اور جنت میں آٹھ لائنیں، تو اس سے بھی پتہ چلا نا؟ کہ اللہ تعالیٰ کا ارادہ بندوں کو عذاب دینے کا نہیں، ثواب دینے کا ہے، بندو تم جاؤ میں نے تمہارے لئے جنت بنائی ہے۔

دشمن قید میں:

رمضان المبارک میں تو جنت حاصل کرنے کو بہت آسان بنا دیا، اتنا آسان کہ نہ پوچھو، چنانچہ حدیث پاک میں آتا ہے، کہ جب رمضان المبارک آتا ہے، اللہ تعالیٰ فرشتوں کو حکم دیتے ہیں، کہ اے فرشتے جاؤ، اور بڑے بڑے سرکش شیاطین کو قید کر لو، تاکہ میری امت محمدیہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے روزے داروں کے روزے خراب نہ کر سکے، جو سرکشے شیطان ہوتے ہیں ان سب کو فرشتے باندھ دیتے ہیں، اب اگر پھر بھی رمضان میں بھی نہیں سدھرتے، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ [illegible] رہے ہی کافی ہے جو چھوٹے چھوٹے پھر رہے ہوتے ہیں؟ کچھ شیطان کی شکل میں، کچھ انسان کی شکل میں، کہتے ہیں شیطان کو کسی نے فارغ بیٹھا دیکھا، اس نے پوچھا او بدبخت تو تو پکا دشمن، تو فارغ کیسے ہو گیا؟ کہنے لگا اب

انسانوں میں میرے نمائندے بہت سارے ہو گئے، اب مجھے ضرورت نہیں رہی، تو واقعی بگڑا ہوا نفس جو ہوتا ہے، وہ شیطان سے بھی برا ہوتا ہے۔

مخلوقِ خدا دعاء میں:

اس امت پر اللہ رب العزت نے کس طرح رحمت فرمائی، ذرا غور کیجئے گا کہ شیطانوں کو بند ھوا دیا، یہ ایسا ہی ہے کہ اگر دو بندوں کی لڑائی ہو جائے، تو جس سے محبت ہوتی ہے، وہ دوسرے بندے کو پکڑنے کی کوشش کرتا ہے، اس کو پکڑ لو، تاکہ میرے اس پیارے کو کچھ تکلیف نہ پہونچا سکے، اسی طرح اللہ رب العزت نے بھی شیاطین کو بند ھوا دیا، تم ایک طرف ہو جاؤ، اور پھر امت محمدیہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے کہا کہ تم اب روزہ رکھنا شروع کرو، روزوں کو فرض کرنے کے بعد دیکھو پھر کیا ہوا؟ حکمت دیکھئے! حدیث پاک میں آتا ہے کہ روزہ دار بندہ جب روزہ کی حالت میں ہوتا ہے تو اس کے لئے بلوں کے اندر چونٹیاں، ہوا کے اندر پرندے، اور سمندر کے اندر مچھلیاں بھی مغفرت کی دعائیں کرتی ہیں۔

اب دیکھئے مؤمن نے ادھر روزہ رکھا، اُدھر چونٹیاں دعائیں کر رہی ہیں، پرندے بھی دعاؤں میں مشغول، مچھلیاں بھی دعاؤں میں مشغول، گویا ساری مخلوق کو دعاؤں میں لگا دیا، واہ میرے مولیٰ، بخشش کے بہانے دیکھئے!!

روزہ دار کو بلینک چیک:

اور اس بندے کو یہ حکم دیا کہ جب افطار کا وقت ہوگا، اس وقت جو بھی دعاء مانگو گے ہم تمہاری دعاء قبول کر لیں گے، گویا ایک بلینک چیک دیدیا، اب آپ یوں سوچیں گے کہ ایک بندے کو تیس چیک دیدیئے جائیں اور اس کو کہا جائے کہ جو اماؤنٹ لکھو گے وہ تمہارے اکاؤنٹ میں ٹرانسفر ہو جائے گی، وہ اگر عقلمند ہوگا تو پھر جونسا نمبر لکھ سکے گا، اتنی بڑی اماؤنٹ لکھے گا، کوئی ایسا بندہ ہوگا جو بغیر کچھ لکھے بلینک چیک ہی جمع کرواتا رہے، اگر کوئی ایسا کرے

گا تو سب اس کو بیوقوف کہیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے ہمیں رمضان کے تیس دن دیئے، تو افطاری کے وقت میں ہمارا ایک چیک اللہ کے یہاں جمع ہوتا ہے، اور اس چیک کے اوپر نیکیوں کے اماؤنٹ ہم لکھتے ہیں، ہم دیکھتے ہیں کمپنی کا بڑا ڈائریکٹر ہوتا ہے، جب سفر پر جانے لگتا ہے، تو اپنے جنرل منیجر کو چیک بک ہی دیکر چلا جاتا ہے، کہ یہ چیک بک ہے، ضرورت پڑے تو بینک سے پیسے لے لینا، یوں سمجھئے کہ اللہ رب العزت نے امت محمدیہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے روزہ داروں کو تیس بلینک چیک عطا فرمادیئے کہ میرے بندو لکھو اس پر جس قدر لکھ سکتے ہو، ہم مقدار فکس نہیں کرتے۔

اپنی شان کے مطابق عنایت:

دیکھئے جب ہم اپنے گھر کسی مزدور کو لیکر آتے ہیں: تا کہ سات آٹھ گھنٹے کام کرے، اب اگر ہمارے اندر تھوڑی سی بھی انسانیت ہے تو ہمارا دل نہیں چاہے گا کہ اس کو مزدوری دیئے بغیر جھڑک کر واپس کر دیں، حالانکہ ہمارے اندر کنجوسی ہے، حسد ہے، بغض ہے، کینہ ہے، تکبر ہے، گویا طرح طرح کی بیماریاں ہیں، اور ہمارے وسائل بھی محدود ہیں، پھر بھی مزدوری طے کر لیتے ہیں اور اس کو طے شدہ کے مطابق دیکر واپس کرتے ہیں، مثلاً الکٹریشن کو لائے اور اس نے کام کیا تو ہم اس کو طے شدہ کے مطابق، سو پچاس دیکر واپس کریں گے۔

لیکن جو لوگ زیادہ امیر مالدار ہوتے ہیں وہ کوئی سو پچاس طے نہیں کرتے، وہ کہتے ہیں، بھائی تم کام کر دو، ہم تمہیں انعام دیں گے، سو پچاس نہیں دیتے، وہ تو کام کو دیکھ کر خوش ہوتے ہیں، اور پھر اپنی سخاوت کے مطابق پانچ سو یا ہزار دیدیتے ہیں، اللہ رب العزت نے بھی یہی معاملہ کیا، کہ میرے بندو! روزہ تو آپ رکھو گے، لیکن روزہ کا اجر میں طے نہیں کرتا، میں تمہیں چیک بک دے دیتا ہوں، اب افطاری کے وقت جتنا تم چاہو گے مانگو گے، میں پروردگار تمہاری دعاء کو قبول کرلوں گا۔

یہاں تو منہ مانگا ملتا ہے:

یہ روزہ وہ مزدوری ہے، کہ جس کی مزدوری بندوں کو منہ مانگی ملتی ہے، حدیث میں آتا ہے۔

لِلصائمِ عِند فِطْرِهٖ دَعْوَةٌ مُسْتَجَابَةٌ (الترغیب ج:۲-ص:۸۹ بمعناہ)

روزہ افطار کے وقت روزہ دار کی دعاء مقبول ہے

حدیث پاک میں آتا ہے:

لِلصائمِ فَرْحَتان فَرْحَةٌ عند فِطرهِ وفرحة عند لقاء ربه (الترغیب ج:۲-ص:۸)

روزہ دار کیلئے دو خوشیاں ہیں، ایک تو جب روزہ افطار کرتا ہے، اور ایک جبکہ اپنے رب کی زیارت کرے گا۔

تو بوقتِ افطار اتنا دیتے ہیں کہ اس کا دل خوش ہو جاتا ہے، اب یہ مانگنا تو ہمارے اختیار میں ہے، جتنا مانگیں، اتنا ملے گا، عجیب سی بات ہے اگر کوئی ولی آپ کو بتائے کہ یہ قبولیتِ دعاء کا بڑا اہم وقت ہے، مانگو دعاء قبول ہوگی، تو آپ کیسے مانگیں گے، ایک سیکنڈ بھی ضائع نہیں کریں گے، اپنے سارے مسئلے ساری مشکلات و پریشانیاں اللہ کے سامنے بیان کریں گے، اور کہیں گے، اللہ میری زندگی کو سنوار دیجئے، اب سوچئے اگر ایک ولی کے بتانے پر آپ اتنے شوق وذوق سے دعائیں مانگتے ہیں، تو یہاں تو ولیوں کے سردار، انبیاء کے سردار، ملائکہ کے سردار، اللہ رب العزت کے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں، کہ روزہ دار آدمی افطاری کے وقت جو دعاء مانگتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی دعاء کو قبول فرماتے ہیں، اب ہمیں کیا چاہئے؟

ہر رمضان ایک نیا چانس:

یوں سمجھ لیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ رمضان دے کر ایک موقع اور عطا فرما دیا، کسی

بندے سے غلطی ہو جائے، تو وہ کہتا ہے کہ ایک چانس اور دیدیں، بس اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ہم پر رحمت فرمائی، ہمیں اپنی زندگی میں اپنے گناہوں کے بخشوانے کا ایک چانس اور عطا فرما دیا، کہ شیطان کو قید کر دیا، چونٹیاں، پرندے، مچھلیاں سب کو دعاء میں لگا دیا اور بندے کو بتا دیا، تم جو مانگو ہم قبول کرلیں گے، اس سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارادہ خیر کا ہے، وہ بخشش کے بہانے بنا رہے ہیں، اب اتنا کچھ کرنے کے باوجود بھی اگر کوئی نہ مانگے تو پھر غصہ آئے گا یا نہیں؟ بلکہ کسی کو اتنا موقعہ دیا جائے اور پھر بھی غفلت برتے تو پھر غصہ بھی زیادہ ہوگا۔

عید یا وعید:

رمضان کے بعد کا دن یا تو ہمارے لئے عید ہوگا، یا ہمارے لئے وعید ہوگا، عید کا مطلب ہوتا ہے خوشی کا دن، اور وعید کا مطلب ہے بندہ کیلئے سزا کا دن، جن کی بخشش ہوگئی ان کی تو عید ہوگی، اور جن کی بخشش نہ ہوئی ان کے لئے وعید ہوگی، اب یہ رمضان نیک بندے اور غافل بندے کے درمیان علیحدگی کرنے کیلئے آیا ہے، کچھ وہ ہیں جو اس مہینہ میں، زندگی کو بدلیں گے، حقوق العباد پورا کریں گے، حقوق اللہ پورا کریں گے، پچھلے گناہوں کی معافی مانگیں گے، زندگی کے وہ رخ بدل لیں گے، یہ ہونگے جو اللہ کی رحمتوں سے حصہ پانے والے ہونگے، اور کچھ ایسے بھی ہونگے، کہ ان کی زندگی کی جو روٹین تھی، اسی پر چلتے رہے، ایسے لوگ اپنی پیشانی پہ بدبختی کی مہر لگواتے ہیں، اپنے جہنم میں جانے کا راستہ ہموار کرتے ہیں۔

جنت کی سیل:

رمضان المبارک کے اس مہینہ میں ہمیں اپنی اپنی زندگی کے بارے میں فکرمند ہونا چاہیئے، اللہ رب العزت جب بخشش پہ آمادہ ہیں، تو ہمیں اپنی بخشش کروانی چاہیئے، اہتمام سے روزہ رکھیں، اور اس کے آداب وشرائط کو پورا کرنے کی کوشش کریں، عبادت کریں،

اور اپنے اللہ سے خوب مانگیں، یہ مانگنے کا مہینہ، بخشش کا مہینہ، اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کا مہینہ ہے۔

آپ نے دیکھا ہوگا کہ دنیا میں سیل لگ جاتی ہے، جوتوں کی سیل، کپڑے کی سیل، فلاں چیز کی سیل، کوئی اس کا نام رکھتا ہے، لوٹ سیل، کوئی نام رکھتا ہے، لیلو سیل، یہ سیل کیا بلا ہے؟ جب مال نکالنا ہو، تو پچھلے سیزن کا سیل لگاتے ہیں، بڑی قیمتی چیزیں تھوڑی سی قیمت پہ نکال دیتے ہیں، کم قیمت پہ لے جاؤ، تو محترم جماعت! قرآن وحدیث کا مطالعہ کیا جائے، یوں محسوس ہوتا ہے کہ اللہ رب العزت رمضان المبارک میں جنت کا سیل لگاتے ہیں، میرے بندو! تم میں سے جو جہنم سے بچنا چاہتا ہے، اور جنت میں الاٹ منٹ کروانا چاہتا ہے، اس کے لئے کام آسان ہو جاتا ہے، ہمارے در سے پاتے جاؤ، اب اس وقت میں بھی اگر ہم اللہ تعالیٰ سے یہ نعمت نہ پاسکے، تو یہ تو ہماری اپنی کم نصیبی ہوگی۔

اسلئے اس کی اہمیت کا اندازہ لگایئے، کتنے لوگ تھے جو پچھلے رمضان میں زندہ تھے، آج وہ یہاں موجود نہیں، اور کتنے اس رمضان میں ہونگے، آئندہ رمضان میں نہیں ہونگے، کیا پتہ ہماری زندگی کا آخری رمضان ہو، اس میں ڈٹ کر محنت کر لیجئے، اپنے رب کو منا لیجئے، اپنے گناہوں کو بخشوا لیجئے۔

محروم کون؟

دفتروں میں ہم نے دیکھا کہ جب افسر اچھے موڈ میں ہوتا ہے، تو پھر کلرک ایک فائل نکلوانے کے بجائے دس فائل نکلوا لیتے ہیں، کہتے ہیں جی آج افسر ذرا خوش نظر آتا ہے، تو مالک الملک رمضان المبارک کے اس مہینہ میں اپنے بندوں سے خوش ہوتے ہیں، روزہ دار بندوں سے بہت خوش ہوتے ہیں، اپنی زندگی کے مسائل اپنے رب کے سامنے پیش کر لیجئے، اپنے رب سے اچھے فیصلے کروا لیجئے، ہمیں اللہ نے ایک موقعہ اور عطا فرما دیا، اس وقت کو ضائع نہ کیجئے، اس کو وہی ضائع کرے گا، جو محروم ہوگا، حدیث پاک میں رمضان کی برکتوں

سے محروم ایسے ہی شخص کو کہا گیا ہے، چنانچہ:

من حرم خیرھا فقد حرم برکتوں سے وہی محروم ہوتا ہے جو محروم کردیا گیا

(الترغیب ج:۲-ص:۹۸)

حدیث پاک میں آتا ہے کہ کسی روزہ دار کو افطاری کے وقت تم اگر پانی کا گھونٹ پلا دو گے، یا لسی کا گھونٹ پلا دو گے، تو اسکے بقدر اجر اللہ تمہیں عطا فرما دیں گے، کس کس راہ سے اللہ رب العزت کی رحمت اور بخشش مل رہی ہے، یہ دھلنے کا مہینہ ہے، ایک ایک لمحہ وہ برکتیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اترتی ہیں کہ اگر ان رحمتوں کو قبول کرنے والا دل ہو، تو ایک ایک لمحہ میں اللہ کا ولی بن جائے گا، رمضان کا ایک لمحہ بندے کو ولی بنا دینے کے لئے کافی ہے، اللہ کی طرف رجوع تو کرلیجئے۔

دلوں پر تالے:

بعض دفعہ دل پر گناہوں کے تالے ہم ہی لگائے ہوتے ہیں، ہم نے افریقہ کے ملک میں دیکھا کہ مکان میں تین تین چار چار تالے لگے ہوئے ہیں، ایک تالا، پھر دوسرا تالا، پھر تیسرا، ان سے پوچھا وہ کہنے لگے، ہمارے یہاں جو کالے لوگ ہیں، بہت من مرضی کرتے ہیں، کبھی چوری ڈاکہ کے لئے گھر میں گھس آتے ہیں، اس لئے ہم نے کئی کئی تالے لگائے ہوئے ہیں، مجھے بھی ایسے ہی لگتا ہے کہ ہم نے بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت کے آنے کے دروازے پر گناہوں کے تالے لگائے ہوئے ہیں، مثلاً جھوٹ کا تالا، دل دکھانے کا تالا، بدکرداری کا تالا، اور کینہ کا تالا۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ لیلۃ القدر میں بھی چند بندوں کی مغفرت نہیں ہوتی، ان میں سے ایک وہ ہے جو دل میں دوسرے سے بغض اور کینہ رکھنے والا ہو (الترغیب ج۲-ص:۱۰۱) اب سوچیں کہ آج سینے کینے سے کس قدر بھرے پڑے ہیں، بھائی سے کینہ، بہن سے کینہ، بیوی سے کینہ، ماں باپ سے کینہ، ہمسایہ سے کینہ، کتنے لوگ ہیں جن کا کینہ ہمارے

سینہ میں موجود ہے، تو پھر کیسے مغفرت ہوگی ہماری؟

اسی طرح شرابی کی مغفرت اس رات میں نہیں ہوتی، حدیث پاک میں آتا ہے کہ جس نے شراب سے توبہ نہ کی ہو، لیلۃ القدر میں اس بندے کی مغفرت نہیں کی جاتی، اسی طرح زانی، جوزنا کا عادی ہو، اور اس نے توبہ بھی نہ کی ہو، اللہ تعالیٰ اس کی بھی مغفرت نہیں فرماتے، تو ہم نے ان کبیرہ گناہوں کے جو تالے لگائے ہوئے ہیں، ان کو کھولیں تا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت آئے، اور ہمارے دلوں کو دھو جائے، رب کریم ہمارے روزوں کو قبول فرمائیے اور ہماری بخشش فرما کر رب کریم ہم پر احسان فرمائیے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین

لب پہ ذکر اللہ کی تکرار ہو
دل میں ہر دم حق کا استحضار ہو
اس پر تو کر لے اگر حاصل دوام
پھر تو بس کچھ دن میں بیڑا پار ہو

اللہ اللہ اللہ

شهر رمضان الذی انزل فیه القرآن

ماہِ رمضان کی اہمیت

از افادات

محبوب العلماء والصلحاء عارف باللہ

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی مدظلہ

اقتباس

ایک نکتہ سمجھ لیجئے کہ شریعت نے حکم دیا کہ اگر کوئی مزدور کسی کے گھر میں مزدوری کرے اروقت ختم ہوتو اس بندہ کو چاہئے کہ وہ اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے اس کومزدوری دیدے، جب شریعت ہم کمزوروں کو یہ حکم دیتی ہے کہ مزدور کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے اس کومزدوری دیدیں، تو کیا خیال ہے کہ جس بندے نے اللہ رب العزت کیلئے سارادن مزدوری کی، روزہ رکھا، بھوکا رہا پیاسا رہا، تکلیف اٹھائی اب جب اسکی افطاری کا وقت ہوگا تو کیا اللہ تعالیٰ اسکوفورا مزدوری نہیں عطافرمائیں گے، فرق اتنا ہے کہ جس مزدور کو ہم گھر میں لاتے ہیں کام کرنے کیلئے ہم اسکے ساتھ مزدوری طے کر لیتے ہیں کہ بھئی اتنا تمہیں دیں گے تم ہمارا یہ کام کردو، تو کام کرنے کے بعد ہم اسکومزدوری ادا کر دیتے ہیں، لیکن جو بڑے ہوتے ہیں وہ طے نہیں کرتے وہ کہتے ہیں جتنا کہو گے دیدیں گے، تم ہمارا یہ کام کردو اسی لئے اللہ رب العزت نے بھی یہی معاملہ فرمایا کہ اے میرے پیارے محبوب کی امت کے روزہ دارو! تم میرے لئے روزہ رکھو اور جب افطاری کا وقت ہوگا تو میں تمہیں منہ مانگا انعام دونگا۔

ماہ رمضان کی اہمیت

الحمد لله و کفٰی وسلام علی عباده الذین اصطفٰی امّابعد!

اعوذبالله من الشیطٰن الرجیم ○ بسم للّٰه الرحمٰن الرحیم ○

﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰن﴾

سبحان ربك رب العزت عمایصفون وسلام علی المرسلین

والحمدللّٰه رب العٰلمین

اللّٰهم صل علی سیدنامحمد وعلی اٰل سیدنا محمد وبارك وسلم

اللّٰهم صل علٰی سیدنا محمد وعلی اٰل سیدنامحمد وبارك وسلم

اللّٰهم صل علٰی سیدنا محمد وعلٰی اٰل سیدنا محمد وبارك وسلم

❁ ماہ رمضان المبارک کی اہمیت:

رمضان المبارک کا مہینہ اللہ تعالی کی رحمتوں کا خزینہ ہے۔ جتنی بھی اسمانی کتابیں نازل ہوئی سب کی سب رمضان المبارک میں نازل ہوئیں۔ تورات، زبور، انجیل، قرآن مجید یا جو صحیفے نازل ہوئے سب کے سب رمضان المبارک میں نازل ہوئے۔ اسلئے یہ مہینہ اللہ رب العزت کی خصوصی رحمتوں کا مہینہ ہے۔ اسکی رحمتوں کی انتہاد یکھئے کہ نبی علیہ السلام جو رحمت ہیں وہ بھی اس مہینہ کے آنے کا انتظار فرماتے تھے، چنانچہ ایک دعا نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمائی [اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِیْ رَجَبَ وَشَعْبَانَ وَبَلِّغْنَا اِلٰی رَمَضَانَ] ''اے اللہ ہمیں رجب اور شعبان میں برکت عطا فرما اور بخیریت ہمیں رمضان المبارک تک پہنچا'' اللہ رب العزت کے محبوب جس مہینہ تک پہنچنے کی تمنا فرماتے ہوں اس مہینہ کی برکت کا اندازہ تو اس دعا سے بخوبی ہوسکتا ہے۔

مجدد الف ثانیؒ کا قول:

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں کہ کشف کی نظر سے اولیاء اللہ نے اللہ کی رحمتوں کی بارش کو جب اترتے ہوئے دیکھا تو پتہ چلا کہ سال کے باقی مہینوں کی رحمت دریا کے مانند ہے جبکہ رمضان المبارک کی رحمتیں سمندر کے مانند ہیں۔ کہ جنکا کوئی کنارہ ہی نظر نہیں آتا۔ اس لئے وہ اپنے ایک مکتوب میں فرماتے ہیں کہ رمضان المبارک کا مہینہ انسان کے باقی سال کیلئے ایک نمونہ کے مانند ہیں specimen جس بندہ نے رمضان المبارک جس طریقہ سے گزارا اللہ تعالیٰ اسکو بقیہ سال اس طرح گزارنے کی توفیق عطا فرمادیتے ہیں۔ مثال کے طور پر اگر کوئی عورت چاہے کہ میں تہجد گزار بن جاؤں تو اسکو چاہئے کہ رمضان المبارک میں تہجد کی پابندی کرے، جو چاہے کہ میں اپنی آنکھوں کی حفاظت کروں اسکو چاہئے کہ رمضان المبارک میں اپنی انکھوں کی حفاظت کرے، جو چاہے کہ میں اپنی زبان کی حفاظت کرلوں، تو اسے چاہئے کہ رمضان المبارک میں اپنی زبان کی حفاظت کرلیں۔ جو جو عمل رمضان المبارک میں استقامت کے ساتھ وہ کرے گی اللہ رب العزت اپنی رحمت، قدرت، مشیت سے بقیہ سال اس عمل کو کرنے کی توفیق عطا فرمادیں گے۔

حضرت علیؓ کا فرمان:

حضرت علیؓ فرمایا کرتے تھے کہ اگر اللہ رب العزت نے نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی امت کو عذاب دینا ہوتا تو نہ رمضان عطا فرماتے نہ سورہ اخلاص عطا فرماتے، یہ دو ایسی نعمتیں ہیں:

......(۱) ایک رمضان المبارک۔

......(۲) قرآن مجید میں قل ہو اللہ والی سورۃ، فرتیتھے کہ ان دو چیزوں کو دینے کے بعد یوں معلوم ہوتا ہے کہ اللہ رب العزت نبی علیہ السلام کی امت کو عذاب دینے کا ارادہ نہیں رکھتے۔

رمضان المبارک غمخواری کا مہینہ:

نبی علیہ السلام نے ایک مرتبہ شعبان کے آخری دن میں صحابہ کرام کو خطبہ دیا اور انکو بتایا کہ تمہارے اوپر ایک رحمت کا مہینہ آرہا ہے، جس کے روزہ کو اللہ تعالیٰ نے فرض فرمایا اور رات کی عبادت کو اللہ تعالیٰ نے اپنے قرب کا ذریعہ بنایا، نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ شھر المواسات یعنی خواری کا مہینہ ہے ہمدردی کا مہینہ، یعنی انسان روزہ رکھتا ہے بھوکا پیاسا رہتا ہے تو نعمتوں کی قدر آتی ہے۔ دل میں احساس ہوتا ہے کہ جو لوگ عام سال کے دوران بھوکے پیاسے رہتے ہیں ان پر کیا گزرتی ہے، جنکے بچے بھوکے پیاسے رہتے ہیں انکے ماں باپ پر کیا گزرتی ہے، تو انسان کے دل میں دوسروں کا احساس پیدا ہوتا ہے، وہ دوسروں کے ساتھ ہمدردی کرتا ہے اور یہی انسانیت ہے۔

چنانچہ حدیث پاک کا مفہوم ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ایک بندہ سے فرمائیں گے کہ اے میرے بندے میں بھوکا تھا، تو نے مجھے کھانا نہیں کھلایا، میں پیاسا تھا تو نے مجھے پانی نہیں پلایا، میں بیمار تھا اور تو نے میری بیمار پرسی نہیں کی، تو وہ بندہ بڑا حیران ہو کر پوچھے گا کہ اے پروردگار! آپ ان تمام چیزوں سے بلند و بالا ہیں منزہ اور مبرہ ہیں یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ آپ کائنات کے خزانوں کے مالک ہو کر آپ بھوکے پیاسے ہوں۔ اللہ تعالیٰ جواب میں فرمائیں گے، کہ اے میرے بندے! فلاں موقع پر تیرا ایک ہمسایہ بھوکا تھا، پیاسا تھا، اگر تو اسے کھلا پلا دیتا تو ایسے ہی ہوتا جیسے تو نے مجھے کھلایا پلایا ہو، اگر تو نے اسکی بیمار پرسی کی ہوتی تو ایسے ہی ہوتا جیسے تو نے میری بیمار پرسی کی ہوتی، اس وقت انسان کی آنکھ کھلے گی کہ اللہ رب العزت کے یہاں ایک دوسرے کے ساتھ الفت ومحبت کی زندگی گزارنے کا کیا مقام ہے۔ تو یہ مہینہ غمخواری کا مہینہ ہے، اب ذرا سوچئے! کہ جس مہینہ کا نام ہی غمخواری کا مہینہ ہو اگر اس مہینہ میں اللہ تعالیٰ کی کوئی بندی اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنے غم بیان کرے، اپنی پریشانیاں بیان کرے، اپنے دکھڑے سنائیں، اپنی مشکلات کی تفصیل تنہائیوں میں بیٹھ کر دعا

میں بتائیں تو پروردگار عالم اس کی غمخواری کیوں نہ فرمائیں؟ جس مہینہ کا نام ہی غمخواری کا مہینہ ہے تو معلوم ہوا کہ ہم غمزدوں کیلئے خوشی کی بات ہے، ہم اپنے غم تہجد کے بعد تنہائیوں میں اپنے پروردگار کے سامنے دامن پھیلا کر بیان کریں۔ وہ پروردگار جس نے بندوں کو غمخواری کا حکم دیا وہ پروردگار خود بھی اپنے بندوں کی غمخواری فرمائے گا۔

نیکی کے مہنگے دام:

اس مہینہ میں نیکی کا اجر زیادہ کر دیا جاتا ہے۔ چنانچہ اگر کوئی آدمی ایک فرض پر عمل کرے تو ستر فرض پر عمل کرنے کے برابر ثواب ملتا ہے، نفلی عمل کرے تو غیر رمضان میں گویا فرض پر عمل کرنے کے برابر ثواب ملتا ہے۔

شیاطین کی گرفتاری:

حدیث پاک میں ہے کہ اللہ تعالٰی جبرئیل علیہ السلام کو بھیجتے ہیں فرماتے ہیں کہ جاؤ اور سرکش شیاطین کو قید کر دو تا کہ وہ میرے محبوب کی امت کے روزہ داروں کے روزوں کو خراب نہ کر سکے، تو گویا بڑے بڑے شیاطین تو قید ہو گئے اور انکو سمندر میں باندھ کر پھینک دیا جاتا ہے، اب اگر نیکی کے راستہ میں کوئی رکاوٹ ہے تو یا تو وہ چھوٹے چھوٹے شیطان ہیں جن کو شتونگڑے کہتے ہیں یا تو پھر ہمارا اپنا نفس ہے۔ اسلئے رمضان المبارک میں عام طور سے انسان کو نیکی میں آسانی ہوتی ہے، اگر کسی کو رکاوٹ پیش آئے تو وہ سمجھ لیں کہ میرا اپنا نفس اتنا خراب ہو چکا ہے کہ اب شیطان کے بہکانے کی ضرورت ہی نہیں، میرا نفس ہی مجھے سست کر دیتا ہے، نیکی سے محروم کر دیتا ہے۔

نیکیوں کا موسم:

حدیث پاک میں آیا ہے کہ جو بندہ روزہ رکھتا ہے تو اللہ تعالٰی کی مخلوق اسکے لئے

مغفرت کی دعائیں کرتی ہیں فرشتے بھی دعا کرتے ہیں ﴿وَيَسْتَغْفِرُونَ لِلَّذِينَ آمَنُوا﴾ قرآن مجید میں ہے کہ فرشتے بھی ایمان والوں کیلئے استغفار کرتے ہیں اور ہوا میں پرندے ،پانی میں مچھلیاں اور بلوں میں چیونٹیاں روزہ دار کی مغفرت کی دعا کرتی ہیں، کہتے ہیں کہ زبان خلق کو نقارہ خدا سمجھو، تو جب پروردگار نے اتنی مخلوق کو دعا مانگنے پر لگا دیا تو یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ اللہ تعالیٰ مؤمن کی مغفرت کرنا چاہتے ہیں،

مؤمن کو چاہئے کہ اس مہینہ کی خوب قدر کریں، جیسے سیزن ہوتا ہے، بہار کا سیزن ہر طرف پھل پھول نظر آتے ہیں، خوشبوئیں ہوتی ہیں، سبز لہلہاتے ہوئے درخت نظر آتے ہیں، اسی طرح رمضان المبارک نیکیوں کا سیزن ہے اس میں انسان جتنی نیکیاں کمانا چاہے اتنی نیکیاں کمانا آسان ہے، بلکہ مختلف جگہوں پر دیکھا کہ بعض چیزوں کی Sale لگتی ہے Sale لگنے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ قیمتی چیزیں کم دام میں مل جاتی ہیں۔ اگر قرآن وحدیث کا مطالعہ کیا جائے تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ رمضان المبارک میں جنت کی Sale لگا دیتے ہیں، تو آج کل جنت بہت سستی ملتی ہے، بس ہاتھ اٹھا کر مانگنے کی بات ہے اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجزی دکھانے کی بات ہے۔

اور پروردگار تو جنت دینے کیلئے آمادہ ہے اسلئے حدیث پاک میں فرمایا کہ رمضان کی پہلی رات ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ حکم دیتے ہیں کہ اے رضوان! جنت کے دروازوں کو کھول دے، اب سوچئے! کہ جب اللہ تعالیٰ نے جنت کے دروازوں کو کھول دیا اور حدیث پاک میں یہ بھی آتا ہے کہ پورا سال جنت کو رمضان المبارک کیلئے سجایا جاتا ہے، خوب صورت بنایا جاتا ہے۔ اور پھر رمضان المبارک کی پہلی رات کو اسکے دروازے امت محمدیہ کے گنہگاروں کیلئے کھول دئے جاتے ہیں، تو معلوم ہوا کہ اللہ رب العزت چاہتے ہیں کہ میرے بندے رمضان المبارک کے روزے رکھیں، نیکی کریں، تراویح پڑھیں اور ان عبادات کو کر کے جنت کے مستحق بن جائیں۔

روزہ کے درجات:

روزہ کے درجات ہوتے ہیں

......(۱) ایک تو یہ ہے کہ انسان سارے دن نہ کھائے نہ پئے نہ جماع کرے تو اس انسان نے بھی روزہ رکھ لیا، اس کو عوام الناس کا روزہ کہتے ہیں۔

......(۲) دوسرا اس سے بلند درجہ کا روزہ ہے اسکو خواص کا روزہ کہتے ہیں خاص لوگوں کا روزہ، اولیاء کا روزہ، یہ وہ لوگ ہوتے ہیں جو کھانے، پینے، اور میاں بیوی والے کام سے تو پرہیز کرتے ہی ہیں اور مزید یہ کہ اپنے جسم کے اعضاء کو گناہوں سے بچاتے ہیں، لہٰذا ان کا روزہ اور بلند درجہ کا ہوتا ہے۔

......(۳) اور ایک تیسرا درجہ ہے جسکو کہتے ہیں اخص الخواص کا روزہ، بہت ہی بڑے اولیاء کا روزہ، عارفین کا روزہ، یہ وہ لوگ ہیں جو کھانے پینے جماع سے بھی پرہیز کرتے ہیں۔ جسم کے اعضاء کو گناہوں سے بھی بچاتے ہیں اور سارے دن میں ایک لمحہ بھی اپنے دل کو اللہ سے غافل نہیں ہونے دیتے، یہ سب سے اعلیٰ درجہ کا روزہ ہے۔

مرتبہ میں فرق:

دیکھئے ایک من وزن لوہے کا ہے یا چاندی کا یا سونے کا، تو وزن تو ایک جیسا ہی ہے، لیکن ایک من لوہے کی قیمت اور ہے، چاندی کی قیمت اور ہے، اور سونے کی قیمت کچھ اور ہے، تو روزہ تو سب نے دن میں ایک ہی رکھا مگر جس نے عام لوگوں کا روزہ رکھا اسکو لوہے کا بھاؤ دیں گے، جس نے صالحین کا روزہ رکھا اسکو چاندی کا بھاؤ دیں گے، اور جس نے عارفین کا روزہ رکھا اسکو سونے کا بھاؤ عطا فرمائیں گے اور اگر روزہ رکھ کر گناہ کرتے رہے، ٹی وی سکرین کے تماشے دیکھے، گانے سنے، غیبتیں کیں، لوگوں کے دل دکھائے تو پھر ایسے پرمٹی کا بھاؤ بھی لگائیں گے، اسلئے حدیث میں فرمایا کہ کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کو

روزہ رکھنے کے بعد بھوکا اور پیاسا رہنے کے علاوہ کچھ ہاتھ نہیں آتا تو ہمیں چاہئے کہ ہم اپنے روزہ کو کامل درجہ کا روزہ بنائیں۔

تین باتوں کا اہتمام:

ام المؤمنین حضرت عائشہؓ فرماتی ہے کہ نبی علیہ السلام رمضان المبارک میں تین باتوں کا ا۔ ٰام فرماتے تھے۔

(۱)......ایک تو یہ کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام رمضان المبارک میں دعاؤں میں بہت زیادہ گریہ وزاری فرماتے تھے۔

(۲)......اور دوسری بات یہ کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام عبادت میں بہت زیادہ مجاہدہ فرماتے تھے۔

(۳)......اور تیسری بات یہ کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کے راستے میں مال اس طرح خرچ کرتے تھے کہ جس طرح بھاگنے والا کوئی گھوڑا ہوتا ہے۔

ایک نکتہ:

ایک اور نکتہ سمجھ لیجئے کہ شریعت نے حکم دیا کہ اگر کوئی مزدور کسی کے گھر میں مزدوری کرے اور وقت ختم ہو تو اس بندہ کو چاہئے کہ وہ اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے اس کو مزدوری دیدے، جب شریعت ہم کمزوروں کو یہ حکم دیتی ہے کہ ہم مزدور کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے اس کو مزدوری دیدیں۔تو کیا خیال ہے کہ جس بندہ نے اللہ رب العزت کیلئے سارا دن مزدوری کی، روزہ رکھا بھوکا رہا پیاسا رہا، تکلیف اٹھائی اب جب اسکی افطاری کا وقت ہوگا تو کیا اللہ تعالیٰ اسکو فوراً مزدوری نہیں عطا فرمائیں گے، فرق اتنا ہے کہ جس مزدور کو ہم گھر میں لاتے ہیں کام کرنے کیلئے ہم اس کے ساتھ مزدوری طے کر لیتے ہیں کہ بھئی اتنا تمہیں دیں گے تم ہمارا یہ کام کردو، تو کام کرنے کے بعد ہم اسکو مزدوری ادا کر دیتے ہیں۔لیکن جو

بڑے ہوتے ہیں وہ طے نہیں کرتے وہ کہتے ہیں جتنا کہو گے دیدیں گے، تم ہمارا یہ کام کردو، اسی لئے اللہ رب العزت نے بھی یہی معاملہ فرمایا کہ اے میرے پیارے محبوب کی امت کے روزہ دارو! تم میرے لئے روزہ رکھو اور جب افطاری کا وقت ہوگا تو میں تمہیں منہ مانگا انعام دوں گا، جو تم مانگوں گے میں پروردگار تمہارے مانگنے کے مطابق تمہیں عطا کروں گا، مانگنا تمہارا کام ہے اور تمہارے دامن کو بھر دینا یہ میرا کام ہے، اس لئے فرمایا کہ روزہ دار کی دعا قبول ہوتی ہے۔

افطار سے پہلے عورت کو کیا کرنا چاہئے؟

حدیث پاک میں یہ جو فرمایا اس کا کیا مطلب؟ کہ اللہ تعالیٰ روزہ دار کو افطاری کے وقت منہ منگا انعام عطا فرماتے ہیں، اچھا اگر کوئی بندہ اس وقت انعام مانگے ہی نہیں تو اس کو کیا ملے گا؟ اور ہماری اکثر ماں بہنوں کا یہی حال ہے کہ افطاری کی چیزیں بنانے میں اور دستر خوان سجانے میں ایسی مشغول ہو جاتی ہے کہ ان کو بتانا پڑتا ہے کہ جی روزہ کے افطار کا وقت ہو چکا اب تم بھی افطار کرلو، اسکا مطلب یہ ہے کہ یہ وہ مزدور ہے جس نے مزدوری تو کی لیکن جب دینے والے نے کہا کہ کتنا چاہئے تو اسکو مانگنا ہی یاد نہیں آتا، اس سے بڑی غفلت اور کیا ہوسکتی ہے، عورتوں کو چاہئے کہ اپنے خاوندوں کو یہ بات سمجھائیں کہ افطار کی ہر چیز آدھا گھنٹہ پہلے تیار ہو کر دستر خوان پر پہونچ جائے اور آخری آدھا گھنٹہ بجائے اس کے کہ ہم کچن میں چولہے پر کھڑی ہوں اور کبھی ایک چیز تلی جارہی ہے کبھی دوسری چیز پک رہی ہے، اس میں لگنے کے بجائے یہ آدھا گھنٹہ یا بیس منٹ مصلے پر بیٹھ کر اللہ رب العزت سے دعائیں مانگیں، عورتیں اپنے گھر کے سب بچوں کو اپنے پاس بیٹھا لیا کریں اور معصوم بچوں کو کہیں کہ وہ بھی ہاتھ اٹھائیں اور دعا مانگیں، اگر بڑوں نے گناہ کیئے تو چھوٹے تو معصوم ہیں کیا پتہ ان کے معصوم ہاتھوں کے اٹھنے پر ہی اللہ کو رحم آجائے اور اللہ تعالیٰ آپ کی دعاؤں کو قبول فرمالیں، اسلئے عورتوں کو چاہئے کہ افطاری کے اس وقت کی قدر کریں اور اگر کسی گھر

میں ایک ہی عورت ہے اور اسکے لئے کھانا پکانا بھی ضروری ہے تو دعا تو دل سے مانگی جاتی ہے ہاتھ سے تو نہیں مانگی جاتی تو ہاتھ کام کاج میں مشغول ہوں اور آپ اس حال میں بھی دل ہی دل میں اللہ سے دعائیں مانگ رہی ہوں۔ گویا آپ بھی اس وقت میں اپنے رب سے منہ مانگا انعام حاصل کرسکتی ہیں۔

اپنے دکھڑے رب کو سنائیے:

اچھا آپ سے اگر کوئی پوچھے کہ آپ کی پریشانی ہو تو ہم ختم کر دیتے ہیں، تو آپ سب سے پہلے بتائیں گی کہ جی میری یہ بھی پریشانی ہے، یہ بھی پریشانی ہے ایک فہرست گنوائیں گی اور پھر کہیں گی کہ اگر میری یہ سب پریشانیاں دور ہو جائیں تو مجھے سکھ کا سانس نصیب ہو جائے، اللہ تعالیٰ جب افطاری کے وقت منہ مانگا انعام دینا چاہتے ہیں، تو آپ اپنے سب غم، سب دکھ سب پریشانیاں اپنے رب کو سنایا کریں، اپنے رب کے سامنے پیش کیا کریں، سارا سال جو تم دوسروں کے سامنے دکھڑے روتی ہیں، خاوند اچھا سلوک نہیں کرتا مجھ پر توجہ نہیں دیتا، خاوند کی نظر باہر کسی طرف ہے اگر یہ سارے دکھڑے آپ نے سارا سال مخلوق کے سامنے کرنے ہیں تو مخلوق تو ساری محتاج ہے، جس کے سامنے آپ دکھ کہہ رہی ہوتی ہیں، وہ خود دکھوں والی ہوتی ہیں، تو اس کا کیا فائدہ؟ اب آپ اپنے دکھ اس پروردگار کے سامنے کہیں جو سب کے دکھوں کو دور کرنے والا اور سب کی مشکلات اور پریشانیوں کو حل کرنے والا ہے۔ لہٰذا افطاری کے وقت میں آپ اپنی زندگی اور آخرت کی بہتری کیلئے خوب دل کھول کر دعا مانگا کریں۔

ایک آدمی نے کہا کہ اے اللہ! مجھے آپ اتنے ملین ڈالر عطا کر دیجئے تو سننے والے نے کہا اتنے زیادہ؟ تو اس نے کہا بھئی آپ سے نہیں مانگے پروردگار سے مانگے ہیں، تو یہ دعا جو آپ مانگیں گی کسی بندہ سے نہیں مانگ رہی بندوں کے پروردگار سے مانگ رہی ہیں، جس ذات نے کہا کہ میرے ہاتھ میں زمین و آسمان کے خزانے ہیں، اب جب اس سے مانگیں گی تو

آپ محسوس کریں گی کہ مانگنے والی کا دامن چھوٹا ہے اور پروردگار کا دینا اس سے بہت زیادہ ہے۔

ٹوٹے رشتے وہ جوڑ دیتا ہے

بات رب پے جو چھوڑ دیتا ہے

اسکے جود وکرم کا کیا کہنا

لاکھ مانگوں وہ کڑوڑ دیتا ہے

روزہ دار کیلئے دو خوشیاں:

وہ پروردگار تو ہمارے مانگنے سے بڑھ کر ہمیں عطا فرماتا ہے، نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ روزہ دار کیلئے دو خوشیاں ہوتی ہیں۔

......(۱) [فَرْحَةٌ عِنْدَ الْإِفْطَارِ] ایک تو جب روزہ افطار کرتا ہے اس وقت اسکو خوشی ہوتی ہے، اس وقت کی دعائیں قبول ہوتی ہیں۔

.....(۲) کہ جب قیامت کے دن روزہ دار اللہ رب العزت سے ملے گا تو، اس وقت بھی اسکو خوشی نصیب ہوگی کیوں، خوشی ہوگی؟ اسلئے کہ اللہ رب العزت اس کا استقبال فرمائیں گے، چنانچہ حدیث پاک میں ہے کچھ لوگ ایسے ہوں گے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہوں گے یہ اللہ تعالیٰ کو دیکھ کر مسکرائیں گے اور پروردگار انکو دیکھ کر مسکرائیں گے اور انکا استقبال فرمائیں گے۔

حاضری کی دو حیثیتیں:

ذرا غور کریں! کہ رشتہ داروں میں کچھ ایسے بھی گھر ہوتے ہیں کہ وہ عورتیں آپ کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کرتیں اب خاوند آپ کو کہیں کہ چلو اس گھر چلنا ہے تو آپ انکار کریں گی، آپ کہیں گی کہ مجھے تو وہاں نہیں جانا وہ عورتیں تو مجھ سے کلام کر کے راضی نہیں، میرے لئے تو وہاں پانچ منٹ گزارنے مصیبت ہیں، میں تو اس گھر میں جانا ہی نہیں

چاہتی تو جس گھر کی عورتیں آپ کا استقبال نہیں کرتیں، آپ سے اچھا سلوک نہیں کرتیں، آپ وہاں جانا ہی پسند نہیں کرتیں۔

اور کہیں آپ کا بہت قرب کا تعلق ہوتا ہے خاوند جانا نہیں چاہتا آپ مجبور کر کے لے جائیں گی کہ جی فلاں گھر والوں نے دعوت دی ہے، تو مجھے تو وہاں ضرور جانا ہے انہوں نے بلایا ہے، تو جو آپ سے محبت کا سلوک کرتی ہے آپ ضد کر کے وہاں پہنچتی ہیں اور جو نہیں کرتیں کہنے کے باوجود آپ وہاں نہیں جاتیں، اگر دنیا میں یہ معاملہ ہے تو سوچئے! کہ قیامت کے دن دو حال میں انسان اللہ کے سامنے پیش ہوگا ایک تو نیکوکار بنکر، جو اللہ رب العزت کا دیدار کریگا اور پروردگار خوشی سے اسکا استقبال کریں گے اور دوسرا گنہگار کی شکل میں اور گنہگار کیسے اللہ کے سامنے پیش ہوگا؟ قرآن مجید میں فرمادیا۔

﴿وَلَوْ تَرٰى اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ نَاكِسُوْا رُءُوْسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ﴾ اگر تم دیکھ سکتے کہ کافر قیامت کے دن کس حال میں اللہ رب العزت کے سامنے پیش ہوں گے، انکے سر جھکے ہوں گے اور وہ رب کے سامنے اپنی نگاہ اٹھا بھی نہیں سکیں گے۔

اب ہم سوچیں کہ ہم ان دونو حالتوں میں سے کس حال میں اللہ رب العزت کے سامنے پیش ہونا چاہتے ہیں، تو دل سے جواب آئے گا کہ نہیں ہم تو اللہ تعالیٰ سے اس کے محبوب بندے، مقبول بندے، اس کے دوست بنکر پیش ہونا چاہتے ہیں، تو اسکا آسان طریقہ یہ ہے کہ ہم اپنے رزوں کو صحیح انداز، آداب سے رکھیں اور افطاری کے وقت دعا کریں کہ اے اللہ! ہمیں یہاں پر مغفرت عطا کر کے خوشی عطا فرما اور جب قیامت کے دن آپ کے سامنے حاضری ہو تو اے اللہ! وہاں بھی مسکرا کر ہمیں اپنی تجلی نصیب فرمانا۔

جنتیوں کیلئے خصوصی داخلہ:

چنانچہ کتنے لوگ ہونگے جو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کا دیدار کریں گے ﴿وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ﴾ کیسے خوش نصیب لوگ ہونگے انکو قیامت کے دن اللہ

تعالی کا دیدار نصیب ہوگا، اسلئے حدیث پاک میں آتا ہے کہ جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے جسکا نام باب الریان ہے یہ [special] دروازہ ہے اس سے وہ لوگ داخل ہوں گے۔ جو آداب اور اہتمام کے ساتھ اپنے روزوں کو مکمل کیا کرتے تھے۔

لیلۃ القدر:

ایک مرتبہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے بنی اسرائیل کے احوال بتائے اور فرمایا کہ کہ بنی اسرائیل کے چار لوگ ایسے تھے کہ جنہوں نے اسی سال اللہ تعالیٰ کی ایسی عبادت کی کہ ایک لمحہ کیلئے بھی نافرمانی نہیں کی، صحابہ کرام نے جب یہ سنا تو ان کے دل میں یہ حسرت ہوئی کہ کاش ہمیں بھی اتنی لمبی زندگی عبادت گزاری کیلئے مل جاتی، تو انکی اس کیفیت کو دیکھ کر رب کریم نے سورۃ القدر نازل فرمائی جس میں فرمایا کہ اس میں ایک رات ایسی ہے جسکو لیلۃ القدر کہتے ہیں، ﴿لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ﴾ اسکی عبادت ہزار مہینوں کی عبادت سے بھی زیادہ بہتر ہے۔ اب ہزار مہینوں کے اگر سال بنائیں تو ۸۳ سال سے کچھ اوپر بنتا ہے، اسکا مطلب یہ ہوا کہ جو بندہ رمضان المبارک کی اس رات میں عبادت کا ثواب پالیگا اس نے گویا ۸۳ سال کی عبادت کا ثواب پالیا اور آج کل ہمارے زمانے کے لوگوں کی عمر ۶۰ اور ۷۰ کے درمیان ہیں، ۸۰ تک تو مشکل سے ہی لوگ پہنچتے ہیں، تو گویا ایک رات کی عبادت ایک طرف اور ساری زندگی کی عبادت ایک طرف، تو جب اتنا خاص معاملہ ہے تو ہر مؤمن کے دل میں یہ تڑپ ہونی چاہئے کہ ہمیں لیلۃ القدر میں عبادت کرنے کا ثواب نصیب ہو جائے۔

یہ کون سی رات ہے اس کے بارے میں ہمیں معلوم نہیں مگر حدیث پاک میں کچھ اشارے کر دیئے گئے ہیں:

(۱)..... ایک تو یہ فرمایا گیا کہ یہ سال کی کوئی بھی رات ہو سکتی ہے۔

(۲)......دوسرا فرمایا کہ رمضان المبارک کی رات ہوتی ہے۔

(۳)......تیسری جگہ فرمایا رمضان المبارک کے آخری دس دنوں میں سے کوئی رات ہوتی ہے۔

(۴)......اور ایک حدیث پاک میں فرمایا کہ آخری دس دنوں میں سے جو طاق عدد ہیں، طاق راتیں ہوتی ہیں اس میں سے کوئی رات ہوتی ہے یعنی ۲۱، ۲۳، ۲۵، ۲۷، ۲۹، میں سے کوئی ایک رات ہوتی ہے، زیادہ روایتیں اسی کی ہے، اب اس آخری عشرہ میں لیلۃ القدر تلاش کرنے کیلئے لوگ اعتکاف میں بیٹھ تے ہیں، اس لئے معتکف کو چاہئے ہر رات میں قیام اللیل کریں، تاکہ انکو لیلۃ القدر میں قیام نصیب ہو جائے۔

اب یہ رات کون سی ہے؟ اس بارے میں ہم کچھ نہیں کہہ سکتے تاہم بزرگوں نے کہا ہے کہ اللہ رب العزت کو سات کا عدد پسند ہے آسمان بھی سات ہیں، زمینیں بھی سات ہیں، انسان کے اعضاء جن سے وہ اللہ رب العزت کے سامنے سجدہ ریز ہوتا ہے وہ بھی سات ہیں، اور سات طرح کا جسمانی رزق دیا ﴿فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا حَبًّا وَّعِنَبًا وَّقَضْبًا وَّزَيْتُوْنًا وَّنَخْلًا وَّحَدَآئِقَ غُلْبًا وَّفَاكِهَةً وَّاَبًّا﴾ تو اس آیت میں سات قسم کا جسمانی رزق عطا کر دیا گیا، تو اس سے مفسرین نے کہا کہ اللہ رب العزت نے انسان کو روحانی رزق کی رات بھی وہی عطا کی ہوگی جو سات والی ہے، لہٰذا ۲۷ کی رات زیادہ غالب ہے کہ وہ لیلۃ القدر کی رات ہو، بعض مفسرین نے اس میں ایک نکتہ اور دیدیا وہ فرماتے ہیں کہ دیکھو! لیلۃ القدر کا جو لفظ ہے اس میں نو حروف ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اس کو تین مرتبہ سورۃ میں فرمایا ﴿اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ ۝ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۝ لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ﴾ تو نو حروف ہیں اور تین مرتبہ لفظ استعمال ہوا اور نو کو تین میں ضرب دینے سے ستائیس ہوتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ستائیسویں رات لیلۃ القدر کی رات ہوتی ہے۔

رب کا سلام امت کے نام:

اس رات میں اللہ رب العزت کی طرف سے مؤمنوں کیلئے بڑی برکتیں اور رحمتیں نازل ہوتی ہیں، چنانچہ مؤمنوں پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلام اترتے ہیں ''سلامتی کے پیغام'' جبرئیل علیہ السلام فرشتوں کو لے کر آتے ہیں اور اس رات میں عبادت کرنے والوں سے مصافحہ کرتے ہیں، کتابوں میں لکھا ہے کہ اس رات میں کوئی آدمی ویسے ہی جاگ رہا ہوتا ہے تو عام فرشتے اس سے مصافحہ کرتے ہیں اور اگر کوئی آدمی اللہ کا ذکر کر رہا ہوتا ہے جاگتے ہوئے، تو جبرئیل علیہ السلام اس سے مصافحہ کرتے ہیں اور اگر کوئی آدمی نماز پڑھ رہا ہو تو اس نماز پڑھنے والے پر اللہ رب العزت سلام بھیجتے ہیں، یہ اس امت کی خوش نصیبی ہے کہ اس امت پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلام بھیجے گئے حالانکہ اولوالعزم انبیاء کو یہ نعمتیں نصیب ہوئیں۔

دیکھئے حضرت نوح علیہ السلام کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ﴿سَلٰمٌ عَلٰى نُوْحٍ فِى الْعٰلَمِيْنَ﴾ ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں فرمایا ﴿سَلٰمٌ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ﴾ اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر سلام بھیجے گئے خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ﴿وَالسَّلٰمُ عَلَىَّ يَوْمَ وُلِدْتُّ وَيَوْمَ اَمُوْتُ وَيَوْمَ اُبْعَثُ حَيًّا﴾ اللہ تعالیٰ نے نبی علیہ السلام پر سلام بھیجے تو یہ وہ نعمتیں تھیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء کو عطا فرمائیں لیکن نبی علیہ السلام نے اس امت کیلئے اتنی دعائیں کیں اتنی دعائیں کیں کہ اس گنہگار امت پر بھی سلام بھیجا ﴿تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ مِّنْ كُلِّ اَمْرٍ سَلٰمٌ﴾ دیکھئے اس گنہگار امت پر بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلامتی نازل ہو رہی ہے لہٰذا پتہ چلا کہ اللہ رب العزت اس امت کو نعمتیں عطا فرمانا چاہتے ہیں اور اس امت کا اکرام کرنا چاہتے ہیں، چنانچہ اس امت کو بھی اللہ تعالیٰ نے وہی [protocol] دے دیا جو پہلے وقت کے اولوالعزم انبیاء کو ملا کرتا تھا۔

جبرئیل علیہ السلام کی شان:

حدیث پاک میں آتا ہے کہ جب وہ رات آتی ہے تو جبرئیل علیہ السلام چار جھنڈے لے کر اترتے ہیں اور ایک جھنڈا جسکو لواء رحمت کہتے ہیں رحمت کا جھنڈا اس کو بیت اللہ پر نصب کردیتے ہیں، ایک کو لواء مغفرت کہتے ہیں مغفرت کا جھنڈا اسکو مسجد نبوی پر لگا دیتے ہیں اور ایک لواء کرامت ہے اسکو بیت المقدس پر لگا دیتے ہیں اور ایک لواء احمد ہے اسکو زمین و آسمان کے درمیان نصب کردیتے ہیں پھر اس امت محمدیہ کے وہ لوگ جو اس رات میں بیٹھے ہوئے دعائیں کرتے ہیں یہ فرشتے ان کی دعاؤں پر آمین کہتے ہیں اب سوچئے اللہ تعالیٰ کے فرشتے اگر ہماری دعاؤں پر آمین کہتے ہیں تو پھر کیا بات ہے۔

اب بھی نہ ہو قبول تو قسمت کی بات ہے
آمین کہہ رہے ہیں وہ میری دعا کے ساتھ

لیلۃ القدر کیسے پائیں؟

تو ہماری دعاؤں پر اللہ کے فرشتے آمین کہیں اس سے بڑھ کر ہمارے لئے اور کیا بڑی نعمت ہوسکتی ہے، اسلئے حدیث پاک میں آتا ہے کہ جو لوگ ان دنوں میں روزے رکھیں گے، جب اللہ تعالیٰ کے یہاں قیامت کے دن جائیں گے باب الریان سے انھیں گزارا جائیگا تو فرشتیں انھیں کہیں گے ﴿كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـئًا بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِى الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ﴾ تو مفسرین نے ایک تفسیر یہ بھی لکھی کہ یہ وہ روزہ دار ہونگے جو اللہ کیلئے بھوکے رہے پیاسے رہے، تو پروردگار انھیں خوش خبریاں دیں گے، فرشتے کہیں گے او اللہ کیلئے بھوکے رہنے والوں، پیاسے رہنے والوں! آؤ جنت کی نعمتیں تمہارے لئے ہیں ﴿كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـئًا بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِى الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ﴾

OPEN SECRET:

اب دل تو چاہتا ہے ہر بندہ کا کہ لیلۃ القدر میں مجھے عبادت کی سعادت نصیب ہو لیکن وہ نعمتیں کب نازل ہوتی ہیں رحمتیں کب نازل ہوتی ہیں؟ جبرئیل علیہ السلام کب نازل ہوتے ہیں؟ ہمیں اس بات کا پتہ نہیں تو ممکن ہے ہم گیارہ بجے تک عبادت کریں اور یہ رحمتوں کا نزول اسکے بعد ہو، ممکن ہے کہ ہم بارہ بجے تک عبادت کریں اور ان خاص رحمتوں کا نزول اسکے بعد ہو، ممکن ہے کہ ہم دو بجے تک عبادت کریں اور ان نعمتوں کا نزول اسکے بعد شروع ہو، ﴿تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ﴾ ملائکہ نازل ہوتے ہیں اب کب نازل ہوتے ہیں اسکا تو ہمیں علم نہیں ہے، لیکن قرآن مجید سے ایک اشارہ ملتا ہے اور وہ بڑا مزہ کا ہے، پروردگار عالم نے ایک طرف تو بات چھپائی لیکن دوسری طرف بندوں کو راہ بھی دکھائی جیسے ماں بچے کو کچھ دینا چاہتی ہے تو وہ چھپا دیتی ہے مگر کچھ ڈائرکشن [direction] بھی دیتی ہے دل میں ہوتا ہے کہ میں نے اسکو محروم تو نہیں کرنا تھوڑی سی کوشش کرے گا تو اسے مل جائیگا، تو ایک طرف تو چھپائی جاتی ہے اور دوسری طرف اشارہ سے بتائی بھی جاتی ہے، یوں ہی لگتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بندوں پر اتنا مہربان ہے کہ لیلۃ القدر کو ایک طرف تو چھپا بھی دیا کہ اسکو تم ڈھونڈنے کیلئے اعتکاف میں بیٹھو، راتوں کو جاگو مگر دوسری طرف اشارہ بھی کر گئے یہ [open secret] ہے، پروردگار نے یہ بتا دیا کہ جب وہ فرشتے نازل ہوتے ہیں تو ﴿هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ﴾ وہ برکتیں طلوع فجر تک نازل ہوتی رہتی ہیں، اب ہمیں یہ تو نہیں پتہ کہ وہ کس رات میں کس وقت شروع ہوں گی لیکن اتنا پتہ ہے کہ جو رات بھی ہو گی اور جب بھی اس میں وہ رحمتیں نازل ہوں گی، تو وہ رحمتیں سحری کا وقت ختم ہونے تک جاری رہیں گی۔

اب یہاں سے ہمیں ایک نکتہ مل گیا کہ اگر ہم روزہ رکھنے کیلئے وقت ختم ہونے سے ایک گھنٹہ پہلے اٹھ جائیں اور اس میں ہم آدھا گھنٹہ اپنے روزہ رکھنے میں لگالیں، کھانے

پینے میں استعمال کرلیں اور جو آخری آدھا گھنٹہ ہے اگر اسکو ہم اللہ تعالیٰ کی عبادت میں، ذکر میں، تلاوت میں اور دعائیں مانگنے میں لگا دیں تو جب بھی وہ رمضان کی رات ہوگی چونکہ اس کی رحمتیں مطلع فجر تک رہتی ہیں، جو آخری وقت ختم ہوتا ہے کھانے پینے کا، اس وقت تک رحمتیں نازل ہوتی ہیں، تو گویا اس آخری گھنٹہ میں رمضان کے تیس دن میں جو عبادت وہ عورت کرلے گی اسکو لیلۃ المبارکہ کی ان خاص رحمتوں کے وقت میں عبادت کا اجر نصیب ہو جائے گا۔

وقت کیسے ضائع ہوتا ہے؟

اور عام طور پر آپ دیکھیں گی کہ شیطان اور نفس اتنے مکار ہیں کہ بس ایسی نیند طاری کردیتے ہیں مردوں کو عورتیں کہیں گی کہ جی اٹھئے اٹھئے، اچھا اٹھتا ہوں، اچھا اٹھتا ہوں اور کوئی آدھا گھنٹہ پہلے اٹھے گا، کوئی پندرہ منٹ پہلے اٹھے گا، کوئی دس منٹ پہلے اٹھے گا اور پانی کا گھونٹ پی کر کہے گا کہ چلو روزہ رکھ لیا، نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ ہمارے اور اہل کتاب کے روزوں میں فرق یہ ہے کہ وہ بغیر سحری کے روزہ رکھتے تھے اور ہم لوگ سحری کے ساتھ روزہ رکھتے ہیں، تو ایک تو وہ کھانا ویسے ہی عبادت کا کھانا اور دوسرے اس وقت اللہ تعالیٰ کی خاص رحمتیں نازل ہوتی ہیں، لہٰذا عورتوں کو چاہیے کہ افطاری کے وقت کی قدر کریں اور سحری کا جو آدھا گھنٹہ ہے اس کی بھی قدر کریں جن کو بھی کھانا کھانا ہے ان کا کھانا ایک گھنٹہ پہلے آپ دسترخوان پر رکھ دیجئے اب اسکو جب کھانا ہو کھائے آپ اپنے آخری گھنٹہ میں مصلے پر آجائیں۔

لیلۃ القدر میں کیا مانگیں؟

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا اے اللہ کے نبی! اگر میں لیلۃ القدر کو پاؤں تو کیا دعا مانگوں؟ دیکھئے امت پر ان کا کتنا بڑا احسان ہے، نبی علیہ

السلام نے فرمایا کہ اگر تم لیلۃ القدر کو پاؤ تو یہ دعا مانگنا ﴿اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّی﴾ اے اللہ! آپ تو معاف کرنے والے ہیں معاف کرنے کو پسند فرماتے ہیں مجھے بھی معاف فرمادیجئے، تو یہ اتنی پیاری دعا ہے کہ آپ اسکو اس وقت میں کئی مرتبہ مانگ سکتی ہیں، تو اس آخری وقت میں کچھ استغفار کی تسبیح پڑھ لی، درود پاک پڑھ لیا، کلمہ پڑھ لیا ﴿لَآ اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ﴾ چند مرتبہ یہ پڑھ لیا اور یہ دعائیں مانگ لی اور اسکے بعد ویسے بیٹھ کر اللہ سے دعائیں مانگ لی ،تو یہ روزانہ کا آدھا گھنٹہ، پندرہ منٹ اسکو آپ مصلی پر گزار دیں گی اس کی آپ عادت بنالیں، یقیناً آپ کو لیلۃ القدر کی عبادت کا اجر نصیب ہوگا، ہمیں ہر سال رمضان المبارک کے بعد کتنے مردوں عورتوں کے خطوط ملتے ہیں وہ لکھتے ہیں کہ ہم نے رمضان میں افطاری کے وقت دعاؤں کا اہتمام کیا، سحری کے وقت دعاؤں کا اہتمام کیا ہماری یہ دعائیں بھی قبول ہوئیں یہ بھی قبول ہوئیں، اللہ نے میری یہ مراد بھی پوری کردی، بیسیوں خط ملتے ہیں جن میں سینکڑوں واقعات ہوتے ہیں کہ ہم نے ان وقتوں میں دعائیں مانگی اور پروردگار نے قبول کی۔

لہٰذا اب ہمارے بعض وہ احباب جو تعلق والے ہیں ان کا یہ حال ہو چکا کہ وہ سارے سال میں رمضان کا انتظار کرتے ہیں، ان کے دل میں پکا یقین بیٹھ چکا کہ ہم رمضان المبارک کے اس مہینہ میں سحری افطاری کے وقت میں دعاؤں کا اہتمام کریں گے تو پروردگار ہماری دعاؤں کو ضرور قبول فرمائیں گے، اسلئے آپ کو یہ ایک اچھی راز کی بات بتلادی اگر آپ اس وقت میں اپنے رب سے دعائیں مانگیں گی تو انشاء اللہ تعالیٰ آپ کو آج کے بعد نہ تعویذوں کی ضرورت پڑے گی، نہ کسی سفلی عمل کی ضرورت پڑے گی، نہ کسی عامل کے پاس جانے کی ضرورت رہے گی، بس اپنے رب کو دل کا حال سنادیجئے رب کریم دلوں کی کیفیت کو بدل دیں گے، اور اللہ رب العزت آپ کی مرادیں عطا فردیں گے، رمضان المبارک کے ان دنوں میں اپنے رب سے خوب مانگیں۔

اللہ رب العزت سے کیا کیا مانگیں؟

اس بات کو ذہن میں رکھنا کہ آپ جس حال میں بھی ہیں اس حال میں اللہ رب العزت کی محتاج ہیں یہ نکتہ بھی کھولنا ضروری ہے، ایک خاتون نے خط میں لکھا کہ جی میں تو دعا مانگتی نہیں صرف نمازیں پڑھتی ہوں پوچھا کیوں؟ کہنے لگی اللہ تعالیٰ کا سب کچھ دیا ہوا ہے۔ اب وہ بیچاری یہ سمجھتی تھی کہ محبت کرنے والا خاوند مل گیا، اچھا گھر مل گیا، کاروبار مل گیا اور اپنی من مرضی کی اولاد بھی مل گئی، سب نعمتیں مل گئیں اب مجھے اور چیزیں مانگنے کی کیا ضرورت ہے؟ تو یہ غلط فہمی ہے، انسان زندگی کے کسی حال میں بھی ہو وہ اللہ تعالیٰ کا محتاج ہے، کیسے؟ یا تو وہ آدمی اللہ تعالیٰ کی نیکی والی زندگی گزار رہا ہوگا، لہٰذا اگر کوئی آدمی نیکی، پرہیزگاری کی زندگی گزار رہا ہے، تو وہ اس بات کا محتاج ہے کہ اپنے ان عملوں کی قبولیت کی دعا اللہ تعالیٰ سے مانگے، بھئی نیک عمل کر لینے سے تو کام نہیں ہو جاتا جب تک وہ اللہ کے یہاں قبول نہ ہو، تو جو آدمی نیکی کے حال میں ہے، وہ اللہ تعالیٰ سے اس نیکی کی قبولیت کی دعا مانگنے کا محتاج ہے، اور جو آدمی گناہوں میں پھنسا ہوا ہے وہ اللہ تعالیٰ سے توبہ کی بھیک مانگنے کا محتاج ہے، اے اللہ! مجھے ان گناہوں سے توبہ کی توفیق عطا فر، کوئی آدمی اگر خوشحالی کی کیفیت میں ہے کھلا رزق ہے، عزتیں ہیں، خوشیاں ہیں، تو وہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کا محتاج ہے اسلئے کہ اگر شکر کریں گے تو اللہ ان نعمتوں کو سلامت رکھیں گے بڑھائیں گے، وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اگر ناشکری کرو گے ﴿إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ﴾ جو پروردگار نعمتیں دینا جانتا ہے وہ پروردگار نعمتیں لینا بھی جانتا ہے، تو اگر کوئی خوشحالی میں ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے تا کہ اللہ تعالیٰ اسی حال میں اس کو پوری زندگی عطا فرما دے اور کوئی اگر تنگ دستی کے حال میں ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے صبر کریں اور دعائیں مانگے تا کہ پروردگار اسکو صبر عطا فرما دے اور اللہ تعالیٰ اسکی تنگ دستی اور مشکل کے حالات کو آسان فرما دیں، تو معلوم ہوا کہ انسان دنیا میں کسی حال میں بھی ہو وہ اللہ تعالیٰ سے مانگنے کا محتاج ہے، تو جب اللہ تعالیٰ سے مانگنا ہی ہے تو پھر خوب

مانگیں، رمضان المبارک کا مہینہ اللہ تعالیٰ کو حال دل سنانے کا مہینہ ہے، اللہ تعالیٰ کو منانے کا مہینہ ہے، اس مہینے میں اللہ تعالیٰ کو خوب منا لیجئے، دعائیں مانگئے، لمبے سجدے کیجئے اللہ تعالیٰ کے سامنے لمبی نمازیں پڑھیے، تلاوت کے بعد مانگئے، مانگنا ہمارا کام ہے پروردگار عطا فرمادیں گے پروردگار تو دینا چاہتے ہیں۔

ماں کی ممتا:

ذرا ایک اور بات توجہ سے سنتی جایئے آپ کو بہت کام آئیگی، اگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو شادی کے بہت سالوں کے بعد، بڑی دعاؤں کے بعد، بڑی تمناؤں کے بعد خوبصورت بیٹا عطا کیا اب آپ کو بیٹے سے کتنی محبت ہوتی ہے؟ اتنی کہ آپ بیٹے پر جان چھڑکتی ہیں، بیٹے کا دکھ برداشت نہیں کرسکتیں، ذرا تکلیف ہو تو آپ کو ایسے لگتا ہے کہ جیسے میرے اپنے ساتھ کچھ ہو رہا ہے، بیٹے کے ساتھ آپ کو اتنا پیار، اب بتایئے کہ اگر آپ وہ دو تین سال کا جو چھوٹا سا معصوم بچہ ہے اگر کوئی بندہ اس بچے کیلئے بددعا کرے تو آپ سننا برداشت کریں گی! کوئی بددعا مانگ کر تو دیکھے فورا بولے گی کون ہوتے ہو تم؟ میرے بیٹے کیلئے بددعا کرنے والے، آپ برداشت کر ہی نہیں سکتیں چاہے وہ آپ کا کتنا ہی قریبی رشتہ ہی کیوں نہ ہو، اپ فورا کہیں گی خبردار میرے بیٹے کیلئے جو ایسے لفظ استعمال کئے، آپ بیٹے کو سینے سے لگائیں گی اور کہیں گی اللہ اس کو بددعا سے بچا لیجئے، تو آپ اپنے بیٹے کیلئے بددعا سننا ہی گوارا نہیں کرتیں جو اتنی چاہتوں کے بعد آپ کو بچہ ملا۔

اچھا ایسا ہوسکتا ہے کہ اس بچہ کیلئے آپ خود بددعا مانگیں؟ یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ یا کوئی بددعا مانگے، اور آپ اسکی بددعا پر آمین کہہ دیں یہ تو ہو ہی نہیں سکتا، ماں کیسے برداشت کرسکتی ہے کہ اس کے بیٹے کیلئے کوئی بددعا کرے اور پھر وہ اس بددعا پر آمین کہہ دے، اسکا دل کبھی بھی برداشت نہیں کرسکتا، ماں تو وہ ہوتی ہے کہ جو دکھ بھی بچوں کیلئے برداشت کرتی ہے تو بھی اس کے منہ سے اولاد کیلئے دعائیں نکل رہی ہوتی ہیں، یہ تو ممکن ہی نہیں اچھا جب آپ کی یہ

حالت ہے کہ بیٹے کیلئے کوئی بددعا مانگے تو آپ اسکی دعا پر کبھی بھی آمین نہیں کہہ سکتی تو۔

سنئے اور ذرا دل کے کانوں سے سنئے! حدیث پاک میں آتا ہے بخاری شریف کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ جبرئیل علیہ السلام نے بددعا کی کہ برباد ہو جائے وہ شخص کہ جس نے رمضان کا مہینہ پایا اور اسنے اپنے گناہوں کی مغفرت نہ کروائی اور نبی علیہ السلام نے یہ دعا سن کر آمین کہہ دیں، اب اول تو جبرئیل علیہ السلام کی بددعا ہی بہت کافی تھی، آپ بددعا سے کتنا ڈرتی ہیں؟ عام سی عورت اگر کوئی بددعا کردے تو آپ کہتی ہیں اسکو دیدو، دیدو، کہیں بددعا نہ دیدے، فقیر کی بددعا سے ڈرتی ہیں، غریب کی بددعا سے ڈرتی ہیں، بددعا سے ڈر کر اپنا حق چھوڑ دیتی ہیں، تو عام گنہگار بندے کی بددعا سے اتنا ڈرتی ہیں تو جبرئیل علیہ السلام تو اللہ تعالیٰ کے مقرب فرشتے ہیں تو پھر انکی بددعا سے کیوں نہیں ڈرتیں؟ اور پھر جبرئیل علیہ السلام کی دعا پر اللہ کے محبوب نے آمین کہہ دیا اب اس بددعا سے ہم کیوں نہ ڈریں؟

آخر آمین کیسے کہہ دی:

اللہ رب العزت کے محبوب نے آخر آمین کیسے کہدی؟ حالانکہ نبی علیہ السلام کی عادتِ مبارکہ تو یہ ہے کہ جب آپ طائف کے سفر پر گئے اور وہاں کے لوگوں نے ایمان قبول نہیں کیا اور انہوں نے بچے پیچھے لگا دئے اور ان بچوں نے نبی علیہ السلام پر پتھر پھینکنے اور آپ کے جسم مبارک سے خون نکل آیا، آپ کے نعلین مبارک بھر گئے، آپ انگور کے باغ میں تھک کر بیٹھ گئے اس وقت اللہ کے فرشتے حاضر ہوتے ہیں کہ اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! انہوں نے آپ کی ناقدری کی ہم فرشتے ہیں پہاڑوں کے، اجازت دیجئے ہم پہاڑ ٹکرا کر درمیان میں ان کو کچل کر رکھ دیں گے، دوسرے فرشتے نے کہا میں ہواؤں کا انچارج ہوں ہم انکی بستی کا نام ونشان مٹا دیں گے، اللہ کے محبوب نے ان کافروں کیلئے بھی بددعا نہ فرمائی بلکہ فرمایا کہ ممکن ہے کہ انکی اولادوں میں سے کوئی ایسا ہو جو دین کو قبول کرنے والا ہو اور یہ کہا [اَللّٰهُمَّ اهْدِ قَوْمِیْ فَاِنَّهُمْ لَایَعْلَمُوْنَ] اللہ میری قوم کو ہدایت دیجئے یہ میرے

مقام کو پہچانتی نہیں ہیں، تو جو نبی رحمت کافروں کیلئے بھی بددعا نہ فرماتے تھے، آخرانہوں نے مؤمنوں کیلئے بددعا پرآمین کیسے کہہ دی؟

اس سے بڑا بدنصیب کون؟

محدثین نے اس کا جواب لکھا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ اللہ رب العزت رمضان میں بندے کو اتنا جلدی آسانی سے معاف کردیتے ہیں، معافی کے بہانے ڈھونڈھتے ہیں، اتنا آسانی سے بندہ مغفرت حاصل کرسکتا ہے کہ جو بندہ غفلت میں پڑا رہے، اللہ کی طرف رجوع ہی نہ کرے، نہ روزہ رکھے، نہ تراویح پڑھے، نہ زندگی میں تبدیلی آئے، رمضان غیر رمضان میں کوئی فرق ہی نہ ہو، ایسا بندہ جو رمضان کی رحمتوں سے بالکل محروم ہو، تو واقعی اس نے اللہ تعالیٰ کی بے قدری کی کہ اللہ تعالیٰ تو اتنا اس کی مغفرت کرنے کو تیار ہے، بہانے بنالیے تھے اس نے رب کی رحمتوں سے ذرا برابر فائدہ نہ اٹھایا تو ایسا بے قدر بندہ واقعی بد بخت نہیں تو اور کیا ہے! اس سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ کے محبوب بھی وہی چاہتے ہیں کہ ہم دعائیں مانگیں اور اپنی مغفرت کروائیں، اب یادرکھنا رمضان کا مہینہ جب ختم ہوگا کچھ لوگ وہ ہونگے جنکی بخشش ہوچکی ہوگی تو رمضان کے بعد انکے لئے عید کا دن ہوگا اور جنکی مغفرت نہ ہوئی تو رمضان کے بعد انکے لئے وعید کا دن ہوگ۔

محبوب کی بددعا لگے گی، جبرئیل علیہ السلام کی بددعا لگے گی، سوچئے تو سہی اپنے ہی عمل ایسے برے ہیں کہ اپنے گناہوں کے پہاڑوں جیسے بوجھ سر پر اکٹھے کر لئے اور اس پر اگر فرشتوں کی بددعا لگے اور اللہ کے محبوب کی بددعا لگے تو پھر ہمارا کیا حال ہوگا اسلئے ہمارے پاس دوسرا کوئی [option] ہی نہیں ہے ایک ہی راستہ ہے کہ رمضان المبارک کے وقت کی قدر کرتے ہوئے، ان محفلوں کی قدر کرتے ہوئے ہم اللہ سے مغفرت مانگیں خیال کیجئے کہ جب آپ یہاں پروگرام کیلئے آتی ہیں، آخری کئی سوعورتیں ہوتی ہیں ان کئی سوعورتوں میں کوئی تو اللہ کی نیک بندی بھی ہوگی، کوئی تو پاک دامنی کی زندگی گزارنے والی ہوگی، کوئی تو

پردہ دار بھی ہوگی کوئی تو اللہ کی پسندیدہ بھی ہوگی، اگر اس نیک بندی کے ہاتھ اٹھے اور اللہ کے حضور اس کی دعا قبول ہوئی تو اللہ تعالیٰ باقی سب کی دعاؤں کو بھی قبول فرمالیں گے۔

میں گنہگار سہی

حدیث پاک میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام نے وعظ فرمایا ایسا وعظ فرمایا وعظا بلیغا بڑا پرتاثیر وعظ تھا کہ صحابہ کرام کے دل پر بڑا اثر ہوا، ایک صحابی اونچی آواز سے رونے لگ گئے، نبی علیہ السلام نے وعظ کے بعد فرمایا کہ انکا رونا اللہ کو اتنا پسند آیا کہ انکی وجہ سے محفل کے جتنے لوگ تھے سب کی مغفرت کردی گئی، سبحان اللہ! اگر ایک کا رونا رب کو پسند آجاتا ہے اللہ تعالیٰ باقی سب کی دعائیں بھی قبول کرلیتے ہیں، تو یہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں دس دن کی صورت میں نعمت عطا فرمائی، آپ باقائدگی سے پابندی سے ان محفلوں میں آیا کریں، یہ بھی دل میں نیت لے کر بیٹھا کریں کہ میں گنہگار سہی، میں خطا کار سہی، میری زبان جھوٹی سہی، مگر میرا رب بڑا کریم ہے اور میرے آقا کی دعائیں ہیں اور ان محفلوں میں کتنی اللہ کی نیک بندیاں ہوگی کہ جن کے عمل اللہ کے یہاں مقبول ہوں گے۔ لہٰذا میں بھی انکے ساتھ دعا مانگوں گی تو پروردگار ان نیکوں کے ساتھ مل کر میری دعاؤں کو قبول فرمالیں گے۔

کتے سے سبق لیں:

کیوں نہیں غور کرتیں کہ اگر اصحاب کہف کا کتا اصحاب کہف کے ساتھ مل جاتا ہے تو اللہ اس کا تذکرہ قرآن میں کردیتے ہیں اور اس سے بھی جنت کا وعدہ فرمالیتے ہیں، اتنی نیک بیبیاں موجود ہیں، اپنے آپ کو بھی یہی سمجھے کہ وہ اصحاب کہف کے مانند ہے تو میں بھی ان اصحاب کہف کے کتے کے مانند آکر بیٹھ گئی ہوں اور میں بھی رب کے سامنے دامن پھیلا تی ہوں کہ اے اللہ! مجھے بھی معاف فرمادیجئے، میرے قصوروں کو معاف فرمادیجئے، تو یقیناً رب کریم کی رحمت ہوگی اللہ تعالیٰ ہمارے قصوروں کو معاف فرمائیں گے۔

ایک کے طفیل گیارہ کی بخشش:

بزرگوں نے ایک بات عجیب لکھی وہ فرماتے ہیں کہ یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹے تھے، ان میں سے ایک یوسف علیہ السلام اور گیارہ دوسرے تھے احد عشر کوکبا جن کو کہا گیا وہ گیارہ بیٹے اور بارھویں یوسف علیہ السلام تھے، تو وہ فرماتے ہیں کہ انکے گیارہ بیٹوں کی مغفرت بارھویں بیٹے یوسف علیہ السلام کی وجہ سے ہوگئی تھی۔

اسی طرح سال کے بارہ مہینہ ہوتے ہیں گیارہ مہینہ کے گناہوں کی مغفرت رمضان المبارک کا وہ مہینہ جو حضرت یوسف علیہ السلام کی مثال ہے اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ فرمادیتے ہیں اس مہینہ سے فائدہ اٹھائیے اور اپنے رب سے گناہوں کی بخشش مانگ لیجئے۔

آپ ﷺ نے فرشتوں سے کیا پوچھا؟

حدیث پاک میں فرمایا کہ قرآن اور رمضان یہ قیامت کے دن شفاعت فرمائیں گے، سبحان اللہ چنانچہ ایک حدیث میں یہ بھی آتا ہے کہ ایک بندہ کو قیامت کے دن فرشتے پیٹ رہے ہونگے، مار رہے ہونگے، نبی علیہ السلام دیکھ کر فرمائیں گے کہ میرے امتی کو کیوں مار رہے ہو؟ فرشتے کہیں گے اسلئے کہ مطالبہ کرنے والا اللہ کا بڑا مقبول ہے چنانچہ نبی علیہ السلام پوچھیں گے کہ کون ہے جس نے مطالبہ کیا؟ بتایا جائیگا کہ رمضان ہے رمضان نے مطالبہ کیا کہ اے اللہ! یہ بندہ میرا اکرام نہیں کرتا تھا اور رمضان آتا بھی تھا تو نہ روزہ رکھتا تھا، نہ تراویح پڑھتا تھا، نبی علیہ السلام فرمائیں گے کہ رمضان نے دعوٰی کیا ایسے بندہ کی شفاعت میں نہیں کرسکتا، اب سوچئے تو سہی اگر رمضان المبارک کا ہم نے ادب نہیں کیا اور اس میں مغفرت نہ کروائی اور قیامت کے دن محبوب نے بھی یہی کہہ دیا کہ تم نے رمضان پایا اور اپنی مغفرت نہ کروئی آج میں تمہارے لئے شفاعت نہیں کرتا پھر ہمارا کیا بنے گا؟

حضرت مریم کے ساتھ جنت میں کون؟

رب کریم ہم پر احسان فرمائیں اور رمضان المبارک کے ان اوقات میں ہماری مغفرت فرمائیں، چنانچہ ایک کتاب میں عجیب بات پڑھی کہ جو عورت رمضان المبارک میں اپنے خاوند کو راضی کر لیتی ہے اللہ تعالیٰ اسکو قیامت کے دن بی بی مریم کی صحبت میں جانے کی توفیق عطا فرمائیں گے، لہٰذا یہ بھی ایک نکتہ کسی کتاب میں پڑھا تھا آپ کی خدمت میں پیش کر دیا رمضان المبارک میں اپنے رب کو بھی منا لیجئے اور اپنے خاوند کو بھی منا لیجئے ان سے اپنی ہر کوتاہی کی معذرت کر لیجئے اور انکے دلوں کو خوش کر لیجئے انکو خوش کر لیا یہ بھی جنت کا ایک دروازہ ہے جو کھل جائے گا۔

حقوق اللہ بھی پورے ہوں، حقوق العباد بھی پورے ہوں، پروردگار ہمیں ان محفلوں میں آنے کی، سننے کی، عمل کی توفیق عطا فرمائیں اور ہمارے گناہوں کو اپنی رحمت سے معاف فرمائیں۔

(ماخوذ از سکون خانہ)

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

اللہ اللہ اللہ

اپنے من میں ڈوب کے پا جا سراغ زندگی
تو اگر میرا نہیں بنتا نہ بن اپنا تو بن

من کی دنیا؟ من کی دنیا سوز و مستی جذب و شوق
تن کی دنیا ؟تن کی دنیا سود و سودا مکر و فن

من کی دولت ہاتھ آتی ہے تو پھر جاتی نہیں
تن کی دولت چھاؤں ہے آتا ہے دھن جاتا ہے دھن

پانی پانی کرگئی مجھ کو قلندر کی یہ بات
جھکا جو تو غیر کے آگے نہ من تیرا نہ تن

اللہ اللہ اللہ

شھر رمضان الذی انزل فیہ القرآن

رمضان المبارک کی برکات

از افادات

محبوب العلماء والصلحاء عارف باللہ
حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی مدظلہ

اقتباس

اہل دل حضرات اس مہینہ میں آرام کو خیر باد کہہ دیا کرتے تھے ہم بھی رمضان المبارک میں آرام کو خیر باد کہہ دیں، ہم سوچیں کہ سال کے گیارہ مہینے اگر ہم اپنی مرضی سے سوتے جاگتے ہیں تو ایک مہینہ ایسا بھی ہو جس میں ہم بہت کم سوئیں، اچھی بات ہے اگر آنکھیں نیند کو ترستی رہیں، اچھی بات ہے اگر جسم کو تھکا دیں، ہاں، کل قیامت کے دن اللہ رب العزت کے حضور یہ عرض کر سکیں گے کہ یا اللہ! زندگی کا ایک مہینہ تو ایسا گزرا تھا کہ آنکھیں نیند کو ترستی تھیں جسم آرام کو ترستا تھا۔

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی
مجددی زید مجدہ

رمضان المبارک کی برکات

الحمد للّٰہ و کفیٰ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ امّا بعد!

اعوذ باللّٰہ من الشیطان الرجیم ○ بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم ○

شھر رمضان الذی انزل فیہ القرآن

سبحان ربك رب العزة عما یصفون وسلام علی المرسلین

والحمد للّٰہ رب العلمین۔

اللّٰھم صل علی سیدنامحمد وعلی اٰل سیدنا محمد وبارك وسلم

اللّٰھم صل علیٰ سیدنا محمد وعلی اٰل سیدنامحمد وبارك وسلم

اللّٰھم صل علیٰ سیدنا محمد وعلیٰ اٰل سیدنا محمد وبارك وسلم

کامیاب انسان:

اللہ جل شانہ نے انسان کو اس دنیا میں اپنی بندگی کے لئے بھیجا ہے، یہ انسان یہاں چندروز کا مہمان ہے، اپنی مہلت اور مدت مکمل ہونے کے بعد اگلے سفر پر روانہ ہوگا خوش نصیب ہے وہ انسان جو یاد الٰہی میں اپناوقت گزارے، جو اللہ رب العزت کی رضا جوئی کے لئے ہر لمحہ بے قرار رہے، جس کا ہر عمل سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق ہو، جس کا ہر کام شریعت مطہرہ کے مطابق ہو، ایسا انسان دنیا میں بھی کامیاب اور آخرت میں بھی کامیاب "فقد فاز فوزاً عظیماً" اس پر صادق آتا ہے۔

فضیلت شعبان:

شعبان کا مہینہ بڑا بابرکت مہینہ ہے، اس لئے کہ یہ رمضان کا مقدمہ ہے، اس کی پندرہ تاریخ کی رات کو شب برأت کہتے ہیں وہ اللہ رب العزت کے ہاں نہایت فضیلت

رکھنے والی رات ہے جس میں انسانوں کے اعمال اللہ رب العزت کے سامنے پیش ہوتے ہیں، آئندہ سال جتنے لوگوں نے فوت ہونا ہوان کی فہرستیں ملک الموت کے حوالے کی جاتی ہیں، جن لوگوں نے زندہ رہنا ہو ان کے لئے رزق کے فیصلے کئے جاتے ہیں، یہ رات احادیث شریفہ کے مطابق بہت مبارک رات ہے۔

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانیؒ اپنے مکتوبات میں فرماتے ہیں کہ جیسے سورج طلوع ہونے سے بہت پہلے صبح کی سفیدی نمودار ہونا شروع ہو جاتی ہے اور آہستہ آہستہ بڑھتی رہتی ہے، حتی کہ پورا سورج نکلنے سے تھوڑی دیر پہلے روشنی ایسے ہی ہوتی ہے جیسے سورج نکل آیا ہو، اسی طرح رمضان المبارک کی برکات پندرہ شعبان کی رات سے شروع ہو جاتی ہیں ان میں روز بروز اضافہ ہوتا رہتا ہے، حتی کہ رمضان المبارک سے دو چار دن پہلے یہ انوارات ایسے ہی ہوتے ہیں گویا کہ رمضان المبارک ہی کے انوارت ہوں پھر جب رمضان المبارک کی پہلی تاریخ آتی ہے تو انوارات کا یہ سورج اپنے رخ تاباں کے ساتھ جلوہ گر ہوتا ہے اور ایمان والوں کے دلوں کو منور کرتا ہے، اسی لئے شعبان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہت کثرت کے ساتھ روزے رکھا کرتے تھے یعنی کئی کئی دن تک روزے رکھتے جنہیں فقہائے کرام نے ''صوم وصال'' کا نام دیا ہے۔

رمضان المبارک میں معمولاتِ نبویؐ:

صحابہ کرامؓ فرماتے ہیں کہ جب بھی رمضان المبارک کا مہینہ آتا تو ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعمال میں تین باتوں کا اضافہ محسوس کرتے۔

پہلی بات:- آپ صلی اللہ علیہ وسلم عبادت میں بہت زیادہ کوشش اور جستجو فرمایا کرتے تھے، حالانکہ آپ کے عام دنوں کی عبادت بھی ایسی تھی کہ ''حتی یتورمت قدماہ'' یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک متورم ہو جایا کرتے تھے تاہم رمضان المبارک میں آپ کی یہ عبادت پہلے سے بھی زیادہ ہو جایا کرتی تھی۔

دوسری بات:- آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ رب العزت کے راستے میں خوب خرچ فرماتے تھے، اپنے ہاتھوں کو بہت کھول دیتے تھے یعنی بہت کھلے دل کے ساتھ صدقہ وخیرات فرمایا کرتے تھے۔

تیسری بات:- آپ صلی اللہ علیہ وسلم مناجات میں بہت ہی زیادہ گریہ وزاری فرمایا کرتے تھے۔

ان تین باتوں میں رمضان المبارک کے اندر تبدیلی معلوم ہوا کرتی تھی، عبادت کے اندر جستجو زیادہ کرنا، اللہ رب العزت کے راستے میں زیادہ خرچ کرنا اور دعاؤں کے اندر گریہ وزاری زیادہ کرنا۔

ہم رمضان المبارک میں ان اعمال کا خصوصی اہتمام کریں، عبادت کے ذریعے اپنے جسم کو تھکائیں، ہمارے جسم دنیا کے کام کاج کیلئے روز تھکتے ہیں زندگی میں کوئی ایسا وقت بھی آئے کہ یہ اللہ کی عبادت کیلئے تھک جایا کریں، کوئی ایسا وقت آئے کہ ہماری آنکھیں نیند کو ترس جائیں اور ہم اپنے آپ کو سمجھائیں کہ اگر تم اللہ کی رضا کیلئے جاگو گے تو قیامت کے دن اللہ رب العزت کا دیدار نصیب ہوگا، یہ آنکھیں آج جاگیں گی تو کل قبر کے اندر میٹھی نیند سوئیں گی۔

موت کے بعد ہے بیدار دلوں کو آرام
نیند بھر کر وہی سویا جو کہ جگا ہوگا

تو یہ جاگنے کا مہینہ آرہا ہے، ہم اپنے آرام میں کمی پیدا کرلیں، یوں سمجھیں کہ یہ مشقت اٹھانے کا مہینہ ہے۔

نیکیوں کا سیزن:

دیکھا گیا ہے کہ جو لوگ تجارت کرتے ہیں انکے کاروباری سیزن آیا کرتے ہیں، جس شخص کا سیزن آجائے وہ اپنی محنت بہت زیادہ کردیتا ہے، وہ اپنی مصروفیات ترک کردیتا

ہے، وہ دوسروں سے معذرت کر لیتا ہے کہ میرا سیزن ہے اسلئے میں زیادہ وقت فارغ نہیں کر سکتا، بلکہ وہ انسان اپنے کھانے پینے کی پرواہ نہیں کرتا، رات کو اسے سونے کی فکر نہیں ہوتی، اسکو ہر وقت یہ غم ہوتا ہے کہ میں کس طرح اس سیزن کو کمالوں، سیزن سے جتنا نفع اٹھا سکتا ہوں میں اٹھالوں تاکہ مجھے زیادہ فائدہ ہو، وہ سوچتا ہے کہ یہ تھوڑے دن کی جستجو ہے، یہ تھوڑے دن کی مشقت ہے اسکے بعد پھر آرام کر لیں گے، اسی طرح رمضان المبارک نیکیاں کمانے کا سیزن ہے، جو لوگ اپنے گناہوں کو معاف کروانا چاہتے ہیں، اللہ رب العزت کا قرب حاصل کرنا چاہتے ہیں، اللہ جل شانہ کی معیت کے حصول کیلئے بے قرار رہنے والے ہیں، ان کیلئے یہ مہینہ ایک سیزن ہے، بلکہ روزہ دار کی آنکھیں بھی روزہ دار ہوں، زبان بھی روزہ دار ہو، کان بھی روزہ دار ہوں، شرمگاہ بھی روزہ دار ہو، دل ودماغ بھی روزہ دار ہوں...... جب اس طرح ہم سر کے بالوں سے لیکر پاؤں کے ناخنوں تک روزہ دار بن جائیں گے تو افطار کے وقت جب دامن پھیلائیں گے اللہ رب العزت ہماری دعاؤں کو قبول فرمائیں گے۔

جنت کی آرائش:

رمضان المبارک کا مہینہ عجیب برکات کے نزول کا مہینہ ہے، یوں لگتا ہے کہ برکات کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، حدیث پاک میں آتا ہے کہ رمضان المبارک کے آنے سے پہلے جنت کو خوشبوؤں کی دھونی دی جاتی ہے جنت کو ایمان والوں کے لئے سجایا جاتا ہے اور جب پہلی رمضان کا وقت ہوتا ہے تو اللہ رب العزت جنت کے دروازوں کو کھول دیتے ہیں، فرشتوں کو فرماتے ہیں کہ آج کے دن جنت کے دروازے ایمان والوں کے لئے کھول دیئے جائیں، گویا ایمان والوں کے لئے جنت اس طرح سجائی جاتی ہے جیسے دولہا کی خاطر دلہن کو سجاتے ہیں۔

روزہ دار کی فضیلت:

اس مہینہ کی برکات اتنی زیادہ ہیں کہ جب کوئی آدمی روزہ رکھتا ہے تو اس روزہ دار کی بخشش کے لئے ہواؤں میں پرندے، بلوں میں چیونٹیاں اور پانی میں مچھلیاں دعائیں کیا کرتی ہیں اور جب روزہ دار آدمی دعائیں کرتا ہے تو اللہ کے فرشتے اس کی دعاؤں پر لبیک اور آمین کہا کرتے ہیں...... اتنا بابرکت مہینہ ہے کہ اس کے ایک ایک لمحہ کی برکت پانے والے ولی بنتے ہیں اور ابدال بنا کرتے ہیں، اگر ہم ان برکات سے فائدہ اٹھا سکیں تو ہمیں بھی اللہ جل شانہ کی معرفت نصیب ہو جائے۔

سنہری موقع (Golden Chance):

رمضان المبارک ایمان والوں کے لئے بہار کا مہینہ ہوتا ہے، جس طرح بہار کے مہینے میں ہر طرف خوشبو ہوا کرتی ہے، درخت بھرے ہوتے ہیں، پھول کھلے ہوئے ہوتے ہیں، باغوں میں جائیں تو فضا مہکی مہکی ہوتی ہے، کیوں؟...... ہر بندہ کہے گا جی بہار کا مہینہ ہے، ہر طرف سبزہ دکھائی دے گا، ہر طرف خوشبوئیں ہوں گی، فضا خوشبوؤں سے بھری ہوئی اور لدی ہوئی ہوگی، اسلئے کہ وہ بہار کا مہینہ ہوتا ہے، اسی طرح رمضان المبارک اللہ جل شانہ کی رحمت کا مہینہ ہے، اس کی صبح میں رحمت، اس کی شام میں رحمت، اس کے تہجد کے اوقات میں رحمت، جو انسان اپنے گناہوں کو بخشوانا چاہے اور اللہ رب العزت کو راضی کرنا چاہے اس کے لئے یہ سنہری موقع ہے، شاید گولڈن چانس (Golden Chance) یا سنہری موقع کا لفظ اسی مقصد کے لئے بنایا گیا ہو کیونکہ یہ لفظ اس موقع پر بالکل فٹ آتا ہے۔

سلف صالحین کے واقعات:

سلف صالحین اس مہینہ کی برکات سے کیسے فیض یاب ہوتے تھے، اسکی چند

مثالیں عرض کی جاتی ہیں، تاکہ ہمیں بھی اندازہ ہو جائے کہ ہمارے اسلاف یہ مہینہ کیسے گزارتے تھے۔

امام اعظم ابوحنیفہؒ کا معمول:

امام اعظم ابوحنیفہؒ کے حالات زندگی میں لکھا ہے کہ آپ رمضان المبارک میں تریسٹھ مرتبہ قرآن پاک کی تلاوت کیا کرتے تھے، ایک قرآن پاک دن میں پڑھتے تھے، ایک قرآن پاک رات میں پڑھتے تھے اور تین قرآن پاک تراویح میں سنا کرتے تھے...... رمضان المبارک میں تریسٹھ قرآن پاک...... ساٹھ قرآن پاک دن اور رات میں اور تین قرآن پاک تراویح کی نماز میں...... اللہ اکبر!

حضرت رائے پوریؒ کا معمول:

حضرت رائے پوریؒ کے معمولات میں لکھا ہے کہ جب ۲۹ر شعبان کا دن ہوتا تھا تو اپنے مریدین و متوسلین کو جمع فرمالیتے اور سب کو مل لیتے اور فرماتے کہ بھئی! اگر زندگی رہی تو اب رمضان المبارک کے بعد ملاقات ہوگی اور اپنے ایک خادم کو بلاتے اور اسے ایک بوری دے دیتے اور فرماتے کہ رمضان المبارک میں جتنے خطوط آئیں وہ سب اس بوری میں ڈال دینا، زندگی رہی تو رمضان المبارک کے بعد ان کو کھول کر پڑھیں گے، رمضان المبارک میں ڈاک نہیں دیکھا کرتے تھے کہ یہ مہینہ بس میں نے اپنے لئے مخصوص کرلیا ہے، اگر زندگی رہی تو اس کے بعد پھر دوستوں سے ملاقات ہوگی، آپ کے یہاں پورا رمضان المبارک اعتکاف کی حالت میں گزارنے کا معمول تھا، ۲۹ر شعبان کے دن جو شخص آپ کی مسجد میں بستر لے کر جاتا اس کو مسجد میں بستر لگانے کی جگہ نہیں ملا کرتی تھی، دور دراز سے لوگ رمضان المبارک کا مہینہ وہاں گزارنے کے لئے آتے تھے اور پورا رمضان المبارک عبادت اور یاد الٰہی میں گزار دیا کرتے تھے۔

رمضان المبارک کے بارے میں حضرت مجدد الف ثانیؒ کا فرمان:

امام ربانی مجدد الف ثانیؒ جو ہمارے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے سرخیل امام ہیں وہ اپنے مکتوبات میں رمضان المبارک کی بڑی فضیلت بیان فرماتے ہیں کہ رمضان المبارک کے مہینہ میں اتنی برکات کا نزول ہوتا ہے کہ بقیہ پورے سال کی برکتوں کو رمضان المبارک کی برکتوں کے ساتھ وہ نسبت بھی نہیں جو قطرے کو سمندر کے ساتھ ہوتی ہے، فرماتے ہیں کہ اسی لئے اللہ جل شانہ نے اپنا قرآن اسی مہینے میں نازل فرمایا بلکہ جتنی بھی آسمانی کتابیں نازل ہوئیں سب کی سب رمضان المبارک میں نازل کی گئیں، کوئی چار رمضان المبارک کو، کوئی ستائیس رمضان المبارک کو، اللہ اکبر، اس مہینے کو اللہ کے کلام سے بہت زیادہ مناسبت ہے لہذا اس مہینہ میں قرآن پاک کی تلاوت خوب کرنی چاہئے۔

اجر و ثواب میں اضافہ:

رمضان المبارک میں روزہ دار کی عبادت کے اجر کو بڑھا دیا جاتا ہے اگر نفل کرے گا تو فرض کے برابر اجر دیا جائے گا اور اگر ایک فرض پورا کرے گا تو ستر فرضوں کے برابر اس کو اجر عطا فرمایا جائے گا۔

تین عشروں کی فضیلت:

یہ برکات کا مہینہ اللہ جل شانہ کی رحمت، مغفرت کا مہینہ ہے حدیث پاک میں فرمایا گیا "اولھا رحمة" اسکے پہلے دس دن رحمت کے لئے ہیں "اوسطھا مغفرة" درمیان کے دس دن مغفرت کے ہیں، "واخرھا عتق من النار" اور آخر کے دس دن آگ سے آزادی کے ہیں۔

اللہ کی رحمت بہانے ڈھونڈتی ہے:

مدینہ طیبہ کے قریب ایک قبیلہ بنی کلب نامی رہتا تھا جو بھیڑ بکریاں پالنے میں بڑا مشہور تھا، اس قبیلے کے ایک گھر والوں کے پاس کئی کئی سو اور کئی کئی ہزار بھیڑیں بکریاں ہوتی تھیں، حدیث پاک کا مفہوم ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قبیلے کا نام لے کر کہا کہ رمضان المبارک کی ایک رات میں اللہ جل شانہ اس قبیلے کے بھیڑیں اور بکریوں کے بالوں کے برابر جہنمی جہنم سے بری فرما دیتے ہیں، اللہ اکبر۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ اللہ جل شانہ کی رحمت اپنے بندوں کے گناہوں کو بخشنے کے لئے اس وقت بہانے ڈھونڈ رہی ہوتی ہے۔

ع رحمت حق بہانہ می جوید

''بہا'' فارسی زبان کا لفظ ہے اس کا مطلب ہے ''قیمت'' پنجابی میں ہم اسکو ''بھا'' کہہ دیتے ہیں اردو میں ''بھاؤ'' کہتے ہیں کہ فلاں چیز کا بھاؤ کیا ہے، فارسی میں یہ لفظ ''بہا'' ہے بیش بہا یعنی بیش قیمت۔ فرمایا:

''رحمت حق ''بہا'' نہ می جوید''
یعنی اللہ کی رحمت قیمت نہیں مانگتی۔

''رحمت حق ''بہانہ'' می جوید''
بلکہ اللہ کی رحمت تو بہانہ مانگتی ہے۔

عبادت میں رکاوٹ:

خالق ارض وسماء رمضان المبارک کے مہینہ میں اپنے بندوں کے لئے مغفرت کے دروازے کھول دیتے ہیں، بڑے بڑے شیاطین کو قید کر دیا جاتا ہے، پھر بھی انسان عبادت نہ کرے تو رکاوٹ کونسی چیز بنی؟ انسان کا اپنا نفس بنا، اپنے نفس کو سمجھائیں بہت عرصہ غفلت میں گزار بیٹھے، اس مہینہ میں کمانے کی ضرورت ہے۔

بزرگی کا معیار:

سلف صالحین کے حالات زندگی میں لکھا ہے کہ جب وہ کسی کی بزرگی کا تذکرہ کرتے تو یوں کہتے کہ فلاں آدمی تو بہت بزرگ آدمی ہے اور دلیل یہ دیتے تھے کہ اس نے تو اپنی زندگی کے اتنے رمضان گزارے ہیں، ان کے نزدیک بزرگی کا یہ پیمانہ تھا، بزرگی اور ترقی درجات کا اندازہ لگانے کا یہ معیار تھا کہ فلاں انسان زندگی کے اتنے رمضان گزار چکا اب اس کے درجے کو تو ہم نہیں پہنچ سکتے۔ اللہ اکبر

جنت کی سیل (SALE):

بازاروں میں بعض چیزوں کی سیل لگتی ہے، پاکستان میں بھی سیل لگنے کا رواج بڑھ رہا ہے کہ فلاں جگہ جوتوں کی سیل لگ گئی ہے، جب سیل لگ جاتی ہے تو بیش قیمت جوتے سستے داموں میں مل جایا کرتے ہیں، کیوں؟ جی، سیل جو لگ گئی، ایک عام دستور ہے کہ جب کسی چیز کی سیل لگ جائے تو بیش قیمت چیز کم داموں میں مل جایا کرتی ہے، قرآن وحدیث کا مطالعہ کیا جائے تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ اللہ جل شانہ رمضان المبارک میں جنت کی سیل لگا دیتے ہیں تو پھر انسان کیوں نہ حاصل کرے، حالانکہ اللہ رب العزت خود فرماتے ہیں "واللّٰہ یدعو الی دار السلام" اللہ تعالیٰ تمہیں سلامتی والے گھر کی طرف بلاتا ہے" تو ہم کیوں نہ اس سے اس کی رحمتوں کو مانگیں "اللّٰھم انا نسئلك الجنة ونعوذبك من النار" اے اللہ ہم آپ سے جنت مانگتے ہیں اور جہنم سے پناہ چاہتے ہیں۔

حضرت مولانا محمد زکریاؒ کا معمول:

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ اپنے بارے میں فرماتے تھے "میں اکابرین ہی کے نقش قدم پر رمضان المبارک یکسوئی کے ساتھ عبادت میں گزارا کرتا تھا، میرا معمول تھا کہ

میں سارا دن قرآن پاک کی تلاوت میں لگا رہتا، کچھ وقت نوافل وغیرہ میں گزرتا، میرا ایک دوست جو کسی دوسرے محلے میں رہتا تھا وہ رمضان المبارک میں ملنے آیا، اسے میرے معمولات کا اندازہ نہیں تھا، اس نے سلام کیا، میں نے سلام کا جواب دیا پھر اپنے کمرے میں آکر تلاوت شروع کر دی وہ بھی میرے پیچھے پیچھے کمرے میں آگیا، وہ انتظار میں بیٹھا رہا، میں تلاوت کرتا رہا، حتی کہ عصر کا وقت ہو گیا، عصر کی اذان ہوئی تو میں پھر نماز کے لئے کھڑا ہوا، ہم دونوں نے آکر نماز پڑھی، نماز کے بعد فارغ ہوتے ہی میں سیدھا اپنی جگہ پر آکر بیٹھ گیا اور تلاوت شروع کر دی، وہ پھر کمرے میں آیا (وہ دوست تھا بچپن کا، بڑا بے تکلف دوست تھا) اس نے کمرے میں آکر دیکھا تو میں پھر تلاوت شروع کر بیٹھا تھا وہ تھوڑی دیر انتظار کرتا رہا پھر کہنے لگا "بھئی! رمضان المبارک تو ہمارے پاس بھی آوے مگر یوں بخار کی طرح نہیں آوے"۔

یعنی اس کا اندازہ تھا کہ ان پر تو رمضان یوں آتا ہے جیسے کسی کو بخار چڑھ جاتا ہے، اور فرماتے تھے کہ واقعی مجھے پورا مہینہ جذبہ رہتا تھا۔ واللہ اعلم

حضرت شیخ الہندؒ کا معمول:

حضرت شیخ الہندؒ مولانا محمود حسنؒ کی نماز تراویح اس وقت ختم ہوتی جب سحری کا وقت ہو جاتا تھا، چنانچہ تراویح ختم کرتے ہی سحری کھاتے اور ساتھ ہی فجر کی نماز کیلئے تیار ہو جاتے تھے، ساری رات عبادت میں گزار دیتے ایک مرتبہ کئی دن مسلسل مجاہدے میں گزر گئے تو گھر کی مستورات نے محسوس کیا کہ حضرتؒ کی طبیعت میں نقاہت اور کمزوری ہے ایسا نہ ہو کہ طبیعت زیادہ خراب ہو جائے تو انہوں نے منت سماجت کی کہ حضرت! آپ درمیان میں ایک رات وقفہ کر لیں طبیعت کو کچھ آرام مل جائے گا، پھر دس پندرہ دن گزر جائیں گے لیکن حضرت فرمانے لگے کہ معلوم نہیں آئندہ رمضان کون دیکھے گا اور کون

نہیں دیکھے گا، گھر کی مستورات نے کسی بچے کے ذریعہ قاری کو پیغام بھیجوایا کہ ''قاری صاحب! آپ کسی رات بہانہ کردیں کہ میں تھکا ہوں، آرام کرنے کو جی چاہتا ہے'' (حضرتؒ کی عادت شریفہ تھی کہ دوسروں کے عذر بڑی جلدی قبول کرلیا کرتے تھے) قاری صاحب نے کہا بہت اچھا کہ وہ میرے شیخ ومرشد ہیں ان پر اس وقت کمزوری اور ضعف غالب ہے تو چلو آج کی رات ذرا آرام میں گزرے گی، قاری صاحب تراویح پڑھانے کیلئے آئے تو کہنے لگے کہ حضرت! آج میری طبیعت بہت تھکی ہوئی ہے اسلئے آج میں زیادہ تلاوت نہیں کرسکوں گا، حضرتؒ نے فرمایا ہاں بہت اچھا، آپ بالکل تھوڑی سی تلاوت کریں، قاری صاحب نے ایک دو پارے سنا کر اپنی تراویح مکمل کردی تو حضرتؒ نے فرمایا: قاری صاحب! آپ تھکے ہوئے ہیں اب آپ گھر نہ جایئے بلکہ یہیں میرے بستر پر سوجائیں، قاری صاحب کو مجبوراً تعمیل کرنا پڑی، حضرت کے بستر پر لیٹ گئے حضرت نے فرمایا قاری صاحب! آپ بالکل آرام کریں اور سوجائیں، پھر لائٹ بجھا دی اور کواڑ بند کردیئے، قاری صاحب فرماتے ہیں کہ جب تھوڑی دیر کے بعد میری آنکھ کھلی تو میں نے دیکھا کہ کوئی بندہ میرے پاؤں دبا رہا ہے، مٹھی چاپی کررہا ہے، میں حیران ہوکر اٹھ بیٹھا جب قریب ہوکر دیکھا تو میری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ میرے پیرومرشد حضرت شیخ الہندؒ اندھیرے میں بیٹھے میرے پاؤں دبا رہے ہیں، میں نے کہا، حضرت! آپ نے یہ کیا کیا؟ فرمانے لگے کہ قاری صاحب! آپ نے خود ہی تو کہا تھا کہ میں تھکا ہوا ہوں تو میں نے سوچا کہ چلو میں آپ کے پاؤں دبا دیتا ہوں، آپ کو کچھ آرام مل جائیگا، قاری صاحب کہنے لگے حضرت! اگر آپ نے رات جاگ کر ہی گزارنی ہے تو چلیں میں قرآن سناتا ہوں، آپ قرآن ہی سنتے رہیں رات یوں بسر ہوجائیگی، چنانچہ قاری صاحب پھر مصلے پر آگئے، انہوں نے قرآن پڑھنا شروع کردیا، حضرت نے قرآن سننا شروع کردیا......اللہ اکبر!

اللہ کو راضی کرنے کا طریقہ:

سلف صالحین اللہ جل شانہ کو راضی کرنے کے لئے یوں عبادت کیا کرتے تھے، جیسے کوئی کسی روٹھے ہوئے کو مناتا ہے، سبحان اللہ! روٹھے ہوئے رب کو مناتے تھے، اگر کوئی غلام بھاگ جائے اور پھر پکڑا جائے تو وہ اپنے مالک کے سامنے آتا ہے تو کیا کرتا ہے؟ وہ اپنے مالک کے سامنے آکر ہاتھ جوڑ دیتا ہے، اپنے مالک کے پاؤں پکڑ لیتا ہے اور کہتا ہے میرے مالک آپ درگزر کردیں، آئندہ میں احتیاط کروں گا، میرے دوستو! رمضان المبارک میں ہم اللہ رب العزت کے سامنے اسی طرح اپنے ہاتھ جوڑ دیں، سربسجود ہو جائیں اور عرض کریں کہ اے اللہ! ہم نادم ہیں، شرمندہ ہیں، جو کوتاہیاں اب تک کر بیٹھے ہیں ان کو تو معاف کردے، آئندہ زندگی ہم تقویٰ اور پرہیزگاری کے ساتھ گزارنے کی کوشش کریں گے۔

آرام وسکون:

اہل دل حضرات اس مہینہ میں آرام کو خیر باد کہہ دیا کرتے تھے ہم بھی رمضان المبارک میں آرام کو خیر باد کہہ دیں، ہم سوچیں کہ سال کے گیارہ مہینے اگر ہم اپنی مرضی سے سوتے جاگتے ہیں تو ایک مہینہ ایسا بھی ہو جس میں ہم بہت کم سوئیں، اچھی بات ہے اگر آنکھیں نیند کو ترستی رہیں، اچھی بات ہے اگر جسم کو تھکا دیں، ہاں، کل قیامت کے دن اللہ رب العزت کے حضور یہ عرض کرسکیں گے کہ یا اللہ! زندگی کا ایک مہینہ تو ایسا گزرا تھا کہ آنکھیں نیند کو ترستی تھیں جسم آرام کو ترستا تھا۔

ہماری تن آسانی:

ہمارے لئے ایک قرآن پاک تراویح میں سننا مشکل ہوتا ہے، بعض لوگ کہتے ہیں جی! فلاں مسجد میں جانا ہے، کیوں؟ جی! وہاں 30 منٹ میں تراویح ہو جاتی ہیں، فلاں جگہ

25 منٹ میں ہو جاتی ہے، ہم مسجدیں ڈھونڈتے پھرتے ہیں کہ کہاں ہم پانچ منٹ پہلے فارغ ہو سکتے ہیں، ہماری تن آسانی کا یہ حال ہے۔

مستورات کا قرآن سے لگاؤ:

حضرت شیخ الہندؒ کے ہاں مستورات بھی تراویح میں قرآن پاک سنا کرتی تھی، آپ کے صاحبزادے قرآن پاک سناتے تھے اور پردے کے پیچھے گھر کی مستورات اور بعض دوسری عورتیں جماعت میں شریک ہو جایا کرتی تھیں، ایک دن حضرت کے صاحبزادے بیمار ہو گئے تو حضرت نے کسی اور قاری صاحب کو بھیج دیا، قاری صاحب نے تراویح میں چار پارے پڑھے، جب سحری کے وقت حضرت گھر تشریف لے گئے تو گھر کی عورتیں بڑی ناراض ہوئیں، کہنے لگیں، حضرت! آج آپ نے کس قاری صاحب کو بھیج دیا، اس نے تو بس ہماری تراویح خراب کر دی، پوچھا کیوں کیا ہوا؟ کہنے لگیں پتہ نہیں اسکو کیا جلدی تھی بس اس نے چار پارے پڑھے اور بھاگ گئے، پھر پتہ چلا کہ یہ عورتیں رمضان المبارک میں تراویح کی نماز میں سات قرآن پاک سنا کرتی تھیں، جی ہاں، کئی خانقاہوں پر تین قرآن پاک تراویح میں پڑھنے کا معمول رہا ہے، کئی خانقاہوں پر پورا رمضان المبارک اعتکاف کرنے کا معمول رہا ہے، ہمارے سلف صالحین یوں مجاہدہ کیا کرتے تھے یہ رمضان لمبارک کمانے کا مہینہ ہے اپنے جسم کو تھکانے کا مہینہ ہے۔

محنت کرنے کا مہینہ:

میرے دوستو! بقیہ سال تہجد میں جاگنا ہم جیسے کمزور لوگوں کے لئے تو مشکل ہوتا ہے، چلو رمضان المبارک میں روزہ رکھنے کے لئے جاگ ہی جاتے ہیں تو پھر اس میں چند رکعت نفل بھی پڑھ لیا کریں، دن کے اوقات میں ہم قرآن پاک کی تلاوت میں وقت گزار دیا کریں، ایک مہینہ غیبت چھوڑ دیں لایعنی چھوڑ دیں، دوستوں کے ساتھ ایک ایک دو دو

گھنٹے کی ملاقاتیں چھوڑ دیں، ہم سب سے اجنبی بن جائیں ہم کہیں کہ یہ مہینہ تو اپنی ذات کے لئے محنت کرنے کا مہینہ ہے، کمانے کا مہینہ اس کو کمالیں جتنا کما سکتے ہیں۔

ہماری سستی کا حل:

سلف صالحین جب قیامت کے دن اللہ رب العزت کے سامنے بڑے بڑے اعمال پیش کریں گے کوئی چالیس سال عشاء کے وضو سے فجر کی نماز پیش کرے گا، کوئی زندگی کی اتنی عبادت پیش کرے گا، اس وقت ہمیں ندامت ہوگی، کاش ہمارے عمل اس قابل ہوں کہ ہم اس وقت اللہ رب العزت کے سامنے رمضان المبارک کے روزے، اس کی تلاوت اور اس کی عبادت پیش کرسکیں اور کہیں کہ یا اللہ! ہم کمزور تھے گیارہ ماہ سستی کا شکار رہے، کچھ نہ کرسکے، ایک مہینہ ایسا تھا کہ جس میں ہم نے تیری رضا کے لئے پوری کوشش کی تو اسے قبول کرلے۔

میری قسمت سے الٰہی پائیں یہ رنگ قبول
پھول کچھ میں نے چنے ہیں ان کے دامن کیلئے

حضرت یوسفؑ سے بوڑھی عورت کی محبت کا واقعہ:

حضرت یوسف علیہ السلام کی خریداری کے لئے ایک بوڑھی عورت ''دھاگے کی انٹی'' لے کر چل پڑی تھی، کسی نے پوچھا کہ اماں تم کہاں جارہی ہو؟ کہنے لگی یوسفؑ کو خریدنے جارہی ہوں، اس نے کہا اماں! ان کو خریدنے کے لئے تو بڑے بڑے امیر آئے ہوئے ہیں، وقت کے بڑے بڑے نواب آئے ہوئے ہیں، امراء آئے ہوئے ہیں، تو یوسفؑ کو کیسے خرید سکے گی، کہنے لگی کہ میرا دل بھی جانتا ہے کہ یوسفؑ کو میں خرید نہیں سکوں گی، لیکن میرے دل میں ایک بات ہے، وہ کہنے لگا کونسی بات؟ کہنے لگی کل قیامت کے دن جب اللہ رب العزت کہیں گے کہ میرے یوسفؑ کو خریدنے والے کہاں ہیں تو میں بھی

یوسفؑ کے خریداروں میں شامل ہوسکوں گی، اسی طرح میرے دوستو! جب اللہ جل شانہ کے سامنے ہمارے سلف صالحین اپنی زندگی کی اتنی اتنی عبادتیں پیش کریں گے تو ہم زندگی کا ایک مہینہ ہی پیش کردیں کہ یا اللہ! اور کچھ نہ کرسکے ایک مہینہ کوشش کی تھی، تو اسی کو قبول فرمالے۔

حضرت ابراہیمؑ سے پرندہ کی محبت:

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا، تو اس آگ کے شعلے اتنے بلند تھے کہ وہ آگ چالیس دن تک جلتی رہی، کوئی آگ کے قریب نہیں جاسکتا تھا، اس وقت ایک چھوٹا سا پرندہ چونچ میں پانی لے جاکر اس آگ کے اوپر ڈالتا تھا، کسی دوسرے پرندے نے اس سے کہا کہ بھئی! تیرے اس پانی ڈالنے سے آگ تو نہیں بجھ سکے گی، کہنے لگا، یہ تو میں بھی جانتا ہوں آگ نہیں بجھ سکے گی، لیکن میں نے ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی دوستی کا حق ادا کرنا ہے۔

نجات کی صورت:

میرے دوستو! جانتے تو ہم سب ہیں کہ ہمارے گناہ زیادہ ہیں، کوششیں تھوڑی ہیں، لیکن دامن پھیلانے والی بات ہے، ہم رمضان المبارک کو اللہ تعالیٰ کی رحمتیں مانگتے ہوئے گزاردیں، کسی دنیا دار کا دروازہ کوئی آدمی ایک مہینہ کھٹکھٹاتا رہے تو وہ دنیا دار بھی دروازہ کھول دیتا ہے، ہم تو رب العالمین کا دروازہ کھٹکھائیں گے، جب ہم پورے خلوص کے ساتھ اپنے گناہوں کی معافی مانگیں گے تو یقیناً اس کی رحمت جوش میں آئے گی اور ہمارے لئے مغفرت کا پیغام لائے گی، ہماری نجات کا دارومدار تو محبوب حقیقی کی ایک نگاہ بلکہ نیم نگاہ پر موقوف ہے "وما ذلك على الله بعزيز" اللہ رب العزت ہمیں اپنی رحمت سے خصوصی حصہ نصیب فرمادے۔ (آمین) (خطبات ذوالفقار)

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

اللہ کو اپنا بنالو

اللہ کو اپنا بنالو اللہ کو دل میں بسالو
اللہ کو دل میں بسا لو اللہ سے لو لگا لو
یہ زندگی ایک مہلت ہے روٹھے ہوئے رب کو منا لو
اب سب رشتوں کو چھوڑو اللہ سے رشتہ جوڑو
ہر غیر سے ہٹ کٹ کے اللہ سے لو لگا لو
اللہ سے غفلت کیسی ؟ اللہ سے دوری کیسی ؟
اب سب وردوں کو چھوڑو اللہ کو ورد کو بنالو
اللہ کو اپنا بنا لو اللہ کو اپنا بنالو

اللہ اللہ اللہ

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ

روزے کیوں فرض کئے گئے

از افادات

محبوب العلماء والصلحاء عارف باللہ

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی مدظلہ

اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ

اقتباس

ڈاکٹروں نے یہ تحقیق کی ہے کہ ایک مہینہ کے روزہ رکھنے سے بہت سی بیماریاں انسان کے جسم سے خود بخود دور ہو جاتی ہیں، روزوں کا جسمانی طور پر بھی فائدہ ہے اور روحانی طور پر بھی، کئی بندے وہ بھی ہوتے ہیں کہ جن کے گھر کا غسل خانہ غریب آدمی کے گھر سے بھی زیادہ مہنگا ہوتا ہے، پورا سال وہ اپنی مرضی سے کھاتے پیتے ہیں، اگر رمضان المبارک کے روزے نہ ہوتے تو ہو سکتا ہے انہیں یہ پتہ ہی نہ چلتا کہ جو غریب آدمی اپنے گھر میں بچوں کے ساتھ بھوکا ہے اسکے ساتھ کیا گزرتی ہے؟ اللہ تعالیٰ نے روزے فرض کر کے ہمارے اوپر احسان کیا، انسان جب سارا دن نہ کچھ کھائے، نہ پیئے، تب خیال آتا ہے کہ جو بھوکا رہتا ہوگا اس کا کیا حال ہوتا ہوگا۔

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی

مجددی زید مجدہ

روزے کیوں فرض کئے گئے

الحمد للّٰہ و کفیٰ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ امّا بعد!

اعوذ باللّٰہ من الشیطان الرجیم۔

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم۔

یاایھا الذین امنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون۔

سبحان ربک رب العزۃ عما یصفون وسلام علی المرسلین والحمد للّٰہ رب العلمین۔

اللّٰھم صل علی سیدنامحمد وعلی اٰل سیدنا محمد وبارک وسلم

اللّٰھم صل علٰی سیدنا محمد وعلی اٰل سیدنامحمد وبارک وسلم

اللّٰھم صل علٰی سیدنا محمد وعلٰی اٰل سیدنا محمد وبارک وسلم

روزے کیوں فرض کئے گئے؟

اس آیت کریمہ میں روزوں کا فلسفہ اور حکمت بیان کی گئی ہے کہ روزوں کو کیوں فرض کیا گیا؟ سوچنے کی بات ہے اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو سزا تو نہیں دینا چاہتے، یا اللہ تعالیٰ اس بات پر خوش تو نہیں ہوتے کہ میرے بندے بھوکے پیاسے رہیں، بندوں کو بھوکے رکھ کر اسے کوئی فائدہ تو نہیں ہوتا، کیوں ارشاد فرمایا گیا کہ تم روزے رکھو؟ معلوم یہ ہوتا ہے اس میں ہمارا اپنا ہی فائدہ ہے، بتلایا گیا کہ اس لئے فرض کئے گئے کہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔

روزے کا فلسفہ وحکمت:

روزے کا فلسفہ اور حکمت کیا ہے؟ وہ یہ ہے کہ انسان کے اندر تقویٰ اور پرہیزگاری پیدا ہو جائے، ایک صحابیؓ حضرت ابی بن کعبؓ سے کسی صحابیؓ نے پوچھا تقویٰ کیا ہے؟ فرمایا کبھی خاردار راستہ سے گزرے ہو؟ کہا کئی دفعہ گزرا ہوں، کیسے گزرتے ہو؟ کہا حضرت بڑا بچ بچا کر سمٹ سمٹا کر کہ کہیں میرا دامن الجھ نہ جائے، فرمایا اسی کا نام تقویٰ ہے کہ اے انسان! تو ایسے سنبھل کے زندگی گزار کہ تیرا دامن کسی گناہ میں آلودہ نہ ہو جائے اسی کو تقویٰ اور پرہیزگاری کہتے ہیں، روزہ صرف بھوکا پیاسا رہنے کا نام نہیں یعنی صرف کھانے اور پینے کا ہی روزہ نہیں ہوتا، آنکھ کا بھی روزہ ہوتا ہے، زبان کا بھی روزہ ہوتا ہے، کان کا بھی روزہ ہوتا ہے، دل ودماغ کا بھی روزہ ہوتا ہے، روزہ دار انسان تو سر سے لے کر پاؤں تک روزہ دار ہوتا ہے۔

روزے کا کمال:

روزے کا کمال نصیب ہی تب ہوتا ہے جب انسان سارے کا سارا روزہ دار ہو، اسی لئے حدیث پاک میں آتا ہے کہ بعض روزہ دار ایسے ہیں، جنہیں بھوکا پیاسا رہنے کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا، کیوں؟ روزہ تو رکھا، لیکن دوسرے کی غیبت کی، روزہ تو رکھا لیکن جھوٹ بولا، روزہ تو رکھا لیکن دوسرے کو دھوکہ دیا، روزہ تو رکھا لیکن دوسرے کے حق کو پامال کیا، جب روزہ رکھ کر ایسا کیا تو گویا روزے کا ثواب جاتا رہا، اسی لئے حدیث پاک میں آتا ہے کتنے بندے ایسے ہیں جنہیں روزے سے بھوکا پیاسا رہنے کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

روزے کے آداب:

روزے کے کچھ آداب ہیں، ایک ہم جیسے عوام الناس کا روزہ ہے، وہ تو یہ کے کھانے پینے سے پرہیز کریں، ایک ہے خواص کا روزہ اور وہ یہ ہے کہ جس طرح کھانے پینے

سے پرہیز کریں اس طرح دوسرے تمام گناہوں سے پوری طرح پرہیز کرے، مثلاً آنکھ کے گناہ سے پرہیز، کان کے گناہ سے پرہیز، زبان کے گناہ سے پرہیز، گویا روزہ کی حالت میں گناہوں سے بچیں۔

زیادہ روزہ لگنے کی وجوہات:

عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ جو آدمی پرہیز گاری کے ساتھ روزہ رکھتا ہے، اسے بھوک پیاس بہت کم محسوس ہوتی ہے اور زیادہ بھوک پیاس اسی کو لگتی ہے جو بدپرہیزیاں کرتا ہے۔

غیبت سے پرہیز:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور کی بات ہے یہ واقعات اسلئے پیش آئے کہ ہم جیسوں کے لئے آئندہ مثال بن سکیں، دو عورتوں نے روزہ رکھا اور روزہ ان کو اتنا لگا کہ وہ مرنے کے قریب ہوگئیں، یہ بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی گئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انہیں کہیں کہ کلی کریں، دونوں کو کہا گیا کہ کلی کریں، چنانچہ ان کے منہ سے گوشت کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے نکلے، وہ حیران کہ ہم نے کچھ نہیں کھایا پیا، یہ کیا ہوا؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلایا کہ یہ دراصل روزہ رکھ کر دوسروں کی غیبت کرتی رہیں اور غیبت کرنا ایسا ہی ہے جیسے کسی مردار کا گوشت کھانا، اللہ تعالیٰ نے عبرت بنا دیا تاکہ لوگ نصیحت حاصل کریں۔

ایمان کیلئے ڈھال:

فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر روزہ دار سے کوئی بندہ جھگڑا یا زیادتی بھی کرے تو یہ کہہ دے کہ میں روزہ دار ہوں، یوں پرہیز گاری کے ساتھ روزہ رکھے گا تو ایمان کے لئے ڈھال بن جائے گا، یہ روزہ اللہ کے سامنے سرخروئی کا ذریعہ بن جائے گا۔

روزوں کا مقاصد:

ہمارے اندر پرہیزگاری پیدا کرنے کیلئے روزہ فرض کئے گئے، جیسے ماں بعض اوقات اپنے بچے کو کوئی چیز کھانے نہیں دیتی، اسلئے کہ اس میں بچے کا فائدہ ہوتا ہے، بچے کا جی چاہا کہ میں برف کا گولا کھاؤں، ماں نہیں دیتی، اس ماں کو بچے کے ساتھ کوئی دشمنی تو نہیں ہوتی، ماں بچے کو محروم نہیں رکھنا چاہتی، ماں بچے کو رلانا پسند نہیں کرتی، اس میں بچے کا اپنا فائدہ ہوتا ہے، بالکل اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ روزہ رکھو اس میں ہمارے لئے خود فائدہ ہے، اپنی ذات کیلئے فائدہ ہے۔

روزہ اور ڈاکٹروں کی تحقیق:

ڈاکٹروں نے یہ تحقیق کی ہے کہ ایک مہینہ کے روزہ رکھنے سے بہت سی بیماریاں انسان کے جسم سے خود بخود دور ہو جاتی ہیں، روزوں کا جسمانی طور پر بھی فائدہ ہے اور روحانی طور پر بھی، کئی بندے وہ بھی ہوتے ہیں کہ جن کے گھر کا غسل خانہ غریب آدمی کے گھر سے بھی زیادہ مہنگا ہوتا ہے، پورا سال وہ اپنی مرضی سے کھاتے پیتے ہیں، اگر رمضان المبارک کے روزے نہ ہوتے تو ہو سکتا ہے انہیں یہ پتہ ہی نہ چلتا کہ جو غریب آدمی اپنے گھر میں بچوں کے ساتھ بھوکا ہے اسکے ساتھ کیا گزرتی ہے؟ اللہ تعالیٰ نے روزے فرض کر کے ہمارے اوپر احسان کیا، انسان جب سارا دن نہ کچھ کھائے، نہ پیئے، تب خیال آتا ہے کہ جو بھوکا رہتا ہوگا اس کا کیا حال ہوتا ہوگا۔

بیمار پرسی کرنا اور پڑوسیوں کا خیال رکھنا:

حدیث پاک میں آتا ہے کہ قیامت کے دن ایک آدمی کو کھڑا کیا جائے گا اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اے میرے بندے میں بھوکا تھا، تو نے مجھے کھانا نہیں کھلایا، وہ حیران ہو جائے گا

کہ یا اللہ تیری شان بڑی ہے، آپ بھوک پیاس سے منزہ ومبرا ہیں، اللہ تعالیٰ پھر فرمائے گا اے میرے بندے! میں بیمار تھا تو نے میری بیمار پرسی نہیں کی، وہ بندہ حیران رہ جائے گا، حیران ہوکر عرض کرے گا یا اللہ! یہ کیسی بات ہے کہ آپ بھوکے پیاسے تھے، میں نے کھانا نہیں کھلایا، آپ بیمار تھے میں نے بیمار پرسی نہیں کی، اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ دنیا میں فلاں موقع پر تیرا پڑوسی بھوکا اور پیاسا تھا تو اسے کھانا کھلاتا یہ ایسا ہی ہوتا جیسے تو نے مجھے کھانا کھلا دیا، اگر بیمار کی عیادت کرتا ایسا ہی تھا جیسے تو نے میری عیادت کی، انسان کو اس وقت احساس ہوگا کہ دوسرے انسانوں کی غمگساری پر کیا ثواب ہوتا ہے، آج کا اچھا پڑوسی بن جانا بھی قسمت والے کو نصیب ہوتا ہے، آج تو لڑائی ہی پڑوسیوں سے ہوتی ہے، حالانکہ پڑوسی کے حق کے بارے میں حضور اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جبرئیل علیہ السلام میرے پاس اتنی بار آئے کہ مجھے شک ہوا کہ مرنے کے بعد پڑوسی کو وراثت میں شامل کرلیا جائے گا، لیکن ہمارا جھگڑا چلتا ہی پڑوسیوں کے ساتھ ہے، بچوں کی چھوٹی چھوٹی باتوں پر آپس میں الجھ پڑتے ہیں، تھوڑی دیر میں رشتے ناتے ختم کرکے رکھ دیتے ہیں، حالانکہ بات کو اگر سلجھانا چاہیں تو سلجھ بھی جاتی ہے۔

اچھے اخلاق:

حدیث میں ہے ''میں مکارم اخلاق کی تکمیل کے لئے بھیجا گیا ہوں'' مکارم اخلاق میں سے ایک یہ ہے کہ پڑوسی کے ساتھ اچھا سلوک کیا جائے، آج اس بات کی طرف توجہ دینا بڑا مشکل معاملہ ہے، پڑوسی کی بات اور ہے بھائیوں کا ایک دوسرے کے ساتھ ایک بن کے رہنا بڑا مشکل ہے، ہمارے اندر کی برائیوں کے اثرات ساتھ والوں پر پڑتے ہیں۔

روزہ رکھنے کا اصل مقصد کیا ہے:

روزہ رکھنے کا اصل مقصد یہی ہے کہ بھوکا پیاسا رہنے سے انسان کو رزق کی قدر معلوم ہو اور اس کے اندر پرہیزگاری پیدا ہو۔

نعمتوں کی قدر:

دیکھئے روٹی کا ایک لقمہ کتنے مراحل سے گزر کر ہمارے منہ میں آتا ہے، زمین، پانی، ہوا، سورج کی دھوپ یہ سب چیزیں استعمال ہوئیں، تب گندم کا پودا بڑا ہوتا ہے، پھر انسان نے کاٹا صاف کیا، آگ پر پکایا، تب جا کر روٹی ہمارے سامنے آئی، جب اتنے مراحل سے گزر کر یہ نعمت ہمارے سامنے آتی ہے، ہم اسے کھاتے ہوئے بسم اللہ بھی نہیں پڑھتے، کتنی عجیب بات ہے۔

عجیب واقعہ:

ہمارے دادا پیر حضرت فضل علی قریشیؒ کی زمین تھی اسمیں خود ہل چلاتے تھے، خود پانی دیتے تھے، خود کاٹتے، خود بیج نکالتے، پھر وہ گندم گھر آتی تھی، پھر رات کو عشاء کے بعد میاں بیوی اسے پیسا کرتے اور اس آٹے سے بنی ہوئی روٹی خانقاہ میں مریدوں کو کھلائی جاتی تھی، آپ اندازہ کیجئے حضرتؒ یہ سب کچھ خود کرتے تھے، حضرتؒ کی عادت تھی کہ ہمیشہ باوضو رہتے تھے گھر والوں کی بھی یہی عادت تھی، ایک دن حضرت نے کھانا پکوایا اور خانقاہ میں لے آئے، اللہ اللہ سیکھنے والے سالکین آئے ہوئے تھے، وہ کھانا حضرتؒ نے ان کے سامنے رکھا جب وہ کھانے لگے آپ نے انہیں کہا فقیرو (حضرت قریشیؒ مریدوں کو فقیر کہتے تھے) تمہارے سامنے جو روٹی پڑی ہے، اس کے لئے ہل چلایا گیا تو وضو کے ساتھ، پھر بیج ڈالا گیا تو وضو کے ساتھ، پھر اس کو پانی دیا تو وضو کے ساتھ، پھر اس کو کاٹا گیا تو وضو کے ساتھ، پھر گندم بھوسے سے الگ کی گئی تو وضو کے ساتھ، پھر گندم کو پیسا گیا تو وضو کے ساتھ، پھر آٹا گوندھا گیا وضو کے ساتھ، پھر روٹی پکائی گئی وضو کے ساتھ، پھر آپ کے سامنے کھانا لا کر رکھا گیا وضو کے ساتھ۔

"کاش کہ تم وضو کے ساتھ اسے کھالیتے"

کھانے کے آداب:

اب سوچیں کہ جو لقمہ ہمارے سامنے آتا ہے وہ کتنے مراحل سے گزر کر آتا ہے، اللہ رب العزت کو وہ بندہ بڑا پسند ہے جو اس نعمت کی قدر کرے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ تھی کہ جب کھانا کھاتے تھے، بیٹھ کے کھاتے تھے نہایت عجز کے ساتھ، جیسے کسی آقا کے سامنے اس کا غلام ادب سے بیٹھ کر کھایا کرتا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی یاد کے ساتھ بیٹھ کے کھایا کرتے تھے، بندہ کھانا کھائے دل میں نعمت کا احساس ہو کہ یا اللہ یہ تیری نعمت ہے۔

رزق کی تقسیم:

اللہ تعالیٰ کی اتنی بڑی مخلوق ہے پھر بھی وہ ہمیں رزق دینا نہیں بھولتا، اس لئے اگر کھانے میں کوئی سڑی سبزی بھی آجائے تو یہ نہ دیکھیں کہ کھانے کو سبزی ملی بلکہ یہ دیکھیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے رزق کو تقسیم کیا تو ہمیں یاد رکھا، یہ اس مالک کی مہربانی ہے تو روزہ کا اصل مقصد ہمارے اندر اللہ تعالیٰ کی نعمت کا احساس پیدا کرنا ہے، تاکہ پرہیزگاری پیدا ہو۔

(خطبات ذوالفقار)

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

اللہ اللہ اللہ

آہ

آہ جاتی ہے فلک پراثر لانے کے لئے
بادلو! ہٹ جاؤ دیدو راہ جانے کے لئے

اے صبا! ہاں عرض کر عرش الٰہی تھام کے
اے خدا! اب پھیر دے رخ گردش ایام کے

صلح تھی کل جن سے اب وہ برسر پیکار ہیں
وقت اورتقدیر دونوں درپئے آزار ہیں

ڈھونڈتے ہیں اب مداوا سوزش غم کے لئے
کررہے ہیں زخمی دل فریاد مرہم کے لئے

رحم کراپنے نہ آئین کرم کو بھول جا
ہم تجھے بھولے ہیں لیکن تو نہ ہمکو بھول جا

خلق کے راندے ہوئے دنیا کے ٹھکرائے ہوئے
آئے ہیں اب تیرے در پر ہاتھ پھیلائے ہوئے

خوار ہیں بدکار ہیں ڈوبے ہوئے ذلت میں ہیں
کچھ بھی ہیں لیکن تیرے محبوب کی امت میں ہیں

حق پرستوں کی اگرکی تونے دلجوئی نہیں
طعنہ دینگے بت کہ مسلم کا خدا کوئی نہیں

الله الله الله
یا ایھا الذین آمنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون
روزے کے فوائد
ازافادات
محبوب العلماء والصلحاء عارف باللہ
حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی مدظلہ

روزے کے فوائد

الحمد للّٰہ و کفیٰ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ امّا بعد!

اعوذ باللّٰہ من الشیطان الرجیم ○ بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم ○

یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا كُتِبَ عَلَیْكُمُ الصِّیَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ۔ (پارہ۲-رکوع۶-آیت۱۷۸)

سبحان ربك رب العزة عما یصفون وسلام علی المرسلین والحمد للّٰہ رب العلمین۔

اللّٰھم صل علی سیدنامحمد وعلیٰ آل سیدنا محمدوبارك وسلم۔

اللّٰھم صل علی سیدنامحمد وعلیٰ آل سیدنا محمدوبارك وسلم۔

اللّٰھم صل علی سیدنامحمد وعلیٰ آل سیدنا محمدوبارك وسلم۔

براہِ راست خطاب:

یا ایھا الذین آمنوا ـــــ اے ایمان والو! اس آیت مبارکہ میں اللہ رب العزت، ایمان والوں سے براہ راست مخاطب ہیں، یہ ایمان والوں کے لئے بڑے اعزاز کی بات ہے، جیسے وقت کا بادشاہ اگر کسی گدھا گاڑی والا جا رہا ہو، بادشاہ نے سواری روک کر اس سے کوئی بات پوچھی تو اس واقعہ کو وہ بھول نہیں سکتا، بلکہ جب بھی کہیں اس کا تذکرہ کرے گا تو وہ لوگوں کو بتائے گا کہ دیکھو، میری کیا حیثیت تھی؟ پھر بھی فلاں موقعہ پر بادشاہ نے مجھ سے گفتگو کی، تو جو نسبت مہتر کو بادشاہ سے ہے، اور جو نسبت گدھے والے کو بادشاہ سے ہے، اللہ رب العزت کے سامنے ہماری وہ نسبت بھی نہیں ہے، ہم مخلوق ہیں، وہ خالق ہے، ہم عاجز

ہیں، وہ عظمت والا ہے، ہم فانی ہیں، وہ باقی رہنے والا ہے، تو پھر کیا براہ راست ہم سے انکا خطاب کرنا بہت ہی اعزاز اور شرف کی بات نہ ہوگی؟ بلکہ یہ تو ایمان والوں کیلئے بہت پیارا خطاب ہے۔

❁ اپنائیت کا اظہار:

یا اس خطاب "یایھا الذین آمنوا" کو یوں سمجھیں کہ جو قریبی ہوتا ہے، اس کا نام پکارنے کے بجائے، رشتہ داری کا نام لیکر پکارا جاتا ہے، مثلاً باپ کہتا ہے، اے بیٹے! بیٹے کو اس کا نام لیکر نہیں پکارتا، کیونکہ وہ مزہ نہیں ملتا، جو مزہ بیٹا کہنے میں ملتا ہے، اور بیٹے کو نام سننے میں وہ مزہ نہیں ملتا جو لفظِ بیٹا کے سننے میں ملتا ہے، کیونکہ باپ کی زبان سے وہ بیٹے کا لفظ سنتا ہے، تو وہ پھر شفقت و پیار اور اپنائیت کا مزہ محسوس کرتا ہے۔

اللہ رب العزت نے بھی آیت مبارکہ "یایھا الذین آمنوا" میں اپنے بندوں کو ان کے ایمانی رشتہ کا تذکرہ کر کے بلایا کہ اے ایمان والو! اے وہ بندو، جو روزِ ازل سے رب حقیقی کے ساتھ پیمانِ وفا کا عہد کر چکے ہو، میری توحید کی امانت اپنے سینوں میں بھر چکے ہو؛ میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو مان کر ان کی غلامی کا عہد کر چکے ہو، تو اس خطاب "یایھا الذین آمنوا" میں اپنائیت کا اظہار ہے۔

❁ محبت و پیار کا خطاب:

اس کو ایک اور مثال سے سمجھئے کہ جب میرے شیخ فوت ہو گئے، تو پوری دنیا میں مجھے کوئی ایسا بندہ نہیں ملتا تھا، جو مجھے بیٹا کہہ کر پکارے، میں ترستا تھا، مگر ایک مرتبہ ایک ملک میں جانا ہوا، وہاں علماء کا ایک گھرانہ تھا، ان میں ایک بہت بزرگ اور بوڑھے آدمی تھے، ان کی اہلیہ جب بھی ہم سے فون پر بات کرتی، تو ہمیشہ مجھے بیٹا کہتی، اس لفظ میں مجھے کوئی ایسی کشش محسوس ہوتی کہ میرا دل چاہتا کہ جب بھی میں اس ملک میں جاؤں، تو ضرور ان سے

فون پر بات کروں، کیونکہ جب بھی فون پہ وہ مجھ سے بات کرتی، تو پوچھتی بیٹے! کیسے ہو؟ اس وقت مجھے احساس ہوا کہ اس لفظ کے اندر کیا محبت اور اپنائیت ہے، اسی طرح خدائے پاک کے اس خطاب میں محبت و پیار اور اپنائیت کا اظہار ہے۔

اپنائیت کا اثر ہی کچھ اور......:

اس کی ایک مثال اور سنئے، کسی کتاب میں علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے متعلق پڑھا تھا کہ وہ حضرت مفتی محمد شفیعؒ کے یہاں کراچی تشریف لائے، یہ وہ دور تھا کہ جب ان کے علم کا ہر طرف چرچہ تھا، کوئی انہیں علامہ کہتا، کوئی شیخِ وقت کہتا، تو کوئی انہیں استاذ الاساتذہ کہتا، تو علامہ حضرت مفتی شفیعؒ کے یہاں آئے، مفتی صاحب کی والدہ رشتہ میں ان کی ممانی لگتی تھیں، انہوں نے آنے کے بعد فرمایا کہ یہاں آنے کے دو مقصد ہیں، ایک تو یہ کہ سب سے ملاقات ہو جائے اور ایک یہ کہ میں ضعیفہ ممانی سے ملوں، کیونکہ جب بھی ان سے میں ملتا ہوں تو وہ کہتی ہیں "بیٹا جیتے رہو" تو کہنے لگے کہ یہ لفظ مجھے اتنا پیارا لگتا ہے کہ میں نے اس ملک کا سفر ہی اس لفظ کو سننے کے لئے کیا، تو پیار اور اپنائیت کے لفظ کا اثر ہی کچھ اور ہوتا ہے۔

ہمارے حضرت غلام حبیب نقشبندیؒ خود اپنا واقعہ سناتے تھے، کہ ایک بڑے بزرگ شیخ تھے، ہم ملاقات کے لئے جب گئے تو وہ لیٹے ہوئے تھے، میں نے چاہا کہ میں ان کے پاؤں دباؤں، جیسے ہی میں نے پاؤں کو ہاتھ لگایا، وہ اٹھ کر بیٹھ گئے، اور کہنے لگے، نہیں......نہیں......آپ مت دبایئے، حضرت فرمانے لگے، کہ میری آنکھوں سے آنسو نکل آئے، کہ ہائے کاش! اب تو اس وقت دنیا میں کوئی ایسا نہیں رہا جو اپنے پاؤں کو مجھے ہاتھ لگانے دے، جب بڑے حضرات چلے جاتے ہیں، تب اس کا احساس ہوتا ہے، تو بڑوں کے کلام و انداز میں پیار و محبت اور اپنائیت ہوا کرتی ہے۔

اسی طرح سمجھئے کہ "یایھا الذین آمنوا" اس خطاب میں اللہ رب العزت کی طرف سے بہت زیادہ پیار، اپنائیت اور ایمانی رشتہ کا اظہار ہے۔

قرب ووصال کا ذریعہ:

اس اپنائیت کے اظہار کے بعد فرمایا: کتب علیکم الصیام تمہارے اوپر روزے فرض کر دیئے گئے، مقصد یہ ہے کہ مجھ سے محبت کا دعویٰ کرنے والو، تم ایک مہینہ کے لئے ہر طرف سے اپنی نظریں ہٹالو، اور ایک مہینہ کیلئے نفسانی لذتوں کو ہمارے قرب ووصال کے خاطر قربان کر دو، کیونکہ دنیا کا دستور بھی یہی ہے کہ کچھ لینے کے لئے کچھ دینا پڑتا ہے، آپ بیج ڈالیں گے تو آپ کو درخت ملے گا، قیمت ادا کریں گے تو کوئی چیز ملے گی، عمل ہوگا تو ردِ عمل بھی ہوگا، لہذا اگر تم ہم سے ملاقات کرنا چاہتے ہو، ہمیں راضی کرنا چاہتے ہو، ہمارا قرب ووصال چاہتے ہو، تو اس کی قیمت ادا کرو، مگر قربان جایئے کہ اس کی قیمت بھی کتنی معمولی رکھی، وہ یہ کہ ایک مہینہ روزہ دار بن کر رہو، یہ کوئی مشکل شرط اور کٹھن کام نہیں، کیونکہ محبوب اگر اپنے قرب وملاقات کے لئے اپنی طرف بلائے، تو پھر طالب اور محب تو سر کے بل جانے کو تیار ہوتا ہے۔

میرے گھر کے راستہ میں کوئی کہکشاں نہیں ہے ☆ انہیں پتھروں پر چل کے اگر آسکو تو آؤ

میں تیرا ہو جاؤں:

لوگ تو کہتے ہیں کہ ہم اپنے محبوب کی خاطر اپنا مال لٹانے کو تیار ہیں، اپنی جان دینے کو تیار ہیں، بلکہ دنیا کی نفسانی محبتوں کا حال دیکھئے، کہ ایک خاتون شیریں نے اپنے چاہنے والے فرہاد سے کہا تھا کہ اس پہاڑ سے دودھ کی نہر نکالو، تو کتابوں میں لکھا ہے کہ اس نے پہاڑ کھودنا شروع کر دیا، اگر دنیا کے فانی محبوب کی خاطر لوگ پہاڑ کو توڑنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں، تو اے ہمارے چاہنے والو! تم ہماری ملاقات، ہماری رضا کی خاطر کیا ایک مہینہ کے روزے بھی نہیں رکھ سکتے؟

اس لئے اپنائیت کے اظہار کے بعد فرمایا ''کتب علیکم الصیام'' تمہارے اوپر روزہ فرض کیا گیا، تاکہ اس کے بدلہ تمہیں میری ملاقات، میرا وصل اور قرب نصیب ہو جائے، اور میں تمہارا ہو جاؤں۔

حدیث قدسی ہے:

قال اللّٰہ عزوجل کل عمل ابن آدم لہ الا الصیام فانہ لی وانا اجزی بہ۔ (بخاری رقم الحدیث ۱۹۰۴)	انسان کے جتنے بھی اعمال ہیں ان کا اجر لکھا جاتا ہے سوائے روزہ کے۔

فانہ لی اسلئے کہ روزہ میرے لئے ہے، اور انا اجزی بہ، اور روزہ کا بدلہ میں ہوں، روزے کے بدلے میں خود ہی اس بندے کو مل جاتا ہوں، کتنی بڑی بات ہے، جو چاہنے والے ہوتے ہیں، وہ تو محبوب کو چاہتے ہیں، چاہے کسی قیمت پہ انہیں ملے، کسی نے کیا ہی خوب کہا۔

اس شرط پہ کھیلوں گی پیار کی میں بازی ☆ جیتوں تو تجھے پاؤں ہاروں گی تو میں تیری

تو ایمان والوں کے لئے یہ کتنی خوشی کی بات ہے، کہ فقط ایک مہینہ روزہ رکھنے کا بدلہ یہ ملا کہ ''انا اجزی بہ'' اس بندے کو میں مل جاتا ہوں۔

یہ نئی پابندی نہیں:

روزہ کی فرضیت کے بعد ممکن تھا کہ لوگوں کے دلوں میں بات آتی کہ اللہ تعالیٰ ہم سے خفا ہو گئے، لہذا انہوں نے ہم پر پابندیاں لگا دیں، تم کھا نہیں سکتے، پی نہیں سکتے، بیوی سے مل نہیں سکتے، تو اس وہم کو بھی دور کرتے ہوئے فرمایا کہ ''کتب علی الذین من قبلکم'' یہ پابندی تم پر نہیں لگی تم سے پہلے والوں پر بھی پابندی عائد ہوئی تھی، یہ اس کی کنٹی نویشن ہے، کوئی نئی پابندی نہیں، بلکہ تم سے پہلے جو ہمارے عاشق اور چاہنے والے دنیا میں

گزرے، یہ عمل وہ بھی کرتے گئے، تم بھی وہ ہی عمل کرو۔

ایامِ بیض کے روزے:

چنانچہ روزہ ایک ایسی عبادت ہے کہ تمام انبیاء نے رکھا، حضرت آدمی علیہ السلام کے بارے میں آتا ہے کہ جب ان کو دنیا میں بھیجا گیا، تو ان کا جنتی حسن جنت ہی میں رہ گیا، ایک مرتبہ پانی میں اپنا چہرہ دیکھا، اور جنت کا حسن و جمال اور رعنائی ان کو نظر نہ آئی، تو وہ افسردہ ہوئے اور کہنے لگے، اے اللہ! جنت کی پوشاک بھی لے لی گئی، اور وہ حسن و جمال بھی لے لیا گیا، ارشاد ربانی ہوا کہ تم مہینے کے تین روزے رکھ لیا کرو، جن کو ایام بیض کہتے ہیں، مشہور قول کے مطابق چاند کے اعتبار سے وہ تاریخ ۱۳/۱۴/۱۵ ہے، چونکہ ان تین تاریخوں میں چاند کی روشنی بھرپور ہوتی ہے، راتیں روشن ہوتی ہیں، تو ان روزوں کی برکت سے آپ کے چہرے پہ جو نور آئے گا وہ جنتی نور کے مشابہ ہوگا، چنانچہ انہوں نے ایام بیض کے روزے رکھنے شروع کیے۔

نبیوں کے روزے:

حضرت نوح علیہ السلام نے بھی روزے رکھے، حضرت داؤد علیہ السلام کو اللہ نے دنیا کی بادشاہی بھی دی، اور پیغمبری بھی عطا کی، انہوں نے ایک دن روزہ ایک دن افطار کا معمول بنایا، اس طرح وہ سال کے چھ مہینے روزہ رکھتے تھے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام جب کوہِ طور پر گئے، تو انہوں نے چالیس دن روزہ رکھے، حضرت یحییٰ علیہ السلام نے بھی روزے رکھے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی دو مہینہ روزہ رکھے اور تو اور ہندو، برہمن بھی چوبیس روزے رکھتے ہیں، اور وہ اس کو برت کہتے ہیں،

جین دھرم میں بھی چالیس دن کا روزہ ہے۔

غیروں کی شہادت:

یہاں ایک نکتہ سمجھ میں آتا ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام تو امی تھے، امی کا مطلب ہے کہ جس نے کسی کے سامنے شاگرد بن کر تعلیم نہ پائی ہو، چنانچہ آپ نے نہ تو کوئی کتاب پڑھی، نہ تقابل ادیان کا کوئی مضمون پڑھا، نہ آپ کو کسی نے عیسائیت پڑھائی، نہ یہودیت، نہ انبیاء کے مذاہب پڑھائے؛ مگر اس کے باوجود اللہ رب العزت کے پیارے محبوب نے فرمایا۔

"کما کتب علی الذین من قبلکم" کہ روزہ پہلے لوگوں پر بھی فرض تھا

پچھلے لوگوں سے متعلق کوئی بندہ ایسی بات کر ہی نہیں سکتا، جس کے پاس علم نہ ہو، تو یہ آپ کے علم اور معجزہ کی دلیل ہے، کیونکہ بغیر علم کیسے کوئی دعویٰ کر سکتا ہے، مگر آپ نے ایسی پکی بات فرمائی کہ جو سو فیصد برحق اور سچ ہے، چنانچہ انسائیکلو پیڈیا آف برٹانیکا میں روزے فاسٹنگ کے عنوان کے تحت لکھا ہوا ہے کہ ہمیں دنیا کا کوئی ایسا مذہب نہیں ملا جسکے اندر روزہ نہ ہو، اس بات کو پڑھ کر دل اتنا خوش ہوا کہ پوری دنیا میں تحقیق کرنے والے آج میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی گویا تصدیق کر رہے ہیں، اور ان کی عظمت کا لوہا مان رہے ہیں، کہ انہوں نے چودہ سو سال پہلے جو فرمایا کما کتب علی الذین من قبلکم وہ بالکل واقعہ کے مطابق ہے، تو اس سے پتہ چلا کہ دنیا کی ہر عبادت کرنے والی قوم نے روزے رکھے ہیں۔

اس سے بڑا کیا انعام؟

یہ ایک پیاری عبادت ہے، دیکھئے ایک تو یہ ہے کہ عبادت سے مال مل جائے، دنیا کی شہرت مل جائے، عبادت سے حور و قصور مل جائے، جنت مل جائے، لیکن ہے سب فانی اور

نفسانی چیزیں، اور ایک یہ ہے کہ اس عبادت سے رب کریم ہی مل جائے، اس کا وصل وقرب ہی نصیب ہو جائے، تو اس سے بڑا انعام کوئی نہیں ہو سکتا؛ اس کو اس طرح سمجھئے۔

جب تم ہی ہو گئے میرے:

ایک بادشاہ تھا اس کی کئی بیویاں تھیں، مگر ایک سے اس کو زیادہ محبت تھی، دوسری بیویاں اس کو محسوس کرتیں، آپس میں بات کرتیں، کہ خاندان میں ہم بہتر، حسن و جمال میں ہم بہتر، مال ومنال میں ہم بہتر، فضل وکمال میں ہم بہتر، پھر بھی بادشاہ کی محبت بھری نظر ہم پر نہیں، بلکہ اس پر اٹھتی ہے، لہذا بادشاہ سے پوچھیں گے کہ ایسا کیوں؟ چنانچہ انہوں نے ایک دن سوال کیا کہ اس کی وجہ کیا ہے؟ آخر ہم میں کمی کیا ہے؟ اس نے کہا اچھا میں تمہیں کبھی اس بات کا جواب دونگا، ایک دن بادشاہ نے کہا کہ میں آج بہت خوش ہوں اور چاہتا ہوں کہ آپ لوگوں پر خوب اکرام وانعام کی بارش کر دوں، تو اس بات سے بیویاں جتنی خوش ہو سکتی ہیں، کسی اور بات سے تو نہیں ہو سکتی۔

چنانچہ اس نے خزانے سے بہت قیمتی ہیرے جواہرات منگوائے اور کہا کہ میں دیکھوں گا کہ تم میں سے کون کتنی اچھی چیز لیتی ہے۔ کون اچھی چیز اپنے لئے سلیکٹ کرتی ہے، پھر اس نے کہا کہ جب اشارہ کروں گا، تو تم میں سے ہر ایک اپنی اپنی پسند کی چیز لے لینا، چنانچہ اشارہ کرنے کی دیر تھی، کسی نے ہیرے پہ ہاتھ رکھا، کسی نے یاقوت پہ، تو کسی نے موتی پہ رکھا، تو کسی نے سونے پہ، سب نے اپنے اپنے ہاتھ مختلف چیزوں پر رکھ لئے اور وہ جسکے ساتھ بادشاہ کی زیادہ محبت تھی، وہ اپنی جگہ کھڑی رہی، سب بیویاں ہنسنے لگیں، آج اس بیوقوف کی بیوقوفی اور قلعی کھل گئی، کہ یہ کتنی کم عقل اور بے وقوف ہے، کہ یوں ہی کھڑی ہے، اب اس کو معمولی چیز ملے گی، بادشاہ نے حیران ہو کر اس سے پوچھا، کہ کیا بات ہے؟ تم نے کوئی چیز اپنے لئے نہیں لی۔

اس نے کہا بادشاہ سلامت! میں آپ سے ایک بات کی تصدیق چاہتی ہوں، کہ آپ نے یہی فرمایا ہے نا، کہ یہاں جو کچھ موجود ہے اس کے اوپر جس نے ہاتھ رکھ دیا وہ اس کی ہو جائے گی، اس نے کہا ہاں میں تو یہی کہہ چکا ہوں، اچھا تم نے کیوں دیر کردی؟ اب وہ آگے بڑھی اور بادشاہ کے کندھے پر اپنا ہاتھ رکھ دیا، اور کہنے لگی بادشاہ سلامت! آپ کے بدن پر ہاتھ رکھنے سے اب آپ میرے ہو گئے نا، بادشاہ نے دوسری عورتوں سے کہا دیکھا، اس کی دانشمندی اور محبوبانہ انداز، یہی وجہ ہے کہ اس کی محبت میرے دل میں زیادہ ہے، اسی طرح سمجھئے کہ روزہ رکھنے پر جب اللہ رب العزت ہی مل گئے، تو پھر دنیا کی باقی نعمتیں تو خود بخود بندہ کی اپنی ہوگئی۔

روزہ کا مقصد:

کسی کے ذہن میں سوال ہو سکتا ہے کہ جب ہمیں بھی حکم دیا اور ہم سے پہلے والوں کو بھی حکم دیا، تو اس حکم میں کوئی حکمت، کوئی مقصد ہونا چاہئے؟ اللہ تعالیٰ نے مقصد بھی بتا دیا کہ اس سے ہمیں فائدہ نہیں پہونچتا، یا ہمارے بجٹ میں کمی کی وجہ سے، روزہ کا حکم نہیں، یا ہمارے خزانے میں کمی کا مسئلہ نہیں کہ کھانا، پینا بند کر کے تم اپنے خرچ کم کر لو، بلکہ اے بندے اس کا فائدہ بھی تمہیں ہی ہے وہ یہ کہ "لعلکم تتقون" تا کہ متقی پرہیز گار بن جاؤ، اور تمہاری تربیت ہو جائے، تم اپنے نفس پہ قابو پالو، تو روزہ کا اصل مقصد انسان کے اندر تقویٰ کا پیدا کرنا ہے۔

اگر تم ہمارے کہنے کے مطابق سال میں جائز چیزوں کو بھی دن میں چھوڑ سکتے ہو، تو کیا سال کے باقی مہینوں میں ناجائز چیزوں کو نہیں چھوڑ سکتے؟ بلکہ جب تم نے اتنی اچھی اور جائز چیزوں کو چھوڑا، تو پھر سال کے باقی حصوں میں ناجائز چیزوں کو چھوڑنا تو بڑا ہی آسان ہے، تو اس مہینہ میں پریکٹس اور ریہرسل کروائی گئی، کہ اپنے نفس پر قابو پالو، ورنہ بندہ بے صبرا

ہو جاتا ہے اور اپنی خواہشات کی تکمیل کے لئے مارا مارا پھرتا ہے، جبکہ تقویٰ انسان کے اندر صبر پیدا کرتا ہے، انسان اپنے نفس کو لگام دے سکتا ہے۔

تمام عبادتوں کا خلاصہ:

اس لئے تمام تعلیمات کا خلاصہ اور عبادتوں کا نچوڑ اور لب لباب انسان کا متقی اور پرہیزگار بن جانا ہے، چنانچہ جتنی بھی عبادتیں ہیں ان کا مقصود تقویٰ ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔

یایھا الناس اعْبُدُوا ربّکم الذی خلقکم والذین من قبلکم لعلکم تتقون (پارہ ۱-رکوع ۳-آیت ۲۱) اے انسانوں عبادت کرو اپنے پروردگار کی جس نے تمکو پیدا کیا، اور تم سے پہلے والوں کو بھی پیدا کیا، تاکہ تم متقی بن جاؤ۔

دیکھئے اس عبادت کا مقصد بھی "لعلکم تتقون" بتلایا کہ تم متقی بن...

☆ ہم قربانی کے ذریعہ اللہ کے راستہ میں ایک جان قربان کرتے ہیں، اس قربانی کا مقصد کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

لَنْ یَنَالَ اللّٰهَ لُحُومُهَا وَلَا دِمَاءُ هَا وَلٰكِنْ یَنَالُهُ التقوىٰ (پارہ ۱۷-رکوع ۱۲-آیت ۳۷) اللہ پاک کو نہ تو اس کا خون پہونچتا ہے، نہ گوشت، ہمیں تو تقویٰ پہونچتا ہے۔

☆ انسان حج کرتا ہے، بیت اللہ شریف کی زیارت کرتا ہے، لیکن حج کا اصل مقصد کیا ہے؟ ارشاد فرمایا **وَمَنْ یُعَظِّمْ شَعَائِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ** ... کا مقصد بھی تقویٰ ہے۔ (پارہ ۱۷-رکوع ۱۱-آیت ۳۲)

☆ اللہ کا گھر مسجد بنائے، تو وہ بھی تقویٰ کی بنیاد پر، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ علی التّقوىٰ (پارہ ۱۱-رکوع ۲-آیت ۱۰۸) خلاصہ یہ کہ ہر کام کا مقصد تقویٰ ہے

تقویٰ وصیت کے رنگ میں:

اس لئے اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو نصیحت فرمائی، اور وہ نصیحت وصیت کے رنگ میں کی، کیونکہ کبھی کبھی انسان خود دوسرے کو نصیحت وصیت کے رنگ میں کرتا ہے، تو اگر نصیحت وصیت کے رنگ میں کی جائے، تو وہ بڑی اہم ہو جاتی ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَلَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَاِيَّاكُمْ اَنِ اتَّقُوا اللّٰهَ

تحقیق تم سے پہلے اہل کتاب کو بھی وصیت کی اور تمہیں بھی وصیت کرتے ہیں۔

(پارہ ۵- رکوع ۱۶- آیت ۳۱)

کہ اَنِ اتَّقُوا اللّٰهَ کہ تم اللہ سے ڈرنے والے بن جاؤ، متقی بن جاؤ، تو تقویٰ کا حکم وصیت کے انداز میں کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اس کی اہمیت و ضرورت کو ذہن میں بٹھلانا چاہتے ہیں، کہ اس کو فراموش مت کرو۔

انسان تقویٰ کی بناء پر ناجائز، حرام اور ہر مشتبہ کام سے اپنے آپ کو بچاتا ہے، اس کو اپنے نفس پہ قابو، کنٹرول ہو جاتا ہے، چنانچہ متقی لوگ جتنے بھی ہوتے ہیں، وہ ہر طرح کے گناہوں سے بچنے والے ہوتے ہیں۔

گناہ کے چند اسباب:

اب دیکھئے انسان گناہ کرتا ہے، یا تو حسد کی وجہ سے یا حرص کی وجہ سے یا پھر شہوت کی وجہ سے یا غصہ کی وجہ سے، یہ چیزیں گناہ کا سبب بنتی ہیں، اب قرآن مجید پر ایک نظر ڈالئے کہ اہل تقویٰ نے کیسے کیسے موقعہ پر اپنے آپ کو گناہوں سے بچایا۔

(۱) آدم علیہ السلام کے دو بیٹے، ہابیل اور قابیل، ہابیل کی بیوی خوبصورت ہے، قابیل چاہتا تھا کہ یہ میرے نکاح میں آتی، جب نہ آسکی تو بھائی کو حسد ہوا، اور حسد کی بناء

اس نے اپنے بھائی کو کہا کہ میں تجھے قتل کردونگا، تو بھائی نے جواب دیا۔

لَئِنْ بَسَطْتَّ اِلَیَّ یَدَكَ لِتَقْتُلَنِی مَا اَنَا بِبَاسِطٍ یَّدِیَ اِلَیْكَ لِاَقْتُلَكَ اِنِّیْ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِیْن (پ ۶-ر۱۹-آیت ۲۸)

اے بھائی! اگر تم اپنا ہاتھ مجھ پر لگاؤ گے تا کہ تم مجھے قتل کردو، تو میں اپنا ہاتھ نہیں اٹھاؤں گا کہ میں تمہیں قتل کروں۔

کیونکہ انی اخاف اللّٰہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں........... دیکھئے اشتعال کے وقت میں بھی تقویٰ اور خوف نے ان کو کوئی ایسی بات کہنے سے بھی بچالیا، جو اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے، تو اشتعال اور غصہ میں بھی متقی بندہ اپنے آپ پر قابو پالیتا ہے۔

شہوت کا اثر:

عام طور پر گناہ شہوت کی وجہ سے ہوتا ہے، دیکھئے! زلیخا وقت کی ملکہ ہے، حسن وجمال کا پیکر ہے، وہ پورے منصوبہ کے ساتھ خلوت میں کنڈی اور تالے لگا کر اپنی طرف حضرت یوسف علیہ السلام کو بلاتی ہے۔

قَالَتْ هَیْتَ لَكَ (پ ۱۲-ر۱۳-آیت ۲۳)

اب جب حسن اشارہ کرے، تو پھر جوانی تو بے قابو ہو جاتی ہے، مگر کیا ہوا، زلیخا کے "هَیْتَ لَكَ" کہنے پر آپ نے فرمایا "معاذ اللّٰہ" میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔

تو تقویٰ ایسی چیز ہے کہ اشتعال کی کیفیت ہو یا شہوت کی، کوئی بھی صورت حال ہو، انسان قابو سے باہر نہیں ہوتا، عام طور پر ہم نے دیکھا کہ لوگ مال ومنال کے حرص میں مبتلا ہو کر اس طرح بے قابو ہو جاتے ہیں، کہ کوئی موقعہ ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔

حرص کا اثر:

حرص کا حال دیکھئے، قارون کی دولت اور اسکے خزانوں کو لوگ دیکھ کر کہنے لگے:

یٰلَیْتَ لَنَا مِثْلَ مَا اُوْتِیَ قَارُوْنُ اِنَّهٗ لَذُوْ حَظٍّ عَظِیْمٍ، وَقَالَ الَّذِیْنَ اُوْتُوْا

الْعِلْمَ وَيْلَكُمْ ثَوَابُ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّمَنْ آمَنَ وَعَمِلَ صَالِحاً۔ (پ۲۰-ر۱۱- آیت۸۰)

ہمارے پاس بھی اتنا ہوتا جتنا قارون کو ملا تھا، مگر اہل علم اور اہل تقویٰ نے ایسی صورت میں بھی کہا "وقال الذين اُوتوا العلم ويلكم" ان لوگوں نے جن کے پاس علم تھا، کہا کہ تمہارا ناس ہو، بلکہ اللہ کے پاس جو اجر وثواب ہے وہ مال ودولت سے زیادہ بہتر ہے۔

تقویٰ کا اثر:

تو معلوم ہوا کہ جب تقویٰ دل میں ہوتا ہے، تو انسان نہ حرص کرتا ہے، نہ اشتعال میں آکر گناہ کرتا ہے، نہ اپنی شہوت کی بنا پر گناہ کرتا ہے، بلکہ اس کے اندر دینی استقامت آجاتی ہے، کہ اگر غم کے پہاڑ اس پر توڑ دیئے جائیں، تو بھی اسکے پایۂ استقامت میں کوئی تزلزل نہیں آتا، چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر جادوگر ایمان لے آئے، دل اللہ کی محبت سے بھر گیا، تقویٰ دل میں آگیا، فرعون کو برا لگا، تو اس نے کہا کہ میری اجازت کے بغیر تم نے یہ کام کیسے کرلیا؟ میں تمہارے ہاتھ، پاؤں مخالف سمت سے کاٹونگا، کیونکہ اس زمانہ میں یہ بڑی سزا تھی اور صرف ہاتھ کاٹ دینا چھوٹی سزا ہوتی تھی، اسلئے کہ انسان ایک ہاتھ سے اپنی ضرورت پوری کرلے گا، اسی طرح ایک سائڈ کے ہاتھ اور پاؤں کاٹ دینا یہ بھی چھوٹی سزا، کہ دوسرے سائڈ کے ہاتھ پاؤں سے وہ اپنی ضرورت پوری کریگا، جبکہ ہاتھ اگر ایک سائڈ کا کاٹیں اور پاؤں دوسری سائڈ کا، تو نہ یہ بیلنس رکھ سکتا ہے، نہ کوئی کام کرسکتا ہے، اس لئے سب سے کڑی سزا کی دھمکی فرعون نے دیا، مگر ان کے دلوں میں تقویٰ آچکا تھا، کہنے لگے اب تو ہم ایمان حقیقی کی لذت پاچکے ہیں لہذا:

فَاقْضِ مَا اَنْتَ قَاضٍ (پ۱۶-ر۱۲- آیت۷۲) تو جو کرنا چاہتا ہے کرگزر ہم اپنی جگہ سے پیچھے نہیں ہٹ سکتے۔

مرد تو مرد عورت بھی ایمان کی لذت سے آشنا ہونے کے بعد ٹل نہ سکی، جبکہ عورت ذات کمزور ہوتی ہے، ذرا سی بات پر خوف زدہ ہو جاتی ہے۔

حضرت آسیہ کی استقامت:

قرآن مجید نے حضرت آسیہ بنت مزاحم، زوجۂ فرعون کا بھی تذکرہ کیا، کہ جب وہ ایمان لے آئیں تو اس کو بادشاہ نے کہا کہ میں تمہیں چھوڑ دوں گا، اب بیوی کے لئے اس سے بڑا غم کوئی نہیں ہوتا، کہ خاوند اس کو دھمکی دے، کہ میں تمہیں چھوڑ دونگا، تمہیں گھر سے نکال دوں گا، تو عورت کیلئے بے گھر ہو جانا، یا بے سایہ ہو جانا، اس سے بڑی سزا کوئی نہیں، اور وہ بھی جبکہ وہ کوئی عام عورت نہیں، بلکہ بادشاہ وقت کی بیوی ہے، پورے ملک میں وہ پیکر حسن و جمال تھی، ایسی ملکہ کو بادشاہ کہتا ہے کہ میں تجھے محل سے نکال دوں گا، آج کے بعد تیرا اسٹیٹس ختم، تو ذلیل ہو جائے گی، لیکن ان سب دھمکی کے باوجود چونکہ ایمان کی لذت سے اس کا دل آشنا ہو چکا تھا، اس لئے جب بادشاہ نے اس کو محل سے نکالا، تو اللہ تعالیٰ سے دعاء کرنے لگی۔

يَا رَبِّ ابْنِ لِي عِنْدَكَ بَيْتاً فِي الجنة (پ۲۸-ر۲۰-آیت ۱۱)	اے اللہ آپ اپنے پاس جنت میں میرے لئے ایک مکان تعمیر فرما دیجئے۔

اے اللہ اس فرعون نے تو مجھے اپنے محل سے دھتکار دیا، میں عورت ذات ہوں، اس گھر کے بدلے مجھے جنت میں اپنے قرب کا گھر عطا کر دیجئے، تو دیکھئے ایمان و تقویٰ نے ان سب تکلیف کے باوجود اس کو محفوظ رکھا۔

معلوم ہوا کہ تقویٰ جب اندر آتا ہے، تو انسان کے اندر اعمال میں بھی استقامت آتی ہے اور مختلف قسم کے گناہوں سے بھی آسانی سے بچ جاتا ہے۔

روزہ بھی نظارہ بھی:

اب اگر کسی نے روزہ بھی رکھا اور گانا بھی سنا، روزہ بھی رکھا، اور غیر محرم کا نظارہ بھی کیا، روزہ بھی رکھا اور لوگوں پر بہتان بھی لگایا، جھوٹ بھی بولا، دھوکہ بھی دیا، تو ایسا روزہ اللہ کے یہاں زیادہ اجر نہیں پاتا، یہ ظاہرداری کر رہا ہے، حقیقت میں اس کو روزہ نصیب نہیں۔

اس لئے حدیث پاک میں نبی علیہ السلام نے فرمایا، اگر کوئی روزہ دار ہو، اور دوسرا بندہ اس سے جھگڑا کرے تو ''فَلْیَقُلْ اِنِّیْ صَائِمٌ'' اس کو کہہ دینا چاہئے کہ بھائی میں روزہ دار ہوں، میں نہ تیرے ساتھ جھگڑ سکتا ہوں، نہ غصہ کی بات کر سکتا ہوں۔

ایسا روزہ کس کام کا؟

روزہ کا اصل مقصود اپنے جسم کو گناہوں سے بچانا ہے، ایک حدیث پاک میں آتا ہے۔

مَنْ لَمْ یَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِہٖ فَلَیس لِلّٰہِ حاجۃٌ فی اَنْ یَدَعَ طَعامَہ وشرَابہ (بخاری ۱۹۰۳)

جو بندہ جھوٹ اور اپنے عمل کے کھوٹ کو نہیں چھوڑتا، اللہ کو اسکے بھوکا پیاسا رہنے کی کوئی پرواہ نہیں۔

ایک حدیث پاک میں فرمایا گیا۔

رُبَّ صائمٍ حَظُّہٗ من صیام الجوع والعطش (ابن ماجہ ۱۶۹۰)

کتنے روزہ دار ایسے ہوتے ہیں جس کو روزہ میں بھوکا اور پیاسا رہنے کے سوا کچھ نصیب نہیں ہوتا

کیونکہ ہوتے ہیں روزہ دار مگر فروخت کرتے وقت کم تول رہے ہیں، ملاوٹ کر رہے ہیں، رشوت لے رہے ہیں، بہتان لگا رہے ہیں، غیبت کر رہے ہیں، ایسے بندے کے روزے اور بھوکے پیاسے رہنے کی اللہ کو کیا حاجت؟ تو معلوم ہوا کہ روزے کا اصل مقصود بھی یہی ہے کہ سر کے بالوں سے لیکر پاؤں کے ناخن تک اللہ رب العزت کے حکموں کے فرمانبردار بن کر رہیں۔

روزے کی سفارش:

روزہ ایک ایسا عمل ہے جو قیامت کے دن شفاعت کریگا، جس طرح قیامت کے دن نبی علیہ السلام شفاعت فرمائیں گے، اسی طرح روزہ اور قرآن شفاعت کریگا، حدیث پاک میں ہے۔

الصیام والقرآن یشفعان یوم القیامۃ روزہ اور قرآن قیامت کے دن شفاعت کریں گے۔ (مشکوٰۃ شریف ۱۹۶۳)

لہذا ہم روزہ کو جتنا کامل بنائیں گے، قیامت کے دن اللہ کے حضور یہ ہماری شفاعت کرے گا، حدیث پاک میں آتا ہے کہ جنت میں ایک گیٹ ہے، جس کا نام باب الریان ہے، قیامت کے دن آواز دی جائیگی، لوگو! تم میں سے جو اچھا روزہ رکھنے والے تھے، وہ سب اس گیٹ سے چلے جائیں۔

روزہ خوف ورجاء کے ساتھ:

ہمیں چاہئے کہ اپنے دل میں خوف ورجاء رکھیں، خوف کہتے ہیں ڈر کو، اور رجاء کہتے ہیں امید کو، یعنی ڈریں بھی کہ کہیں ہمارا روزہ رد نہ کر دیا جائے اور امید بھی رکھیں کہ جب اللہ نے ہمیں روزہ رکھنے کی توفیق دے دی، تو بادشاہ اور سخی انسان اپنے در پر بلا کر کسی کو خالی واپس نہیں بھیجتے، کیونکہ جس کو دینا نہیں ہوتا، اس کو وہ دروازے پہ آنے ہی نہیں دیتے،

دروازے پہ بلا کے خالی بھیج دینا یہ سخی کی شان کے خلاف ہے، تو جب رب کریم نے زندگی میں رمضان کے روزے رکھنے کی توفیق دیدی، تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ رب العزت کا ارادہ خیر کا ہے، لہذا امید بھی رہے اور دل میں ڈر بھی رہے۔

دو کام روزہ کے ساتھ:

ایک کام اور بھی کریں، کہ ان روزوں کی قبولیت کیلئے کوشش بھی کریں اور دعاء بھی کریں، کوشش سے مراد یہ ہے کہ اپنے روزے کو بچانے کی فکر کریں، لہذا غور کریں کہ اب آنکھ اگر غلط اٹھے گی تو ہمارے روزے کی حقیقت ختم، تو اپنے روزے کو بچانے کی بھی کوشش کریں۔

اور دعاء سے مراد یہ کہ شام کو افطار کے وقت ہم اللہ سے دعائیں بھی مانگیں کہ اے مولیٰ ہم آپ کے بندے ہیں، کمزور ہیں، ہم نے ایک عمل کے لئے کوشش تو کی، مگر اس میں یقیناً کوتاہیاں رہ گئیں، کمی رہ گئی، میرے مولیٰ! ہماری کمزوریوں کو دیکھتے ہوئے، ہم پر مہربانی فرما، اور اسکو قبول فرما۔

ہمارے عمل کی مثال:

ہماری نیکی اور روزے کی مثال ایسی ہے جیسے بچہ اگر پہلی جماعت میں جائے، تو اسکول سے واپسی کے بعد تختیا کاپی کے اوپر کچھ لکیریں لگا کے لے آتا ہے، وہ ٹیڑھی میڑھی، پڑھی بھی نہیں جاتی، اور آکر خوش ہوکر کہتا ہے، تو نہ الف سیدھی نہ باء سیدھی، پڑھی بھی نہیں جاتی، مگر باپ اسکو انعام دیدیتا ہے، وہ انعام اس کی خوشخطی کا نہیں ہوتا وہ انعام باپ شفقت کی وجہ سے دیتا ہے، اس بچہ کی محنت کا ہوتا ہے، وہ سمجھتا ہے یہ کمزور ہے، لیکن اس نے لکھا تو ہے۔ ہماری عباتیں ایسی ہی ہیں، لہذا ہم کہیں، اے مولیٰ! آپ جانتے ہیں، کہ ہم کمزور ہیں اور ہمارے اندر بہت خرابیاں ہیں، ہم نے روزہ رکھ کر حفاظت کرنے کی کوشش تو کی، لیکن پوری طرح حق ادا نہ کرسکے، اے اللہ! ان کوتاہیوں کی معافی کے لئے دامن پھیلائے بیٹھے ہیں، اللہ ہمارے دامن کو بھر دیجئے، ہمیں اپنے در سے خالی نہ لوٹائیے، اس لئے کہ دنیا میں

ہمارے لئے ایک ہی در ہے۔

اللہ تو مجھے رد کر دیگا، تجھے کوئی فرق نہیں پڑتا، فرق تو ہمیں پڑتا ہے، ہماری زندگی کا مسئلہ ہے، ہماری آخرت کا مسئلہ ہے، مہربانی فرما اور ہمیں قبول فرما۔

عیداور دید:

ایک بات یاد رکھیں کہ نبی علیہ السلام نے ایک موقعہ پر فرمایا، آمین، صحابہ نے پوچھا کہ اللہ کے نبی آپ نے کس بات پر آمین کہی؟ فرمایا کہ جبرئیل امین نے تین بد دعائیں کیں، ایک ان میں سے یہ تھی، برباد ہو جائے وہ شخص جس نے رمضان کا مہینہ پایا، اور اپنی مغفرت نہ کروائی، میں نے اس پر کہہ دیا آمین، اب سوچ لیں رمضان کے بعد ہمارے لئے عید ہوگی یا وعید ہوگی؟ جن کی مغفرت ہوئی ان کی تو عید بن جائے گی، اور جن کی مغفرت نہ ہوئی ان کے لئے وعید بن جائیگی۔

ایک بزرگ سے کسی نے پوچھا کہ حضرت عید کب ہوگی؟ تو انہوں نے عجیب بات کہی، فرمانے لگے کہ جب دید (دیدار الٰہی) ہوگی، تب عید ہوگی، تو بھائی جب اللہ تعالیٰ کی ملاقات ہوگی، اصل عید تو وہ ہے، لیکن روزہ دار آدمی کو رمضان کے مہینہ میں اللہ کا اگر وصل نصیب ہو گیا، تو اس روزہ دار کی واقعی رمضان کے بعد عید ہوگی، اللہ رب العزت ہمارے ان روزوں کو قبول فرمائے اور ہمیں تقویٰ کے ساتھ زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

اللہ اللہ اللہ

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

اللہ اللہ اللہ

ماہِ رمضان اور روزے سے متعلق احادیث کا مختصر گلدستہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انوار نبوت

اہلِ علم کے علمی ذوق کی تسکین، اور خطیب و مقررین کی تقریر میں قوت ونورانیت پیدا کرنے کیلئے چند احادیث ذیل میں پیشِ خدمت ہیں ان کی افادیت کو دوچند کرنے کیلئے ہر حدیث کے شروع میں اور طویل حدیث کے درمیان میں بھی دلچسپ عنوانات لگائے گئے ہیں، تاکہ ذہن نشیں بھی ہوں اور بیان وخطاب میں معین بھی۔ (ماخوذ از الترغیب والترہیب، فضائل اعمال، بیان رمضان) (مرتب)

جنت کی سجاوٹ

رُوِیَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا اَنَّہٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: اِنَّ الْجَنَّۃَ لَتُنَجَّدُ، وَتَزَیَّنُ مِنَ الْحَوْلِ اِلَی الْحَوْلِ لِدُخُوْلِ شَھْرِ رَمَضَانَ۔

حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ انہوں نے حضورؐ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ جنت کو رمضان شریف کے لئے خوشبوؤں کی دھونی دی جاتی ہے اور شروع سال سے آخر سال تک رمضان کی خاطر آراستہ کیا جاتا ہے۔

پہلی رات میں حوروں کی بے تابی

فَاِذَا کَانَتْ اَوَّلُ لَیْلَۃٍ مِنْ شَھْرِ رَمَضَانَ ھَبَّتْ رِیْحٌ مِنْ تَحْتِ الْعَرْشِ یُقَالُ لَھَا الْمُثِیْرُ فَتُصَفِّقُ وَرَقَ اَشْجَارِ الْجِنَانِ، وَحِلَقُ الْمَصَارِیْعِ

پس جب رمضان المبارک کی پہلی رات ہوتی ہے تو عرش کے نیچے سے ایک ہوا چلتی ہے جسکا نام مثیرہ ہے (جس کے جھونکوں کی وجہ سے) جنت کے درختوں

فَيُسْمَعُ لِذٰلِكَ طَنِيْنٌ لَمْ يَسْمَعِ السَّامِعُوْنَ أَحْسَنَ مِنْهُ فَتَبْرُزُ الْحُوْرُ الْعِيْنُ حَتّٰى يَقِفْنَ بَيْنَ شُرَفِ الْجَنَّةِ فَيُنَادِيْنَ هَلْ مِنْ خَاطِبٍ اِلَى اللّٰهِ فَيُزَوِّجَهُ، ثُمَّ يَقُلْنَ الْحُوْرُ الْعِيْنُ: يَا رِضْوَانَ الْجَنَّةِ، مَاهٰذِهِ اللَّيْلَةُ فَيُجِيْبُهُنَّ بِالتَّلْبِيَةِ، ثُمَّ يَقُوْلُ: هٰذِهِ أَوَّلُ لَيْلَةٍ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ فُتِحَتْ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ لِلصَّائِمِيْنَ مِنْ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

کے پتّے اور کواڑوں کے حلقے بجنے لگتے ہیں جس سے ایسی دلآویز سریلی آواز نکلتی ہے کہ سننے والوں نے اس سے اچھی آواز کبھی نہیں سنی، پس خوش نما آنکھوں والی حوریں اپنے مکانوں سے نکل کر جنت کے بالا خانوں کے درمیان کھڑے ہوکر آواز دیتی ہیں کہ کوئی ہے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہم سے منگنی کرنے والا تاکہ حق تعالیٰ شانہ' اس کو ہم سے جوڑ دیں، پھر وہی حوریں جنت کے داروغہ رضوان سے پوچھتی ہیں کہ یہ کیسی رات ہے وہ لبیک کہہ کر جواب دیتے ہیں کہ رمضان المبارک کی پہلی رات ہے جنت کے دروازے محمد صلّی اللہ علیہ وسلم کی امت کے لئے (آج) کھولدئے گئے۔

جنت کے دروازے تو کھولو

قَالَ: وَ يَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ: يَا رِضْوَانُ اِفْتَحْ أَبْوَابَ الْجِنَانِ، وَيَا مَالِكُ: أَغْلِقْ أَبْوَابَ الْجَحِيْمِ عَنِ الصَّائِمِيْنَ مِنْ أُمَّةِ أَحْمَدَ صلى الله عليه وسلم۔

حضورؐ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ شانہ رضوان سے فرمادیتے ہیں کہ جنت کے دروازے کھول دے اور مالک (جہنم کے داروغہ) سے فرمادیتے ہیں کہ احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے روزہ داروں پر جہنم کے دروازے بند کردے۔

پکڑلوان کو

وَیَاجِبْرَائِیلُ: اِهْبِطْ اِلَی الْاَرْضِ فَاصْفِدْ مَرَدَةَ الشَّیَاطِیْنِ وَغُلَّهُمْ بِالْاَغْلَالِ ثُمَّ اقْذِفْهُمْ فِی الْبِحَارِ حَتّٰی لَایُفْسِدُوا عَلٰی اُمَّةِ مُحَمَّدٍ حَبِیْبِی صلی اللّٰه علیه وسلم صِیَامَهُمْ

اور جبرئیلؑ کو حکم ہوتا ہے کہ زمین پر جاؤ اور سرکش شیاطین کو قید کرو اور گلے میں طوق ڈال کر دریا میں پھینک دو کہ میرے محبوب ﷺ کی امت کے روزوں کو خراب نہ کریں۔

ہے کوئی دامنِ دل کو پھیلانے والا

قَالَ: وَیَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ فِی کُلِّ لَیْلَةٍ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ لِمُنَادٍ یُنَادِی ثَلَاثَ مَرَّاتٍ: هَلْ مِنْ سَائِلٍ فَاُعْطِیَهُ سُؤْلَهُ. هَلْ مِنْ تَائِبٍ فَاَتُوْبَ عَلَیْهِ. هَلْ مِنْ مُسْتَغْفِرٍ فَاَغْفِرَ لَهُ، مَنْ یُقْرِضُ الْمَلِیَّ غَیْرَ الْعَدُوْمِ، وَالْوَفِیَّ غَیْرَ الظَّلُوْمِ۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ حق تعالیٰ شانہٗ رمضان کی ہر رات میں ایک منادی کو حکم فرماتے ہیں کہ تین مرتبہ یہ آواز دے کہ ہے کوئی مانگنے والا جس کو میں عطا کروں، ہے کوئی توبہ کرنے والا کہ میں اس کی توبہ قبول کروں، کوئی ہے مغفرت چاہنے والا کہ میں اس کی مغفرت کروں، کون ہے جو غنی کو قرض دے، ایسا غنی جو نادار نہیں، ایسا پورا پورا ادا کرنے والا جو ذرا بھی کمی نہیں کرتا۔

دس لاکھ کی مغفرت

قَالَ: وَلِلّٰهِ عَزَّوَجَلَّ فِی کُلِّ یَوْمٍ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ عِنْدَ الْاِفْطَارِ اَلْفُ اَلْفِ عَتِیْقٍ مِنَ النَّارِ کُلُّهُمْ

حضورؐ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ شانہٗ رمضان شریف میں روزانہ افطار کے وقت ایسے دس لاکھ آدمیوں کو جہنم سے خلاصی مرحمت

قَدِاسْتَوْجَبُوا النَّارَ۔ فرماتے ہیں جو جہنم کے مستحق ہو چکے تھے۔

حد ہوگئی مغفرت کی

فَاِذَا کَانَ آخِرُیَوْمٍ مِنْ شَھْرِ رَمَضَانَ اَعْتَقَ اللّٰہُ فِی ذٰلِكَ الْیَوْمِ بِقَدْرِ مَا اَعْتَقَ مِنْ اَوَّلِ الشَّھْرِ اِلٰی آخِرِہٖ۔

اور جب رمضان کا آخری دن ہوتا ہے تو یکم رمضان سے آج تک جس قدر لوگ جہنم سے آزاد کئے گئے تھے ان کے برابر اس ایک دن میں آزاد فرماتے ہیں۔

شب قدر میں فرشتوں کا سلام

وَاِذَا کَانَتْ لَیْلَةُ الْقَدْرِ یَاْمُرُ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ جِبْرَائِیْلَ عَلَیْهِ السَّلَامُ فَیَھْبِطُ فِی کَبْکَبَةٍ مِنَ الْمَلَائِکَةِ، وَمَعَھُمْ لِوَاءٌ اَخْضَرُ فَیَرْکُزُوا اللِّوَاءَ عَلٰی ظَھْرِ الْکَعْبَةِ، وَلَهٗ مِائَةُ جَنَاحٍ مِنْھَا جَنَاحَانِ لَا یَنْشُرُھُمَا اِلَّا فِی تِلْكَ اللَّیْلَةِ، فَیَنْشُرُھُمَا فِی تِلْكَ اللَّیْلَةِ، فَیُجَاوِزَانِ الْمَشْرِقَ اِلَی الْمَغْرِبِ فَیَحُثُّ جِبْرَائِیْلُ عَلَیْهِ السَّلَامُ الْمَلَائِکَةَ فِی ھٰذِہِ اللَّیْلَةِ فَیُسَلِّمُوْنَ عَلٰی کُلِّ قَائِمٍ وَقَاعِدٍ وَمُصَلٍّ وَذَاکِرٍ، وَیُصَافِحُوْنَھُمْ، وَیُؤَمِّنُوْنَ عَلٰی دُعَائِھِمْ حَتّٰی یَطْلُعَ الْفَجْرُ

اور جس رات شب قدر ہوتی ہے تو حق تعالیٰ شانہٗ حضرت جبرئیلؑ کو حکم فرماتے ہیں وہ فرشتوں کے ایک بڑے لشکر کے ساتھ زمین پر اُترتے ہیں، ان کے ساتھ ایک سبز جھنڈا ہوتا ہے جس کو کعبہ کے اُوپر کھڑا کرتے ہیں، اور حضرت جبرئیلؑ کے سَو بازو ہیں جن میں سے دو بازو کو صرف اسی رات میں کھولتے ہیں جن کو مشرق سے مغرب تک پھیلا دیتے ہیں، پھر حضرت جبرئیلؑ فرشتوں کو تقاضا فرماتے ہیں کہ جو مسلمان آج کی رات میں کھڑا ہو یا بیٹھا ہو، نماز پڑھ رہا ہو یا ذکر کر رہا ہو اس کو سلام کریں اور مصافحہ کریں، اور ان کی دعاؤں پر آمین کہیں صبح تک یہی حالت رہتی ہے۔

اے فرشتو! چلے چلو

○ فَإِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ يُنَادِي جِبْرَائِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ : مَعَاشِرَ الْمَلَائِكَةِ الرَّحِيلَ الرَّحِيلَ، فَيَقُولُونَ يَا جِبْرَائِيلُ: فَمَاصَنَعَ اللّٰهُ فِي حَوَائِجِ الْمُؤْمِنِينَ مِنْ أُمَّةِ أَحْمَدَ صلى الله عليه وسلم ؟فَيَقُولُ: نَظَرَ اللّٰهُ إِلَيْهِمْ فِي هٰذِهِ اللَّيْلَةِ فَعَفَا عَنْهُمْ وَغَفَرَ لَهُمْ إِلَّا أَرْبَعَةً۔

جب صبح ہو جاتی ہے تو جبرئیلؑ آواز دیتے ہیں کہ اے فرشتوں کی جماعت! اب کوچ کرو اور چلو، فرشتے حضرت جبرئیلؑ سے پوچھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے مؤمنوں کی حاجتوں اور ضرورتوں میں کیا معاملہ فرمایا؟ وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر توجہ فرمائی اور چار شخصوں کے علاوہ سب کو معاف فرمادیا۔

پھر بھی مغفرت سے محروم رہ گئے

○ فَقُلْنَا: يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَنْ هُمْ؟ قَالَ رَجُلٌ: مُدْمِنُ خَمْرٍ، وَعَاقٌّ لِوَالِدَيْهِ، وَقَاطِعُ رَحِمٍ وَمُشَاحِنٌ. قُلْنَا : يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَا الْمُشَاحِنُ ؟ قَالَ: هُوَ الْمُصَارِمُ ــ

صحابہؓ نے پوچھا کہ یا رسول اللہؐ وہ چار شخص کون ہیں؟ ارشاد ہوا کہ ایک وہ شخص جو شراب کا عادی ہو، دوسرا وہ شخص جو والدین کی نافرمانی کرنے والا ہو، تیسرا وہ شخص جو قطع رحمی کرنے والا اور ناطہ توڑنے والا ہو، چوتھا وہ شخص جو کینہ رکھنے والا ہوا، اور آپس میں قطع تعلق کرنے والا ہو۔

عید کی رات بھری مراد

○ فَإِذَا كَانَتْ لَيْلَةُ الْفِطْرِ سُمِّيَتْ تِلْكَ اللَّيْلَةُ لَيْلَةَ الْجَائِزَةِ، فَإِذَا كَانَتْ غَدَاةُ الْفِطْرِ بَعَثَ اللّٰهُ عَزَّ

جب عید الفطر کی رات ہوتی ہے تو اس کا نام (آسمانوں پر) لیلۃ الجائزۃ (انعام کی رات) سے لیا جاتا ہے اور جب عید

وَجَلَّ الْمَلَائِکَةَ فِی کُلِّ بِلَادٍ فَیَهْبِطُوْنَ اِلَی الْاَرْضِ فَیَقُوْمُوْنَ عَلٰی اَفْوَاهِ السِّکَكِ فَیُنَادُوْنَ بِصَوْتٍ یُسْمِعُ مَنْ خَلَقَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ اِلَّا الْجِنَّ وَالْاِنْسَ، فَیَقُوْلُوْنَ: یَا اُمَّةَ مُحَمَّدٍ اُخْرُجُوْا اِلٰی رَبٍّ کَرِیْمٍ یُعْطِی الْجَزِیْلَ، وَیَعْفُوْ عَنِ الْعَظِیْمِ

کی صبح ہوتی ہے تو حق تعالیٰ شانہٗ فرشتوں کو تمام شہروں میں بھیجتے ہیں وہ زمین پر اُتر کر تمام گلیوں، راستوں کے سِروں پر کھڑے ہو جاتے ہیں اور ایسی آواز سے جس کو جنّات اور انسان کے سوا ہر مخلوق سنتی ہے پکارتے ہیں کہ اے محمد ﷺ کی امت! اس کریم رب کی درگاہ کی طرف چلو جو بہت زیادہ عطا فرمانے والا ہے اور بڑے سے بڑے قصور کو معاف فرمانے والا ہے۔

فرشتو! بتلاؤ تو سہی

ⓒ فَاِذَا بَرَزُوْا اِلٰی مُصَلَّاهُمْ یَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ لِلْمَلَائِکَةِ: مَا جَزَاءُ الْاَجِیْرِ اِذَا عَمِلَ عَمَلَهٗ؟ قَالَ: فَتَقُوْلُ الْمَلَائِکَةُ: اِلٰهَنَا وَسَیِّدَنَا جَزَاؤُهٗ اَنْ تُوَفِّیَهٗ اَجْرَهٗ. قَالَ فَیَقُوْلُ: فَاِنِّی اُشْهِدُکُمْ یَا مَلَائِکَتِی اَنِّی قَدْ جَعَلْتُ ثَوَابَهُمْ مِنْ صِیَامِهِمْ شَهْرَ رَمَضَانَ وَقِیَامِهِمْ رِضَایَ وَمَغْفِرَتِی

پھر جب لوگ عیدگاہ کی طرف نکلتے ہیں تو حق تعالیٰ شانہٗ فرشتوں سے دریافت فرماتے ہیں کیا بدلہ ہے اس مزدور کا جو اپنا کام پورا کر چکا ہو؟ وہ عرض کرتے ہیں کہ ہمارے معبود اور ہمارے مالک اس کا بدلہ یہی ہے کہ اس کی مزدوری پوری پوری دیدی جائے، تو حق تعالیٰ شانہٗ ارشاد فرماتے ہیں کہ اے فرشتوں میں تمہیں گواہ بناتا ہوں میں نے ان کو رمضان کے روزوں اور تراویح کے بدلہ میں اپنی رضا اور مغفرت عطا کر دی۔

مانگ لے نا! کیا چاہئے

۞ وَيَقُوْلُ: يَاعِبَادِى سَلُوْنِى فَوَعِزَّتِى وَجَلَالِى لَاتَسْأَلُوْنِى الْيَوْمَ شَيْئًا فِى جَمْعِكُمْ لِآخِرَتِكُمْ اِلَّا اَعْطَيْتُكُمْ وَلَا لِدُنْيَاكُمْ اِلَّا نَظَرْتُ لَكُمْ

اور بندوں سے خطاب فرما کر ارشاد ہوتا ہے کہ اے میرے بندو مجھ سے مانگو، میری عزّت کی قسم، میرے جلال کی قسم آج کے دن اس اجتماع میں مجھ سے اپنی آخرت کے بارے میں جو سوال کرو گے عطا کروں گا، اور دنیا کے بارے میں جو سوال کروں گے اس میں تمہاری مصلحت پر نظر کروں گا۔

کیا میں تم کو رسوا کروں؟

۞ فَوَعِزَّتِى لَأَسْتُرَنَّ عَلَيْكُمْ عَثَرَاتِكُمْ مَارَاقَبْتُمُوْنِى، وَعِزَّتِى وَجَلَالِى لَااُخْزِيْكُمْ، وَلَا اَفْضِحُكُمْ بَيْنَ اَصْحَابِ الْحُدُوْدِ ـ

میری عزت کی قسم جب تک تم میرا خیال رکھو گے میں تمہاری لغزشوں پر ستاری کرتا رہوں گا (اوران کو چھپاتا رہوں گا) میری عزت کی قسم اور میرے جلال کی قسم میں تمہیں مجرموں (اور کافروں) کے سامنے رسوااور فضیحت نہ کروں گا۔

بخشے بخشائے چلے جاؤ

۞ وَانْصَرِفُوْا مَغْفُوْرًا لَكُمْ قَدْ اَرْضَيْتُمُوْنِى، وَرَضِيْتُ عَنْكُمْ فَتَفْرَحُ الْمَلَائِكَةُ، وَتَسْتَبْشِرُ بِمَا يُعْطِى اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ هٰذِهِ الْاُمَّةَ اِذَا اَفْطَرُوْا مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ ـ (تم الحديث)

بس اب بخشے بخشائے اپنے گھروں کو لوٹ جاؤ،تم نے مجھے راضی کر دیا اور میں تم سے راضی ہو گیا،پس فرشتے اس اجر وثواب کو دیکھ کر جو اس اُمت کو افطار کے دن ملتا ہے خوشیاں مناتے ہیں اور کھل جاتے ہیں۔

(اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا مِنْهُمْ (فضائل اعمال)

پانچ نعمتیں جو دوسری امت کو نہ مل سکیں

وَرُوِیَ عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللّٰهُ علیه وسلم: أُعْطِیَتْ اُمَّتِی خَمْسَ خِصَالٍ فِی رَمَضَانَ لَمْ تُعْطَهُنَّ اُمَّةٌ قَبْلَهُمْ

○ خَلُوْفُ فَمِ الصَّائِمِ أَطْیَبُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ رِیْحِ الْمِسْكِ ۔

○ وَتَسْتَغْفِرُ لَهُمُ الْحِیْتَانُ حَتّٰی یُفْطِرُوْا ۔

○ وَیُزَیِّنُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ كُلَّ یَوْمٍ جَنَّتَهُ، ثُمَّ یَقُوْلُ: یُوْشِكُ عِبَادِی الصَّالِحُوْنَ أَنْ یُلْقُوْا عَنْهُمُ الْمَئُوْنَةَ، وَیَصِیْرُوْا اِلَیْكَ ۔

○ وَتُصَفَّدُ فِیْهِ مَرَدَةُ الشَّیَاطِیْنِ، فَلَا یَخْلُصُوْا فِیْهِ اِلٰی مَا كَانُوْا یَخْلُصُوْنَ اِلَیْهِ فِی غَیْرِهٖ ۔

○ وَیُغْفَرُ لَهُمْ فِی آخِرِ لَیْلَةٍ ۔

قِیْلَ: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَهِیَ لَیْلَةُ الْقَدْرِ؟ قَالَ: لَا، وَلٰكِنَّ الْعَامِلَ اِنَّمَا

حضرت ابو ہریرہؓ نے حضور اکرمؐ سے نقل کیا کہ میری اُمت کو رمضان شریف کے بارے میں پانچ چیزیں مخصوص طور پر دی گئی ہیں جو پہلی امتوں کو نہیں ملی ہیں۔

(۱) پہلی یہ کہ ان کے منہ کی بدبو اللہ کے نزدیک مشک سے زیادہ پسندیدہ ہے۔

(۲) یہ کہ ان کے لئے دریا کی مچھلیاں تک دعا کرتی ہیں اور افطار کے وقت تک کرتی رہتی ہیں۔

(۳) جنت ہر روز ان کے لئے آراستہ کی جاتی ہے پھر حق تعالیٰ شانہ فرماتے ہیں کہ قریب ہے کہ میرے نیک بندے (دنیا کی) مشقتیں اپنے اوپر سے پھینک کر تیری طرف آویں۔

(۴) اس میں سرکش شیاطین قید کر دئے جاتے ہیں کہ وہ رمضان میں ان برائیوں کی طرف نہیں پہونچ سکتے جن کی طرف غیر رمضان میں پہونچ سکتے ہیں۔

(۵) رمضان کی آخری رات میں روزہ داروں کے لئے مغفرت کی جاتی ہے۔

صحابہؓ نے عرض کیا کہ یہ شبِ مغفرت شبِ قدر ہے، فرمایا نہیں بلکہ دستور یہ ہے کہ

يُوَفّٰى أَجْرَهُ إِذَا قَضَى عَمَلَهُ۔
(الترغیب ج ۲ ص ۹۱)

مزدور کو کام ختم ہونے کے وقت مزدوری دیدی جاتی ہے۔ (فضائل اعمال)

رمضان کی آمد پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم روح پرور خطاب

◯ عَنْ سَلْمَانَ ؓ قَالَ خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي آخِرِ يَوْمٍ مِنْ شَعْبَانَ فَقَالَ يَاأَيُّهَا النَّاسَ قَدْ اَظَلَّكُمْ شَهْرٌ عَظِيْمٌ مُبَارَكٌ شَهْرٌ فِيْهِ لَيْلَةٌ خَيْرٌ مِنْ أَلْفِ شَهْرٍ شَهْرٌ جَعَلَ اللّٰهُ صِيَامَهُ فَرِيْضَةً وَقِيَامَ لَيْلَةٍ تَطَوُّعًا مَنْ تَقَرَّبَ فِيْهِ بِخَصْلَةٍ كَانَ كَمَنْ اَدّٰى فَرِيْضَةً فِي مَا سِوَاهُ وَمَنْ اَدّٰى فَرِيْضَةً فِيْهِ كَانَ كَمَنْ اَدّٰى سَبْعِيْنَ فَرِيْضَةً فِيْمَا سِوَاهُ ◯ وَهُوَ شَهْرُ الصَّبْرِ وَالصَّبْرُ ثَوَابُهُ الْجَنَّةُ وَشَهْرُ الْمُوَاسَاةِ وَشَهْرٌ يُزَادُ فِي رِزْقِ الْمُؤْمِنِ فِيْهِ ـــ

حضرت سلمانؓ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شعبان کی آخری تاریخ میں ہم لوگوں کو وعظ فرمایا، کہ تمہارے اوپر ایک مہینہ آرہا ہے جو بہت بڑا مہینہ ہے،، بہت مبارک مہینہ ہے، اس میں ایک رات ہے شب قدر جو ہزاروں مہینوں سے بڑھ کر ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کے روزہ کو فرض فرمایا اور اسکی رات کے قیام (یعنی تراویح) کو ثواب کی چیز بنایا ہے ، جو شخص اس مہینہ میں کسی نیکی کے ساتھ اللہ کا قرب حاصل کرے ایسا ہے جیسا غیر رمضان میں فرض ادا کیا اور جو شخص اس مہینہ میں کسی فرض کو ادا کرے وہ ایسا ہے جیسا کہ غیر رمضان میں ستر فرض ادا کرے۔ یہ مہینہ صبر کا ہے اور صبر کا بدلہ جنت ہے اور یہ مہینہ لوگوں کے ساتھ غم خواری کرنے کا ہے اس مہینہ میں مومن کا رزق بڑھا دیا جاتا ہے۔

افطار کرانے کا ثواب

◯ مَنْ فَطَّرَ فِيْهِ صَائِمًا كَانَ مَغْفِرَةً لِذُنُوْبِهٖ وَعِتْقَ رَقَبَتِهٖ مِنَ النَّارِ

جو شخص کسی روزہ دار کا روزہ افطار کرائے اس کیلئے گناہوں کے معاف ہونے اور آگ سے خلاصی کا سبب ہوگا اور روزہ دار کے ثواب کی

وَكَانَ لَهُ مِثْلُ اَجْرِهٖ مِنْ غَيْرِ اَنْ يُّنْقَصَ مِنْ اَجْرِهٖ شَيْءٌ۔

مانند اس کو ثواب ہوگا، مگر اس روزہ دار کے ثواب سے کچھ کم نہیں کیا جائے گا۔

پانی کا گھونٹ ہی سہی

○ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَيْسَ كُلُّنَا يَجِدُ مَا يُفَطِّرُ الصَّائِمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْطِي اللّٰهُ هٰذَا الثَّوَابَ مَنْ فَطَّرَ صَائِمًا عَلٰى تَمْرَةٍ اَوْ شَرْبَةِ مَآءٍ اَوْ مَذْقَةِ لَبَنٍ

صحابہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم میں سے ہر شخص تو اتنی وسعت نہیں رکھتا کہ روزہ دار کو افطار کرائے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ (پیٹ بھر کھلانے پر موقوف نہیں) یہ ثواب تو اللہ جل شانہ ایک کھجور سے کوئی افطار کرادے یا ایک گھونٹ پانی پلاوے یا ایک گھونٹ لسّی پلاوے اس پر بھی مرحمت فرمادیتے ہیں۔

تین عشرے کی فضیلت

○ وَهُوَ شَهْرٌ اَوَّلُهٗ رَحْمَةٌ وَاَوْسَطُهٗ مَغْفِرَةٌ وَّاٰخِرُهٗ عِتْقٌ مِّنَ النَّارِ۔

یہ ایسا مہینہ ہے کہ اس کا اوّل حصہ اللہ کی رحمت ہے اور درمیانی حصہ مغفرت ہے اور آخری حصہ آگ سے آزادی ہے۔

○ مَنْ خَفَّفَ عَنْ مَمْلُوْكِهٖ فِيْهِ غَفَرَ اللّٰهُ لَهٗ وَاَعْتَقَهٗ مِنَ النَّارِ۔

جو شخص اس مہینہ میں ہلکا کردے اپنے غلام وخدام کے بوجھ کو حق تعالیٰ شانہٗ اس کی مغفرت فرماتے ہیں اور آگ سے آزادی فرماتے ہیں۔

چار کام خوب کریں

○ وَاسْتَكْثِرُوْا فِيْهِ مِنْ اَرْبَعِ خِصَالٍ خَصْلَتَيْنِ تُرْضُوْنَ بِهِمَا رَبَّكُمْ

اور چار چیزوں کی اس میں کثرت رکھا کرو جن میں سے دو چیزیں اللہ تعالیٰ کی رضا

وَخَصْلَتَيْنِ لَا غِنَاءَ بِكُمْ عَنْهُمَا۔

کے واسطے اور دو چیزیں ایسی ہیں جن سے تمہیں چارہ نہیں۔

○ فَأَمَّا الْخَصْلَتَانِ اللَّتَانِ تُرْضُوْنَ بِهِمَا رَبَّكُمْ فَشَهَادَةُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَتَسْتَغْفِرُوْنَهُ۔

پہلی دو چیزیں جن سے تم اپنے رب کو راضی کرو (۱) وہ کلمہ طیبہ (۲) اور استغفار کی کثرت ہے۔

○ وَأَمَّا الْخَصْلَتَانِ اللَّتَانِ لَا غِنَاءَ بِكُمْ عَنْهُمَا فَتَسْئَلُوْنَ اللّٰهَ الْجَنَّةَ وَتَعَوَّذُوْنَ بِهٖ مِنَ النَّارِ۔

اور دوسری دو چیزیں یہ ہیں کہ (۳) جنت کو طلب کرو (۴) اور آگ سے پناہ مانگو۔

روزہ دار کو پانی پلائیے

○ وَمَنْ أَسْقٰى صَائِمًا سَقَاهُ اللّٰهُ مِنْ حَوْضِيْ شَرْبَةً لَا يَظْمَأُ حَتّٰى يَدْخُلَ الْجَنَّةَ۔

(الترغیب ج ۲ ص ۹۴)

جو شخص کسی روزہ دار کو پانی پلائے حق تعالیٰ (قیامت کے دن) میری حوض سے اس کو ایسا پانی پلائیں گے جس کے بعد جنت میں داخل ہونے تک پیاس نہیں لگے گی۔ (فضائل اعمال)

روزہ دار کو چند تحفے

○ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ عَمَلِ ابْنِ اٰدَمَ يُضَاعَفُ الْحَسَنَةُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا إِلٰى سَبْعِمِائَةِ ضِعْفٍ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى إِلَّا الصَّوْمُ فَإِنَّهُ لِيْ وَأَنَا أَجْزِيْ بِهٖ يَدَعُ شَهْوَتَهُ وَطَعَامَهُ مِنْ أَجْلِيْ۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہر آدمی کا نیک عمل بڑھا دیا جاتا ہے یعنی اسکی نیکی کو دس گنے سے لیکر سات سو گنے تک کر دیا جاتا ہے۔ حق تعالیٰ نے فرمایا مگر روزہ میرے لئے ہے، اور میں خود اسکی جزا دونگا۔ وہ اپنی خواہش اور کھانے پینے کو میری خوشنودی کیلئے چھوڑتا ہے۔

◯ لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ فَرْحَةٌ عِنْدَ فِطْرِهٖ وَفَرْحَةٌ عِنْدَ لِقَاءِ رَبِّهٖ۔ ◯ وَلَخُلُوْفُ فَمِ الصَّآئِمِ اَطْيَبُ عِنْدَاللّٰهِ مِنْ رِيْحِ الْمِسْكِ، وَالصِّيَامُ جُنَّةٌ وَاِذَا كَانَ يَوْمُ صَوْمِ اَحَدِكُمْ فَلَا يَرْفُثْ وَلَا يَصْخَبْ فَاِنْ تَسَابَّهٗ اَحَدٌ اَوْقَاتَلَهٗ فَلْيَقُلْ اِنِّيْ امْرُءٌ صَائِمٌ (مسلم مطبوعہ بیروت رقم الحدیث ۱۱۵۱)

روزہ دار کو دو خوشیاں حاصل ہونگی۔ایک افطار کے وقت ،دوسری اپنے پالنہار سے ملاقات کے وقت ۔اور روزہ دار کے منہ کی بدبو،اللہ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے بڑھکر ہے اور جب تم میں کسی کے روزہ کا دن ہوتو نہ گالی گلوج کرے نہ شوروشغب کرے ۔پھر اگر کوئی اسکو برا بھلا کہے یا اس سے جھگڑا کرے تو اس سے کہہ دے کہ میں روزہ دار آدمی ہوں۔

ثواب ہی ثواب

◯ مَنْ تَقَرَّبَ فِيْهِ بِخَصْلَةٍ كَانَ كَمَنْ اَدّٰى فَرِيْضَةً فِيْ مَا سِوَاهُ وَمَنْ اَدّٰى فَرِيْضَةً فِيْهِ كَانَ كَمَنْ اَدّٰى سَبْعِيْنَ فَرِيْضَةً فِيْمَا سِوَاهُ۔ (الترغیب ج:۲-ص:۹۴)

جو شخص اس مہینہ میں کسی نیکی (نفل) کے ذریعہ اللہ کی نزدیکی حاصل کرتا ہے۔وہ ایسا ہے جیسا کہ اس نے غیر رمضان میں فرض ادا کیا ہو۔اور جو شخص اس مہینہ میں کوئی فرض ادا کرتا ہے وہ ایسا ہے جیسا کہ رمضان کے علاوہ میں اس نے ستر فرض ادا کئے ہوں۔

روزہ تراویح اور شب قدر کی فضیلت

◯ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَامَ رَمَضَانَ اِيْمَانًا وَّاِحْتِسَابًا غُفِرَلَهٗ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ، وَمَنْ قَامَ اِيْمَانًا وَّاِحْتِسَابًا غُفِرَلَهٗ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ، وَمَنْ قَامَ لَيْلَةَ

حضرت ابو ہریرہؓ سے منقول ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے رمضان میں ایمان کے ساتھ ثواب کی نیت سے روزہ رکھا اس کے پچھلے سب گناہ معاف کردیئے جائیں گے۔اور جس نے رمضان (کی راتوں میں) قیام کیا ایمان کے ساتھ ثواب کی نیت سے اسکے پچھلے سب گناہ معاف

اَلْقَدْرِ اِیْمَانًا وَّاِحْتِسَابًا غُفِرَلَهٗ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ ۔ (بخاری و مسلم)

کردیئے جائیں گے۔ اور جس نے ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے شب قدر میں قیام کیا اسکے پچھلے سب گناہ معاف کردیئے جائیں گے۔

روزہ اور قرآن کی سفارش

☾عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍوؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الصِّيَامُ وَالْقُرْآنُ يَشْفَعَانِ لِلْعَبْدِ، يَقُوْلُ الصِّيَامُ اَیْ رَبِّ اِنِّیْ مَنَعْتُهُ الطَّعَامَ وَالشَّهَوَاتِ بِالنَّهَارِ فَشَفِّعْنِیْ فِيْهِ وَيَقُوْلُ الْقُرْآنُ مَنَعْتُهُ النَّوْمَ بِاللَّيْلِ فَشَفِّعْنِیْ فِيْهِ فَيُشَفَّعَانِ۔ (بیہقی)

حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روزے اور قرآن دونوں بندہ کی سفارش کریں گے۔ روزے کہیں گے اے میرے پروردگار میں نے اسکو دن میں کھانے پینے اور خواہشات سے روکا تھا تو آپ اس کے بارے میں میری شفاعت قبول فرمالیجئے۔ اور قرآن کہے گا کہ میں نے اسکو رات میں سونے سے روکا تھا تو آپ اس کیلئے میری سفارش قبول فرمالیجئے۔ تو دونوں کی شفاعت قبول کرلی جائیگی (اور روزہ دار اور قرآن پڑھنے والے کو بخش دیا جائیگا)

خواتین کو بشارت

☆عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْمَرْأَةُ اِذَا صَلَّتْ خَمْسَهَا وَصَامَتْ شَهْرَهَا وَاَحْصَنَتْ فَرْجَهَا وَاَطَاعَتْ بَعْلَهَا فَلْتَدْخُلْ مِنْ اَیِّ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ شَآئَتْ۔ (ابو نعیم، مشکوٰۃ ص ۲۸۱)

حضرت انسؓ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عورت جب پنجگانہ نماز پڑھے، ایک ماہ کے روزے رکھا کرے، اور اپنی شرمگاہ کی حفاظت رکھے، اور اپنے شوہر کی اطاعت کرے تو وہ جنت کے آٹھوں دروازوں میں سے جس دروازے سے چاہے جنت میں داخل ہوجائے۔

کن کی دعا رد نہیں ہوتی

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ ؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ثَلٰثَةٌ لَا تُرَدُّ دَعْوَتُهُمْ، الصَّائِمُ حِیْنَ یُفْطِرُ وَالْاِمَامُ الْعَادِلُ وَدَعْوَةُ الْمَظْلُوْمِ یَرْفَعُهَا اللّٰهُ فَوْقَ الْغَمَامِ، وَیُفْتَحُ لَهَا اَبْوَابُ السَّمَآءِ، وَیَقُوْلُ الرَّبُّ وَعِزَّتِیْ لَاَنْصُرَنَّكَ وَلَوْ بَعْدَ حِیْنٍ۔ (الترغیب والترہیب ص:۱۰۳)

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین آدمیوں کی دعا رد نہیں ہوتی۔ایک روزہ دار کی افطار کے وقت، دوسرے انصاف کرنے والا حاکم، تیسرے مظلوم کی دعا، حق تعالیٰ اسکی دعا کو بادلوں سے اوپر اٹھا لیتے ہیں۔ اور آسمان کے دروازے اسکے لئے کھول دیتے ہیں اور رب تعالیٰ کا ارشاد ہوتا ہے کہ میری عزت کی قسم میں تیری ضرور مدد کروں گا اگر چہ کسی مصلحت سے اسمیں کچھ دیر ہو جائے۔

رمضان کے چار اہم کام

وَاسْتَكْثِرُوْا فِیْهِ مِنْ اَرْبَعِ خِصَالٍ خَصْلَتَیْنِ تُرْضُوْنَ بِهٖ مَا رَبَّكُمْ وَخَصْلَتَیْنِ لَاغِنَائَ بِكُمْ عَنْهُمَا وَاَمَّا الْخَصْلَتَانِ اللَّتَانِ تُرْضُوْنَ بِهِمَا رَبَّكُمْ فَشَهَادَةُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَتَسْتَغْفِرُوْنَهٗ وَاَمَّا الْخَصْلَتَانِ اللَّتَانِ لَاغِنَاءَ بِكُمْ عَنْهُمَا فَتَسْئَلُوْنَ اللّٰهَ الْجَنَّةَ وَتَعُوْذُوْنَ بِهٖ مِنَ النَّارِ (الترغیب ج:۲-ص:۹۴)

☆ اور اس ماہ میں چار کام خوب کیا کرو جنمیں سے دو کام تو اللہ کی رضا و خوشنودی کیلئے ہیں اور دو چیزیں ایسی ہیں جو تمہارے لئے ضروری ہیں۔ پہلی دو چیزیں جن سے تم اپنے رب کو راضی کرلو وہ کلمہ طیبہ اور استغفار کی کثرت ہے۔ اور دوسری دو چیزیں جو تمہارے لئے ضروری ہیں یہ ہیں کہ تم اللہ سے جنت مانگا کرو، اور دوزخ سے اللہ کی پناہ مانگو۔

روزہ کو چاک نہ کیجئے

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رُبَّ صَائِمٍ لَّيْسَ لَهٗ مِنْ صِيَامِهٖ اِلَّا الْجُوْعُ وَ رُبَّ قَآئِمٍ لَّيْسَ لَهٗ مِنْ قِيَامِهٖ اِلَّا السَّهَرُ۔ (ابن ماجہ ۱۶۹۰)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بہت سے روزہ رکھنے والے ایسے ہیں کہ ان کو اپنے روزوں سے بھوکا رہنے کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ اور بہت سے شب بیدار ایسے ہیں جنکو جاگنے (کی مشقت) کے سوا کچھ نہیں ملتا۔

عَنْ اَبِیْ عُبَيْدَةَؓ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ الصِّيَامُ جُنَّةٌ مَالَمْ يَخْرِقْهَا۔ (الترغیب والترہیب ص:۱۴۷)

حضرت ابوعبیدہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ روزہ ڈھال ہے جب تک کہ اسکو پھاڑ نہ ڈالے۔

بددعا کے مستحق کون؟

عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُحْضُرُوا الْمِنْبَرَ فَحَضَرْنَا فَلَمَّا ارْتَقٰى دَرَجَةً قَالَ اٰمِيْنْ فَلَمَّا ارْتَقَى الدَّرَجَةَ الثَّانِيَةَ قَالَ اٰمِيْن فَلَمَّا ارْتَقَى الدَّرَجَةَ الثَّالِثَةَ قَالَ اٰمِيْن فَلَمَّا نَزَلَ قُلْنَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ لَقَدْ سَمِعْنَا مِنْكَ الْيَوْمَ شَيْئًا مَّا كُنَّا

حضرت کعب بن عجرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا منبر کے قریب آجاؤ۔ تو ہم حاضر ہو گئے۔ جب آپ نے منبر کی پہلی پیری پر قدم مبارک رکھا تو فرمایا آمین۔ پھر جب دوسری پیری پر قدم مبارک رکھا تو فرمایا آمین۔ پھر تیسری پر قدم رکھا تو فرمایا آمین، پھر جب آپ خطبہ سے فارغ

نَسْمَعُهٗ، قَالَ اِنَّ جِبْرَئِيْلَ عَرَضَ لِيْ فَقَالَ بَعُدَ مَنْ اَدْرَكَ رَمَضَانَ فَلَمْ يُغْفَرْلَهٗ قُلْتُ اٰمِيْن فَلَمَّا رَقِيْتُ الثَّانِيَةَ قَالَ بَعُدَ مَنْ ذُكِرْتَ عِنْدَهٗ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْكَ قُلْتُ اٰمِيْن فَلَمَّا رَقِيْتُ الثَّالِثَةَ قَالَ بَعُدَ مَنْ اَدْرَكَ اَبَوَيْهِ الْكِبَرَ اَوْاَحَدَهُمَافَلَمْ يُدْخِلَاهُ الْجَنَّةَ قُلْتُ اٰمِيْن۔

(الترغیب ج:۲-ص۹۲)

ہو کر نیچے اترے تو ہم نے عرض کیا کہ ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے آج (منبر پر چڑھتے ہوئے) ایسی بات سنی جو اس سے پہلے کبھی نہیں سنی تھی۔ آپ نے فرمایا کہ اس وقت میرے سامنے جبرئیل آئے تھے جب میں نے پہلے درجہ پر قدم رکھا تو انہوں نے کہا ہلاک ہوجیو وہ شخص جس نے رمضان کا مبارک مہینہ پایا پھر بھی اسکی مغفرت نہوئی میں نے کہا آمین، پھر جب میں دوسری پیری پر چڑھا، تو انہوں نے کہا: ہلاک ہوجیو وہ شخص جس کے سامنے آپکا ذکر مبارک ہو پھر وہ آپ پر درود نہ بھیجے، میں نے کہا آمین، پھر تیسری پیری پر چڑھا تو انہوں نے کہا: ہلاک ہوجیو وہ شخص جسکے سامنے اسکے ماں باپ دونوں یا ان میں سے ایک بڑھاپیں کو پائیں اور وہ اسکو جنت میں داخل نہ کراویں، میں نے کہا: آمین۔

پھر بھی محروم رہ گئے

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتَاكُمْ رَمَضَانُ، شَهْرٌ مُّبَارَكٌ فَرَضَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ صِيَامَهٗ، تُفْتَحُ فِيْهِ اَبْوَابُ السَّمَاءِ، وَ تُغْلَقُ فِيْهِ اَبْوَابُ الْجَحِيْمِ، وَتُغَلُّ فِيْهِ مَرَدَةُ الشَّيَاطِيْنِ، لِلّٰهِ فِيْهِ لَيْلَةٌ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ مَنْ

حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم پر رمضان آگیا ہے وہ برکت والا مہینہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تم پر اسکے روزے فرض کئے ہیں، اس میں آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، اور دوزخ کے دروازے بند کردیئے جاتے ہیں اور سر

حُرِمَ خَیرَھَافَقَدْحُرِمَ۔

کش شیاطین قید کر دیئے جاتے ہیں، اس ماہ میں اللہ کی ایک رات ہے، جو ہزار مہینوں سے بڑھکر ہے۔ جو اسکی خیر سے محروم ہوگیا وہ واقعی محروم ہی ہے۔

عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ دَخَلَ رَمَضَانُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ ھٰذَا الشَّھْرَ قَدْ حَضَرَکُمْ وَفِیْہِ لَیْلَۃٌ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَھْرٍ مَنْ حَرُمَھَا فَقَدْ حَرُمَ الْخَیْرَ کُلَّہٗ وَلَا یَحْرُمُ خَیْرَھَا اِلَّا کُلُّ مَحْرُوْمٍ۔

(ابن ماجہ ۱۶۴۴)

☆ حضرت انسؓ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ ماہ رمضان آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ ایک ماہ تمہارے اوپر آیا ہے۔ اور اس میں ایک رات ایسی ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ جو اس رات سے محروم ہوگیا گویا وہ ہر بھلائی سے محروم ہوگیا۔ اور اسکی خیر سے وہی محروم ہوتا ہے جو واقعی بدقسمت ہے۔

شب قدر کی پہچان

عَنْ عُبَادَۃَ بْنِ الصَّامِتِؓ اَنَّہٗ سَئَلَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ لَیْلَۃِ الْقَدْرِ فَقَالَ فِیْ رَمَضَانَ فِی الْعَشْرَۃِ الْاَوَاخِرِ، فَاِنَّھَا فِیْ وِتْرٍ فِیْ اِحْدٰی وَعِشْرِیْنَ اَوْ ثَلٰثٍ وَّعِشْرِیْنَ اَوْ خَمْسٍ وَّعِشْرِیْنَ اَوْ سَبْعٍ وَّعِشْرِیْنَ اَوْ تِسْعٍ وَّعِشْرِیْنَ اَوْ اٰخِرِ لَیْلَۃٍ مِّنْ رَمَضَانَ، مَنْ قَامَھَا اِیْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَلَہٗ مَاتَقَدَّمَ مِنْ

حضرت عبادہ بن صامتؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہؐ سے شب قدر کے بارے میں دریافت کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا وہ رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں ہوتی ہے، یعنی ۲۱، ۲۳، ۲۵، ۲۷، ۲۹، کی راتوں میں، یا رمضان کے آخری رات میں۔ وشخص ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے اس رات میں عبادت کرتا ہے، اسکے

ذَنْبِهٖ، وَمِنْ اَمَارَاتِهَا اَنَّهَا لَيْلَةٌ بَلْجَةٌ صَافِيَةٌ سَاكِنَةٌ سَاجِيَةٌ لَاحَارَّةٌ وَّلَابَارِدَةٌ كَاَنَّ فِيْهَا قَمَرًا سَاطِعًا، وَّلَايَحِلُّ لِنَجْمٍ اَنْ يُّرْمٰى بِهٖ تِلْكَ اللَّيْلَةَ حَتَّى الصَّبَاحِ وَمِنْ اَمَارَاتِهَا اَنَّ الشَّمْسَ تَطْلُعُ صَبِيْحَتَهَا لَاشُعَاعَ لَهَا، مُسْتَوِيَةً، كَاَنَّهَا الْقَمَرُ لَيْلَةَ الْبَدْرِ وَحَرَّمَ اللّٰهُ عَلَى الشَّيْطٰنِ اَنْ يَّخْرُجَ مَعَهَا يَوْمَئِذٍ (فضائل رمضان بحوالہ کتب)

پچھلے سب گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں، اوراسکی علامتوں میں سے یہ بھی ہے کہ...... وہ رات کھلی ہوئی، چمکدار، صاف شفاف، پرسکون اور پرسکوت ہوتی ہے،...... نہ زیادہ گرم ہوتی ہے نہ زیادہ ٹھنڈی، گویا اسکا چاند کھلا ہوا ہوتا ہے، ......اس رات میں صبح تک آسمان کے ستارے شیاطین کے نہیں مارے جاتے۔ نیز اس کی علامتوں میں سے یہ بھی ہے کہ اسکے بعد صبح کو آفتاب بغیر شعاع کے ایسا طلوع ہوتا ہے کہ بالکل ہموار گول ٹکیہ کی طرح ہوتا ہے، گویا کہ وہ چودھویں رات کا چاند ہے، اور اللہ تعالیٰ نے اس دن آفتاب کے طلوع کے وقت شیطان کو اسکے ساتھ نکلنے سے روک دیا ہے (جبکہ اور دنوں میں طلوع کے وقت شیطان کا اس جگہ ظہور ہوتا ہے)

کیا کیا نہ مانگ لیا

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَئَيْتَ اِنْ عَلِمْتُ اَيَّ لَيْلَةٍ لَيْلَةُ الْقَدْرِ مَااَقُوْلُ فِيْهَا؟ قَالَ قُوْلِيْ اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّيْ (احمد وابن ماجہ والترمذی وصححہ)

حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ! اگر مجھے شب قدر کا پتہ چل جائے تو میں اس میں کیا دعا مانگوں؟ فرمایا کہ یہ دعا مانگو اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّيْ (اے اللہ آپ بیشک بہت معاف فرمانے والے ہیں اور معاف کرنے کو پسند فرماتے ہیں پس مجھ کو آپ معاف فرمادیجئے)

ہم خرما ہم ثواب

عَنْ أَبِي أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيِّ أَنَّهُ حَدَّثَهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ صَامَ رَمَضَانَ ثُمَّ اَتْبَعَهُ سِتًّا مِّنْ شَوَّالٍ كَانَ كَصِيَامِ الدَّهْرِ (مسلم ۱۱۶۴- ص:۴۲۴ مطبوعہ بیروت)

حضرت ابوایوب انصاریؓ نے اپنے شاگرد سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے رمضان المبارک کے روزے رکھے، پھر اسکے بعد ماہ شوال میں چھ روزے رکھے تو وہ ایسا ہے کہ اس نے پورے سال روزے رکھے۔

افطار کرانے پر ثواب

مَنْ فَطَّرَ فِيْهِ صَائِمًا كَانَ مَغْفِرَةً لِّذُنُوْبِهٖ وَعِتْقَ رَقَبَتِهٖ مِنَ النَّارِ وَكَانَ لَهٗ مِثْلُ اَجْرِهٖ مِنْ غَيْرِ اَنْ يُّنْقَصَ مِنْ اَجْرِهٖ شَيْءٌ، قَالُوْا لَيْسَ كُلُّنَا يَجِدُ مَا يُفَطِّرُ الصَّائِمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْطِي اللّٰهُ هٰذَا الثَّوَابَ مَنْ فَطَّرَ صَائِمًا عَلٰى تَمْرَةٍ اَوْ شَرْبَةِ مَاءٍ اَوْ مُذْقَةِ لَبَنٍ۔ (الترغیب ج:۲- ص:۹۴)

☆ جو شخص اس ماہ میں کسی روزہ دار کو روزہ افطار کرادے تو یہ اسکے گناہوں کی مغفرت اور جہنم سے چھٹکارے کا سبب ہوگا۔ اور اسکو روزہ دار کے ثواب کے برابر ثواب ملے گا۔ مگر روزہ دار کے ثواب میں سے کچھ کم نہ کیا جائیگا۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم میں سے ہر ایک کو تو اتنی وسعت حاصل نہیں ہے کہ وہ روزہ دار کو افطار کرائے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ (یہ ثواب پیٹ بھر کر کھلانے پر موقوف نہیں ہے بلکہ) یہ ثواب تو اللہ تعالیٰ اسکو بھی عطا فرماتے ہیں جو ایک چھوہارے سے افطار کرادے، یا ایک گھونٹ پانی سے افطار کرادے، یا ایک گھونٹ لسی پلادے۔

ربنا تقبل منا انك انت السميع العليم بجاه سيد المرسلين صلى الله عليه وسلم (آمین)